اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (القرآن)

جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کئے وہ یقینا بہترین خلائق ہیں۔

عملی زندگی

یعنی

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ چرتھاولی

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی ومہتمم دار العلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

کی مجالس میں پڑھ کر سنائے گئے علمائے کرام اور دانشوران ملت کے مختلف واقعات کا مجموعہ

مرتب

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

ناظمِ تعلیمات دار العلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	عملی زندگی
حسب الحکم	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی
مرتب	:	مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی
کتابت وتزئین	:	مولانا فہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور
صفحات	:	264
تعداد	:	گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت	:	............روپئے
ناشر	:	

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	16
2	رشحاتِ رحیمی	17
3	پیش لفظ	18
4	بت گرے منہ کے بل!	20
	عبدالمطلب سے ابوطالب کا سوال	21
	عبداللہ کی امانت	22
	محمد ﷺ کی ولادت مبارک	23
	آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا گیا	23
	ورقہ کی پیشین گوئی	24
	رسول ﷺ ہونے کی بشارت	25

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
5	شوہر سو برس کے اور بیوی ننانوے سال کی	27
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت	28
6	پل صراط پار کرانے والے اعمال	29
7	تربیت کے لئے ضروری ہدایات	34
8	صراط مستقیم قرآن وحدیث کی روشنی میں	28
	عمل کا دارومدار نیت پر ہے	29
	عمل کی اہمیت	29
	حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے	29
	محنت مزدوری کی فضیلت	29
	تاجر کا مرتبہ	40
	تاجر کا حشر	40
	معاملات میں نرمی اور سیر چشمی	40
	حسن معاشرت	40
	اچھے اخلاق	41
	ملازموں اور ماتحتوں سے سلوک	41
	مزدوری کی اجرت	41
	غصہ کا تدارک	41
	غصہ	42
	تعصب کیا ہے؟	42
	لین دین میں قسم کھانے کی بری عادت	42
	رحمت سے محروم	42

دھوکہ 43

ذخیرہ اندوزی 43

حرام اشیاء کی تجارت 43

حرام اشیاء کی قیمت لینا 44

حرام مال کی خیرات 44

ایفائے عہد 44

وعدہ کی اہمیت 44

شرک 45

ہبہ اور عاریت 45

رہن 45

قرض (ادائیگی) 46

قرض (اصولی) 46

سود 46

رشوت 47

غضب پر وعید 47

تجاوزات 47

ریاکاری 47

ریاکاری 48

نشہ 48

حلال وحرام کے مابین امتیاز کرنے میں کوتاہی 48

منافق کی پہچان 49

منافق کی پہچان 49

مفلس کون ہے؟ 49

مال ودولت کی حقیقت 50

فراخی موجبِ ہلاکت 50

جواہرالحکم 51

9 غیر مسلموں کے حضور ﷺ کے ساتھ تعلقات 52

غیر مسلموں کے ساتھ بہتر تعلقات 52

حضور ﷺ کی میانہ روی 53

یہودیوں سے بھی قریبی تعلقات 53

غیر مسلموں سے نارمل تعلقات 54

آپ ﷺ غیر مسلموں کا اعزاز فرماتے! 55

غلط فہمیوں کے متعدد اسباب 56

بنونضیر کی جلاوطنی 56

بنوقریظہ کے قتل کی روایت 57

طالبان کا عمل حقیقت پسندانہ نہیں 58

10 سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دینی اور رفاہی خدمات 60

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایجادات 61

فلاحی امور کی طرف توجہ 61

بحری بیڑے کا قیام 62

ایک قرآن پر سب کو جمع کیا 62

اخلاق میں عثمان رضی اللہ عنہ مجھ ﷺ سے مشابہ ہیں 63

11	سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقانیت	65
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت اور نام	66
	آپ قدیم الاسلام ہیں	66
	بچپن سے ہی اسلام سے محبت	67
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجا	68
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	68
	اسلامی تقویم کی حیثیت	69
	جمل وصفین جیسے معرکے	69
	حضرت امیر معاویہ کی امارت	71
	سب سے اعلیٰ وافضل انسان	72
	سب سے بدبخت انسان کون؟	72
	امیر معاویہ کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت	74
	حضرت علی رضی اللہ عنہ علم وحکمت کے امام	74
	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خشیت	75
12	دعوت وعزیمت کا مردِ مجاہد حضرت شیخ احمد حسین دیدات رحمۃ اللہ علیہ	77
	احمد دیدات کی مالی مشکلات	78
	احمد دیدات کا جذبہ تبلیغ	78
	احمد دیدات کا پہلا لکچر	79
	دعوتِ اسلام کا پہلا مرکز	80
13	اسلام فطرت کی آواز	82
	مارگریٹ سے مریم جمیلہ تک	84

	دعوتی مشن کا فقدان	85
14	اسلام ایک پاکیزہ درخت	86
15	نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کی علمی اور تمدنی سرگرمیاں	91
	سات آدمی عرش کے سائے میں	92
	پانچ چیزوں کا حساب	93
	صحابہ رضی اللہ عنہم کا عسکری محاذ	94
	علم سیکھنے کا جنون	94
	معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا مقام	95
	صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عابد بھی تھے اور مجاہد بھی	95
16	بچوں کی تربیت میں اہل خانہ کا کردار	97
	والدین کو مندرجہ ذیل امور کی رعایت کرنا ضروری ہے	98
	بچوں کی خود اعتمادی کو تقویت پہنچائی جائے	100
	بچوں کو بہترین اخلاق کی تربیت دی جائے	101
	شجاعت اور بہادری کی ٹریننگ دی جائے	102
	اپنی اولاد کو ایثار وقربانی کا عادی بنایا جائے	102
17	ماں باپ کی نافرمانی کی سزا	104
	ماں باپ کی دعا اور بددعا	105
	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن	109
	یہ دین کا ناقص اور غلط تصور ہے	109
	بتاؤ مفلس کون ہے؟	110
	اہل وعیال کی کفالت دین کا اہم فریضہ	111

	اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی	112
	حضرت عثمان غنی ؓ کو مال غنیمت میں حصہ	113
	شیر خوار بچے نے گواہی دی	113
	والدین کی خدمت اور جہاد	114
	حقوق العباد اور حقوق اللہ	115
	دونوں حقوق اسلامی کردار کے دو رخ ہیں	116
	یہ پاکیزہ نمونہ داعی اعظم کی زندگی میں	118
	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن	118
18	استاد کی عظمت اور فضیلت	120
	ابن عباس ؓ کے استاد اُبی بن کعب ؓ	121
	اساتذہ کرام کے آداب	122
	ہارون رشید نے عالم دین کا اکرام کیا	123
	علامہ اقبال کی نظر میں استاد کی اہمیت	124
19	دورِ حاضر کیلئے امام الانبیاء علیہ السلام کی پیشین گوئیاں	125
	اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھتے تو کیا کہتے؟	126
	فتنہ منافقین کا صفایا کر دیتا ہے	127
	زمانۂ فتنہ میں دین پر قائم رہنا آسان نہیں ہوگا	127
	فتنوں کی جگہوں سے دور رہنے میں خیر ہے	128
	زمانہ فتنہ سے متعلق اہم ہدایات	128
	فتنوں کے زمانے میں کہاں جائیں؟	129
	دین پر استقامت کی فضیلت	130

	زمانہ فتنہ میں دعاؤں کا اہتمام	130
20	ظاہر سے زیادہ باطن کی اصلاح ضروری ہے	131
	داعی کا ہمدرد ہونا ضروری ہے	132
	حضور ﷺ کے دل میں ہمدردی	133
21	غریب مسلمان کی فضیلت	135
22	دنیا کا کوئی بھی نظام علم کے بغیر درجۂ کمال کو نہیں پہنچتا	138
23	آج شیخ الہند ؒ کی حکمتِ عملی کی ضرورت	141
	شیخ الہند ؒ کی پالیسی اور حکمتِ عملی	142
	دیوبندیت کس کو کہتے ہیں؟	143
	شیخ الہند ؒ کا مشن	143
	شیخ الہند ؒ مالٹا سے رہا ہوئے	145
	نئی حکمتِ عملی اور پالیسی	146
	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں آپ کا خطبہ	147
	طبقۂ علماء نے شیخ الہند ؒ کی حکمتِ عملی فراموش کر دی	148
	سپہ سالار اور جانباز سپاہی	149
	ایک بڑا المیہ	149
	مولوی ہار گیا	152
	خدارا نئی نسل میں ایسے علماء تیار کریں	153
24	برطانوی کلمہ خواں دیارِ مغرب میں حق کی پکار	155
	یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ	156
	اسلام کے بغیر زندگی بے مقصد تھی	157

نمبر	عنوان	صفحہ
	برطانویہ میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت	158
	برطانیہ میں مسلمانوں کے کھانے پسندیدہ	159
	برطانیہ کے مسلمان قومی اور سیاسی دھارے میں شامل	160
	اور معروف وممتاز برطانوی مسلمان ہوگئے	160
	دنیائے اسلام کی ذمہ داری	161
25	حسنِ اخلاق کیا ہے؟	163
	میٹھی زبان سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے	164
	اچھا اخلاق انسان کا زیور ہے	164
	تمہیں کسی سے مخاصمت نہ رہے	166
	بزرگوں کے عجیب وغریب واقعات	167
26	وقت زندگی ہے!	169
	انسانی زندگی قلیل ہے	170
	حضور ﷺ کی پیشین گوئی	170
	ہر دن مخلوق میں منادی کرتا ہے	171
	نئی صدی کے بارہ برس کیسے گذرے	172
	ملک اور قوم سنگین بحرانوں کی دہلیز پر	173
	ایک ایک لمحہ رب کی قربت کا مستحق	174
27	اسلام کے نام پر وحشیانہ دشمنی	175
	انصاف کو ہر حال میں عزیز رکھو	176
	صحابہ رضی اللہ عنہم انسانی خدمت کے خوگر	176
	انسانی قتل گناہِ کبیرہ ہے	177

نمبر	عنوان	صفحہ
	حملہ کرنے والے اللہ کے غضب کا شکار	178
	انسانی جان کا احترام لازم ہے	179
	اسلام کو خونخوار بنا کر پیش نہ کرو	180
	قتل وغارت گری اسلام کی خدمت نہیں	181
	اسلام دشمن قوتوں کا ایجنٹ کون؟	182
	اتحاد اور اتفاق کا درس ضروری	183
28	مولانا عبدالسمیع ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خدمات کے آئینے میں	184
29	برما کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی داستان	190
	نویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی آمد	191
	گذشتہ ۶۰ سالوں سے قتل عام	192
	حالیہ فسادات کی شروعات	193
	برمی مسلمانوں کا قصور	194
30	ہر دل کی صدا ان کا پتہ پوچھ رہی ہے	195
31	انفاق فی سبیل اللہ کے نادر واقعات	198
	معاملہ فہمی اور ہوشیاری	200
	حکمرانی کا معیار	201
	حکمت عملی	201
	مردشناسی اور غیر معمولی ضبط وتحمل	203
32	متابعتِ حدیث کی برکتیں	205
33	سچائیوں سے انکار ممکن نہیں	209
34	قبول اسلام کا عالمی رجحان	210

حیران کی بات یہ ہے 211
نومسلموں میں زیادہ تعداد طلباء کی ہے 211
غیر یقینی کیفیت اور تذبذب 212
۳۹ سالہ میمونہ کے تاثرات 213
۲۸ سالہ ہدیٰ کا خطاب 213
اسلام مغرب کے لئے خطرہ کیوں؟ 214
ایک تسلیم شدہ حقیقت 215
تفریح اور موج مستی کا نصب العین 215
35 وقت زندگی ہے 217
وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت 217
ہر چیز کے لئے وقت کی ضرورت ہے 218
قرآن کریم کی نظر میں وقت 219
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعائیں 220
وقت کی قدر کرنے والے چند اسلاف 222
تضیع اوقات کی وجوہات اور صورتیں 223
وقت کے بارے میں عدم شعور کی علامتیں 224
وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کے لئے چند تجاویز 225
چند منفی عادات جن سے چھٹکارا ضروری ہے 227
وقت کے بہتر استعمال کے لئے اداروں، ذمہ داروں......... 228
36 جہیز: ایک سماجی ناسور 231
میرا جرم......کیا تھا! 232

خوشی سے دینے اور لینے میں برائی کیا ہے؟ 233
جہیز و تلک قرآن کی نظر میں 234
جہیز و تلک حدیث کی روشنی میں 235
جہیز: ایک مہذب بھیک 236
جہیز کے ظالمانہ رسم سے دختر کشی کے بڑھتے واقعات 236
جہیز: ایک سماجی برائی ہی نہیں، سماجی کینسر بھی ہے 238
کرنے کا کام 238
اسلامی نوجوان بھائیو! آیئے ہم عہد کریں! 239
37 مذہبِ اسلام کا پھیلتا دائرہ 240
اسلام برق رفتاری سے پھیل رہا ہے 241
نومسلموں میں ۷۵ فی صد عورتیں 241
۲۰۴۰ء تک پورا امریکہ مسلم ملک بن جائے گا 242
۲۰۶۰ء تک فرانس مسلم ملک بن جائے گا 243
۲۰۳۰ء تک مسلم آبادی میں ۲۵ فی صد کا اضافہ 243
38 اس کرۂ ارض کو سہارا دینے والا اللہ ہے 245
39 جانوروں کے حقوق اسلامی تعلیمات کے آئینے میں 248
حیوانات کے متعلق اسلامی نظریہ 249
حیوانات پر شفقت جنت کا ذریعہ 249
حیوانات پر ظلم جہنم کا دروازہ کھولتا ہے 250
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانوروں سے متعلق خشیت 251
بطور تفریح جانوروں کا شکار کھیلنا حرام ہے 252

	حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ	253
40	داعیانہ کردار	255
	معاشرہ کے بگاڑ کا بنیادی سبب	256
	اصلاح معاشرہ صرف تحریروں تک محدود	257

☆☆☆

انتساب

بحمد اللہ تعالیٰ

عملی زندگی کا انتساب اور ثواب میں والد بزرگوار کے دونوں ماموں جان حکیم سعید الدین صاحب انصاری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مستری حکیم الدین انصاری کھنڈراؤلی ضلع شاملی کے نام معنون کرنے سعادت حاصل کرر ہا ہوں جنہوں نے والد بزرگوار کی خصوصی پرورش سے تربیت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی
ناظم تعلیمات وخانقاہ رحیمی دار العلوم محمدیہ بنگلور
مورخہ: ۱۷/جمادی الاول ۱۴۳۴ھ م ۳۰/مارچ ۲۰۱۳ء
بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

رشحاتِ رحیمی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کروڑوں اربوں احسان ہے کہ اس نے میرے متعلقین کو بھی لکھنے پڑھنے کا شغف عطا فرمایا ہے۔ یہ میرے پاس بیٹھنے والے حضرات کا ذوق ہے کہ میں جو کہتا ہوں یا لکھتا ہوں یا بعض اکابر علمائے کرام ومشائخ اور دانشوران کے سبق آموز اور نصیحت آموز واقعات بیان کرتا ہوں۔ یہ حضرات ان کو لکھ لیتے ہیں۔ یا کسی کتاب اور رسالہ سے پڑھ کر سنانے کی ہدایت کرتا ہوں تو ان واقعات کو بھی جمع کر لیتے ہیں۔

ایسے ہی کچھ مضامین اور واقعات دور حاضر کے علماء کرام یا دانشوران کے گذشتہ دنوں عزیزم مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی نے جمع کئے۔ تا کہ متعلقین ان سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔ اور کتاب کی شکل میں ان کو مرتب کر دیا تا کہ ہر مسلمان ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ عزیزم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ عزیزم موصوف نے مضامین کی افادیت کے پیش نظر اس مسودہ کو ''عملی زندگی'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مساعی جمیلہ کو خوب خوب قبول فرمائے اور آخرت کیلئے توشہ بنائے اور جن حضرات علمائے کرام کے مضامین اس کتاب میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ انکے فیوض وبرکات کو تا دیر جاری رکھے۔ آمین رب العالمین۔

خادم آستانہ حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی

خانقاہ رحیمی بنگلور

۱۷/جمادی الاول ۱۴۳۴ھ

م ۳۰ مارچ ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

پیش لفظ

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم امابعد!

زندگی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جس کی قدر انسان پر لازم اور ضروری ہے۔ انسان کی ہر حرکت کا نام ''عمل'' ہے اور عمل ہی سے زندگی گراں قدر بنتی ہے، نیک اعمال سے قربِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتا ہے اور رحمتِ خداوندی کے در کھلتے ہیں، یہی مومن کی پہچان ہیں، اسی سے زمین آباد ہے، یہی حیاتِ ثانی کی بقا ہیں، یہی حصولِ جنت کا ذریعہ ہیں، اسی کے ذریعہ دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا، اور یہی قلب مومن کو تسکین اور روحِ مسلم کو شگفتگی عطا کرتے ہیں۔

غرض ''اعمالِ صالحہ'' ہی فطرتِ انسانی کی وہ پاکیزہ غذاء ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی سے ہمکنار کرنے والے ہیں۔ یہ ''اعمال'' کیا ہیں؟ جو آدمی کو آدمیت بخشتے ہیں۔ اس کی مثال تو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے اپنی ''عملی زندگی'' کے ذریعہ قائم کردی ہے، جس میں خاک سے مشک وعنبر، زمین سے آسمان، نشیب سے فراز، زوال سے عروج، پستی سے ثریا، بے راہ روی سے راہبر، کمزور سے قوی، ماتحتی سے بادشاہت، فقیری سے تونگری، کمتر سے اعلیٰ، ابتر سے اطہر، جاہل سے عالم، فاسق سے فائق اور مغضوب سے محبوب بنانے کے سارے گر اور راز بیان کر دیئے گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون ہے جو اِن رموز واسرار کو اپنا کر غلامانِ محبوبِ رب العالمین میں اپنا شمار کراتا ہے تا کہ دونوں جہانوں کی کامیابی سے بہرہ ور ہوسکے۔

جی ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دَم بھرنا متقاضی ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کو اپنی ''عملی زندگی'' بنایا جائے۔ اسوۃ الرسول ﷺ اور حیاتِ صحابہؓ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب بعنوان ''عملی زندگی'' ترتیب دی گئی ہے، جس میں موجودہ رائج اطوار وعادات، اعمالِ مکروہہ، حقوق اللہ وحقوق العباد کی زبوں حالی اور زندگی کے تقریباً تمام شعبہ جات کی خامیاں بیان کرکے قرآن وسنت کے مطابق ان کا تدارک کیا گیا ہے، جابجا دلچسپ واقعات، عمدہ پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ والد محترم شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ تعالیٰ کی مجالس میں پڑھ کر سنائے گئے مضامین ہیں جن کو حضرتِ والا نے پسند فرمایا، ان کو آپ کے حسب الحکم ترتیب دے کر کتابی شکل میں شائع کرکے متعلقین ومتوسلین کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت والا مدظلہ العالی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ ارشاد ہمیشہ نقل فرماتے ہیں کہ ''اچھی بات جہاں سے ملے فوراً لے لو، یہ نہ دیکھو کہ اس کا بیان کرنے والا کون ہے اور کیسا ہے''۔

معمولی ترمیم واضافہ کے ساتھ ان نگارشات کو جمع کرکے حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے سراہا اور مختلف جگہوں پر اپنی مفید آراء سے نوازا اور بہت سی اغلاط کی جانب توجہ دلائی جسے درست کرلینے کے بعد آپ نے اشاعت کے لئے اجازت مرحمت فرمائی۔ کتاب کی ڈی ٹی پی اور ترتیب وتزئین میں جن احباب نے تعاون کیا میں ان کا شکرگذار ہوں، اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، نافع عام وتام فرمائے اور ذریعہ آخرت بنائے، آمین ثم آمین!

محمد عثمان حبان دلدآر قاسمی
ناظم تعلیمات وخانقاہ رحیمی دارالعلوم محمدیہ بنگلور
مورخہ: ۱۷/جمادی الاول ۱۴۳۴ھ م ۳۰/مارچ ۲۰۱۳ء
بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

اور بت گرے منہ کے بل!

نہ جانے کیوں آج عبدالمطلب کا دل بار بار بھر آرہا تھا۔ رہ رہ کر آنکھوں کے سامنے جواں مرگ بیٹے عبداللہ کی صورت پھر رہی تھی۔ دل کے بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے وہ خانہ کعبہؑ کی طرف دھیرے دھیرے بڑھنے لگے۔ رات کی ظلمتوں کا سینہ چیر کر مشرق کے لال گلال ماتھے سے اجالے پھیل چکے تھے خانہ کعبہ کی چھاؤں میں پہنچ کر انہیں یک گونہ اطمینان نصیب ہو، حجر اسود کا بوسہ لے کر وہ اسی کے قریب بیٹھ گئے۔ آج سے کئی برس پہلے اسی مقام پر انہوں نے ایک منت مانگی تھی کہ اگر وہ اپنے دس بیٹوں کو اپنی زندگی میں جوان دیکھیں گے تو ان بیٹوں میں سے کسی ایک کو ہبل کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھادیں گے۔ اور جب سارے بیٹے ان کی آنکھوں کے سامنے جوان ہوگئے تو قربانی کیلئے قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ سارے گھرانے میں کہرام مچ گیا۔ عبداللہ کی بہنوں نے دہائی مانگی اور کہا کہ کسی نہ کسی طرح چھوٹے اور پیارے بھائی کو بچالیا جائے۔ پھر عبدالمطلب کو یاد آیا کہ اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا جائے، چنانچہ دس اونٹوں اور عبداللہ کے درمیان قرعہ ڈالا گیا تو پھر عبداللہ کا ہی نام نکلا۔ اب اونٹوں کی تعداد بڑھا کر قرعہ ڈالا جانے لگا۔ اور ہر دفعہ عبداللہ کا نام ہی

نکلتا رہا۔ پھر تیس اونٹ، پچاس اونٹ، اسی اور نوے اونٹ! عبدالمطلب اوران کے سارے خاندانکے افراد دم سادھے قسمت کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ آخر کار سو اونٹوں پر داؤ لگایا گیا۔ اب کی دفعہ عبداللہ بچ گئے۔ اوران کے عوض سو اونٹ ہبل کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے گئے۔ پھر کیا تھا سارا خاندان خوشی اور مسرت کا اظہار کرنے لگا۔

عبدالمطلب سے ابوطالب کا سوال

''حضور ابا'' یہ عبداللہ کی نہیں، عبدالعزی ابوطالب کی آواز تھی جو قریب ہی کھڑے ہوئے تھے۔ عبدالمطلب تصور کے دھندلکوں سے نکل آئے۔ ''آج صبح صبح آپ کی آنکھیں آنسوؤں میں کیوں تیر رہی ہیں؟'' ابوطالب نے پوچھا۔ عبدالمطلب نے آنسو پونچھ لئے اور آہستہ سے کہا۔ ''بیٹے، یہ دل کا اتھاہ غم ہے جو آنسوؤں کی شکل میں باہر آرہا ہے۔ تم اکثر کہا کرتے ہو کہ قریش میری اس دائمی رنجیدگی پر طنز کرتے ہیں۔ لیکن بیٹے ایسے لوگ اپنے سینے میں دھڑکتا ہوا دل نہیں، پتھر رکھتے ہیں!'' پھر ابوطالب اپنے باپ کے سامنے اکڑوں بیٹھ گئے۔ ''قسم خدا کی'' ابوطالب بول رہے تھے۔ ''میرا چھوٹا بھائی عبداللہ میرا طاقتور بازو تھا لیکن ابا جان! تقدیر کے آگے آج تک کسی کی بنی ہے؟ وہ اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاچکا ہے۔ وہ لوٹ کر ہمارے پاس پھر کبھی نہیں آئے گا۔'' کہتے کہتے ابوطالب کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھی۔ ''آپ غم نہ کریں ہم تمام بھائی ہر لمحہ آپ کی خدمت کے لئے مستعد رہیں گے۔'' ابوطالب نے ذرا رک کر کہا۔ ''آخر وہ کیا بات ہے جو آپ کو عبداللہ میں نظر آئی اور ہم سبھوں میں نظر نہ آئی''۔

عبدالمطلب کی بوڑھی آنکھیں ساون کی جھڑی کی طرح برس رہی تھیں وہ بڑے ہی درد بھرے لہجے میں کہنے لگے۔ ''بیٹے! مجھے تو عبداللہ کی ۲۰ سالہ زندگی اللہ کی

ایک نشانی نظر آتی ہے۔'' وہ پل بھر کیلئے رُک کے پھر گویا ہوئے۔ ''یاد کرو بیٹے! عبداللہ سو اونٹوں کی قربانی کے عوض کس طرح بچ گیا اور پھر اس کی شادی وہب کی بیٹی ''آمنہ'' سے کس طرح اچانک ہوگئی۔ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ سسرال میں وہ صرف تین دن ہی رہ سکا تھا۔ اور ملک شام کا تجارتی سفر بے چارے کا آخری سفر ثابت ہوا اور ابھی پچاس دن پہلے کی بات پر بھی تو غور کرو کہ رب کعبہ نے اپنے قدیم گھر کو ہاتھی والوں کے ظلم وجور سے کس طرح بچالیا تھا؟ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ابابیلوں نے ابرہہ کے لشکر جرار کو کس عجیب وغریب طریقے سے بھوسی بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ ان تمام واقعات کو جوڑتا ہوں تو مجھے ان میں اللہ کی نشانیاں ہی نشانیاں نظر آتی ہیں!!'' عبدالمطلب کی نگاہیں حجر اسود کو چومتی ہوئی خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگیں۔ خانہ کعبہ اینٹ اور پتھر کا سادہ سا چوکور کمرہ جس کے سب سے پہلے معمار ابراہیم علیہ السلام تھے جن کی دعاؤں نے صحرائے عرب کو فرزندان توحید کا مرکز بنا دیا ہے۔ کتنی پرخلوص اور پرسوز تھیں وہ دعائیں جو خلیل اللہ نے پتھر اٹھاتے ہوئے اس تپتی ہوئی غیر ذی زرع زمین پر کھڑے ہو کر اللہ سے مانگی تھیں!!

عبداللہ کی امانت

ابوطالب نے اپنے باپ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔ ''ابا جان عبداللہ اس دنیا سے جاتے جاتے ایک امانت چھوڑ گیا ہے۔ خدا کرے کہ چھوٹی بھابی آمنہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہو اور وہ آپ کے غم کا مداوا بن جائے''۔ عبدالمطلب کے جھریوں بھرے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ کا تموج پیدا ہوا۔ یوں معلوم ہونے لگا کہ یہ خبر ان کے لئے دنیا جہاں سے پیاری ہے۔ وہ بول اٹھے ''عبدالعزی! میری بھی یہی تمنا ہے کہ آمنہ کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ میں تو اس کا نام محمد ﷺ رکھوں گا۔ محمد بن عبداللہ بن

عبدالمطلب ....! میرے بڑھاپے کا سہارا..........عبداللہ کی نشانی!! قریش کی عظمتوں کا علمبردار!!! خانۂ کعبہ کا نگہبان..........'' عبدالمطلب کی آنکھوں میں آنسوؤں کے تارے جھلملانے لگے! ''میرے آقا''۔معاً کسی عورت کے پکارنے کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ دیکھا کہ ان کی لونڈی ام ایمن ان کی طرف بھاگی چلی آرہی ہے۔ ''میرے آقاء'' وہ ہانپ رہی تھی۔اس کے چہرے سے مسرت کی کرنیں پھوٹ رہی تھی''۔مبارک مبارک میری بی بی آمنہ کے ہاں لڑکا ہوا ہے!!''

محمد ﷺ کی ولادت مبارک

''سچ''! عبدالمطلب کا رُواں رُواں جیسے جھومنے لگا ان کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ ''یعنی محمد ﷺ پیدا ہو چکا ہے میرا لاڈلا محمد ﷺ ۔ چہیتا اور پیارا پوتا!! اے سارے جہاں کے پروردگار! ساری حمد وثنا کا تو ہی سزاوار ہے'' اور عبدالمطلب کے قدم بڑی پھرتی کے ساتھ گھر کی طرف اٹھنے لگے۔گھر پہنچ کر انہوں نے اپنی بیوہ بہو کی مزاج پُرسی کی۔ وہب کی بیٹی سرکار کائنات کی محترم ومعظم ماں! جواں مرگ عبداللہ کی عزیز بیوہ!! وہ باادب ہو کر اپنے خسر سے بولی۔ ''پیارے ابا!! آپ کی دعا سے اچھی ہوں''۔اور اسکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔عبدالمطلب نے ہاتھ پھیلا کر دونوں جہاں کے سردار اور انسانیت کے محسن اعظم کو اپنی گود میں لے لیا۔ ہونہار اور خوبصورت بچہ دادا کے ہاتھوں میں ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر اپنی آمد گی جیسے خبر دے رہا تھا!!

آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد رکھا گیا

''یہ میرا بیٹا ہے'' عبدالمطلب جیسے جھوم رہے تھے۔میرا راج دلارا ہے۔میری بوڑھی آنکھوں کا روشن ستارا ہے۔ میں اس کا نام محمد رکھتا ہوں'' محمد ﷺ! مقدس ماں

نے جیسے چونک کر کہا۔ ''لیکن ابا جان! مجھ سے کسی غیبی آواز نے کہا ہے کہ اس کا نام ''احمد'' رکھا جائے۔'' عبدالمطلب نے اپنے چاند جیسے پوتے کی پیشانی پر محبت بھرا بوسہ ثبت کیا اور کہا۔ ''اچھی بات ہے بیٹی! محمد ﷺ اور احمد ﷺ دونوں ہی اس کے نام ہوں گے۔ اللہ کے نزدیک یہ احمد ﷺ ہوگا اور ہم لوگوں کے ہاں یہ محمد ﷺ کہلائے گا اور ہاں آمنہ! بزرگ دادا نے کسی قدر بلند آواز سے کہا ''میں اس کو خانہ کعبہ لے جاؤں گا۔اور وہاں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ اس در یتیم کو مبارک اور معظم بنائے۔ مجھے تو اس کی پھول جیسی گلابی پیشانی میں اس کی شان وشوکت اور عظمت ورفعت کی جھلکیاں دکھائی دے رہی ہیں'' یہ کہتے ہوئے وہ باہر نکل آئے اور تیز تیز خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ورقہ کی پیشین گوئی

''اے ابوحارث!!'' عبدالمطلب کو کوئی پکار رہا تھا۔ پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ ''اوہ تم نوفل کے بیٹے ورقہ!! آؤ آؤ! مجھے مبارک باد دو۔ یہ میرا پوتا ہے۔عبداللہ کی یادگار۔اس کا نام محمد ﷺ بھی ہے اور احمد ﷺ بھی'' ورقہ نے منّے کی طرف ایک نظر ڈالی۔اس کا چہرہ جیسے کھل اٹھا۔

ابوحارث ورقہ نے کہا: یہ وہی ہے یہ وہی ہے۔ ہماری کتابوں میں اسکے آنے کی بشارت دی گئی ہے۔ابوحارث! میں تنہا تم کو ہی نہیں، میں تو ساری انسانیت کو مبارک بادی کا پیام دیتا ہوں۔اب اللہ کی رحمت جوش میں آنے والی ہے۔!!!'' پھر ورقہ نے دوسرے ہی لمحے میں پوچھا ''مگر تم اس ننھے منے بچے کو لے کر کہاں جا رہے ہو؟'' عبدالمطلب نے جواب دیا ''کعبہ کے اندر لے جاؤں گا۔اور معبودوں سے دعا مانگوں گا!!'' ''ابوحارث!'' ورقہ نے مشورہ دیا۔ ''اس بچے کو کعبہ کے اندر نہ لے

جاؤ۔ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے سینکڑوں بتوں سے اپنے اس بچے کو دور ہی رکھو!'' ''اے صابی'' عبدالمطلب گرج کر کہہ رہے تھے۔ ''کیا تم مجھے اپنے باپ دادا کے دین سے پھر جانے کی تلقین کرتے ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' اور پھر انہوں نے ابوطالب سے کہا۔ ''جا بیٹے خانہ کعبہ کا دروازہ کھول دو۔ ورقہ تو پکا صابی ہے۔ یہ اور اس کے گروہ کے لوگ تو ایسی ہی بیہودہ باتیں کہنے کے عادی ہیں''۔ ورقہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا ''میں آپ کے بھلے کے لئے ہی یہ مشورہ دے رہا ہوں! تم یہاں حجر اسود کے قریب ہی دعا کیوں نہیں مانگ لیتے''۔ لیکن عبدالمطلب نے صاف انکار کردیا۔ ابھی وہ دو قدم بھی آگے بڑھانے نہ پائے تھے کہ ابوطالب تیزی سے واپس ہوتے ہوئے نظر آئے۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھی۔ ''ابا جان!'' حیرانی کے عالم میں ابوطالب کہہ رہے تھے۔ ''غضب ہوگیا''۔

''کیا بات ہے بیٹے''؟ ''میری آنکھوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا ہے!''۔

''کیا دیکھا ہے.....بتاتے کیوں نہیں؟''

''ابا جان! سارے معبود منہ کے بل گر گئے ہیں!!''

''بائیں، منہ کے بل گر گئے ہیں!! کیا ہبل بھی؟

''ہاں، ہاں ہبل بھی!!''

''حیرت کی بات ہے'' عبدالمطلب مجسم حیرت بن گئے تھے۔ ''میں نے اپنی عمر کے اس طویل سفر میں کبھی ایسی عجیب بات دیکھی نہ سنی!!''

رسول ﷺ ہونے کی بشارت

''تعجب نہ کرو ابوحارث!'' ورقہ بن نوفل نے کہا۔ یہ ننھا بچہ ان بتوں کا سخت ترین دشمن ہے۔ بڑا ہو کر یہ خانہ کعبہ کو ان بتوں کی گندگی سے پاک کردے گا۔ عالم

انسانیت کو نئی زندگی، نئی طاقت اور نیا ایمان عطا کرے گا۔ یہ چھوٹا سا بچہ!! طاغوتی قوتوں، شیطانی سازشوں اور نفسانی بدعتوں کے گھناؤنے ماحول کو یکسر بدل دے گا۔ آپ کا پوتا.....وہ سب خوش نصیب افراد ہوں گے جو مستقبل کے اس رسول پر ایمان لائیں گے۔ اور ہلاکت کی کھائی میں گر جائیں گے وہ سب جنہوں نے اس کو جھٹلایا ہوگا اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں ضرور ان کی مدد کروں گا....سن لو اے ابوحارث! یہ بچہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کا حاصل ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کا پروردگار ہی اس کی حفاظت کرے گا''۔

پھٹی پھٹی آنکھوں سے عبدالمطلب کبھی اپنے راج دلارے پوتے کو دیکھتے، کبھی ورقہ بن نوفل کو اور کبھی مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو!!۔ (ماخوذ)

☆☆☆

شوہر سو برس کے اور بیوی ننانوے سال کی

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں وہ یقیناً ہوجاتا ہے۔قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِیْمٌ. قَالُوْا كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكِ اِنَّهُ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ. (الذاریات:۲۹-۳۰)

’’اتنے میں ان کی بیوی بولتی پکارتی آئیں پھر ماتے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ بڑھیا بانجھ،فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا اور کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے‘‘۔

حضرت سارہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی ہیں،قرطبی کی روایت کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر ننانوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال ہوچکی تھی۔ اس کے باوجود حضرت سارہ علیہا السلام کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے کہ:ایک مرتبہ کچھ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس انسانی شکل میں تشریف لائے ،اپنے پاس جو سب سے اچھی چیز تھی یعنی بچھڑا ذبح کیا اس کو بھونا اور فرشتوں کے پاس لائے اور جب فرشتوں نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا تو

کہنے لگے کہ کیا آپ لوگ کھائیں گے نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کرنے کے بجائے یہ انداز اختیار کا کہ اگرچہ تمہیں کھانے کی حاجت نہیں ہے مگر ہماری خاطر کچھ تو کھایئے۔اس کے باوجود جب انہوں نے نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطرہ اس وجہ سے محسوس ہوا کہ اس زمانہ میں شریف لوگ جب مہمان بنتے تو کچھ نہ کچھ ضرور کھاتے اور مہمان کچھ بھی قبول نہ کرتا تو اس سے خطرہ ہوتا تھا کہ یہ شاید کوئی دشمن یا چور ہو اس وقت کے چوروں میں بھی یہ شرافت تھی کہ جس کا کچھ کھالیتے تو اس کو پھر نقصان نہ پہنچاتے تھے،کیا حسین تھا وقت کہ چور بھی بااخلاق ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت

بہرحال جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف محسوس ہوا تو فرشتوں نے صاف انداز میں کہا کہ مت ڈرو اور پھر خوشخبری دی کہ آپ کو ایک ہوشیار لڑکا نصیب ہوگا۔ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی بشارت دی تو ان کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھیں اس خوشخبری کو سن کر غیر اختیاری طور پر ان کی زبان سے حیرت اور تعجب کے کچھ الفاظ نکلے اور کہنے لگیں کہ لڑکے کی بشارت دے رہے ہو جب کہ میں بڑھیا ہوگئی ہوں پھر بانجھ بھی ہوں کہ جوانی میں بھی اولاد کے قابل نہیں تھی اب بڑھاپے میں یہ کیسے ہوگا،تو فرشتوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے یہ کام یوں ہی ہوگا،اللہ کی قدرت کے بارے میں تعجب مت کرو وہ حکمت والا بھی ہے اور جاننے والا بھی۔اس خوشخبری کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام کو ایک ہونہار لڑکا پیدا ہوا جن کا نام نامی اسم گرامی اسحاق علیہ السلام ہے۔حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سارہ علیہا السلام سے اس سے پہلے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

پل صراط پار کرانے والے اعمال

خدا نے ان لوگوں کو اپنا محبوب قرار دیا ہے جو طہارت اور پاکیزگی کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''طہارت اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے''۔ یعنی آدھا ایمان تو یہ ہے کہ آدمی روح کو پاک وصاف رکھے اور آدھا ایمان یہ ہے کہ آدمی جسم کی صفائی اور پاکی کا خیال رکھے۔

روح کی طہارت ونظافت یہ ہے کہ اس کو کفر وشرک اور معصیت وضلالت کی نجاستوں سے پاک کر کے صالح عقائد اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کیا جائے اور جسم کی طہارت ونظافت یہ ہے کہ اس کو ظاہری ناپاکیوں سے پاک وصاف رکھ کر نظافت اور سلیقے کے آداب سے آراستہ کیا جائے۔

۱-سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالئے، کیا معلوم سوتے میں آپ کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہوا۔

۲-غسل خانے کی زمین پر پیشاب کرنے سے پرہیز کریں۔ بالخصوص جب غسل خانے کی زمین کچی ہو۔۳-ضروریات سے فراغت کے لئے نہ قبلہ رخ بیٹھئے اور نہ قبلے کی طرف پیٹھ کیجئے، یا صرف پانی سے طہارت حاصل کیجئے۔ لید، ہڈی اور

کوئلے وغیرہ سے استنجا نہ کیجئے اور استنجا کے بعد صابن یا مٹی سے خوب اچھی طرح ہاتھ دھو لیجئے۔۴-جب پیشاب یا پاخانے کی ضرورت ہو تو کھانا کھانے نہ بیٹھئے، فراغت کے بعد کھانا کھایئے۔

۵-کھانا وغیرہ کھانے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیجئے، وضو میں بھی دائیں ہاتھ سے کام لیجئے اور استنجا کرنے اور ناک وغیرہ صاف کرنے کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کیجئے۔

۶-نرم جگہ پر پیشاب کیجئے تاکہ چھینٹے نہ اڑیں اور ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیجئے۔ ہاں اگر زمین بیٹھنے کے لائق نہ ہو یا کوئی اور واقعی مجبوری ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کر سکتے ہیں۔ لیکن عام حالات میں یہ بڑی گندی عادت ہے جس سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا چاہئے۔۷-ندی، نہر کے گھاٹ پر، عام راستوں پر اور سایہ دار مقامات پر قضائے حاجت کے لئے نہ بیٹھئے، اس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف بھی ہوتی ہے اور ادب وتہذیب کے بھی خلاف ہے۔۸-جب پاخانے جانا ہو تو جوتا پہن کر اور سر کو ٹوپی وغیرہ سے ڈھانپ کر جایئے اور جاتے وقت یہ دعا پڑھئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ. (بخاری، مسلم)

''خدایا! تیری پناہ چاہتا ہوں شیطانوں سے، ان شیطانوں سے بھی جو مذکر ہیں اور ان سے بھی جو مونث ہیں''۔

اور جب پاخانے سے باہر آئیں تو یہ دعا پڑھئے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ. (نسائی، ابن ماجہ)

''خدا کا شکر ہے جس نے مجھ سے تکلیف دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی''۔

۹-ناک صاف کرنے یا بلغم تھوکنے کے لئے احتیاط کے ساتھ اگالدان استعمال کیجئے یا لوگوں کی نگاہ سے بچ کر اپنی ضرورت پوری کیجئے۔

۱۰- بار بار ناک میں انگلی ڈالنے اور ناک کی گندگی نکالنے سے پرہیز کیجئے۔ اگر ناک صاف کرنے کی ضرورت ہو تو لوگوں کی نگاہ سے بچ کر اچھی طرح اطمینان سے صفائی کرلیجئے۔

۱۱- رومال میں بلغم تھوک کر ملنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیجئے۔ یہ بڑی بری عادت ہے۔ الا یہ کہ کوئی مجبوری ہو۔

۱۲- منہ میں پانی بھر کر اس طرح باتیں نہ کیجئے کہ مخاطب پر چھینٹیں اڑیں اور اسے تکلیف ہو، اسی طرح اگر تمباکو اور پان کثرت سے کھاتے ہوں تو منہ صاف رکھنے کا بھی انتہائی اہتمام کیجئے اور اس کا بھی لحاظ رکھئے کہ بات کرتے وقت اپنا منہ مخاطب کے قریب نہ لے جائیں۔

۱۳- وضو کافی اہتمام کے ساتھ کیجئے اور اگر ہر وقت ممکن نہ ہو تو اکثر باوضو رہنے کی کوشش کیجئے۔ جہاں پانی میسر نہ ہو تیمم کرلیا کیجئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر وضو شروع کیجئے اور وضو کے دوران یہ دعا پڑھئے۔

اَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ۔ (ترمذی)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ خدایا! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے اور بہت زیادہ پاک وصاف رہنے والے ہیں۔"

اور وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھئے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰـہَ اِلاَّ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

"خدایا تو پاک و برتر ہے اپنی حمد وثنا کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی ہے، میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں"۔ (نسائی) نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "قیامت کے روز میری امت کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی پیشانیاں اور وضو کے اعضاء نور سے جگمگا رہے ہوں گے، پس جو شخص اپنے نور کو بڑھانا چاہے بڑھالے"۔ (بخاری ومسلم)

۱۴- پابندی کے ساتھ مسواک کیجئے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر وضو میں ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس کچھ لوگ آئے جن کے دانت پیلے ہو رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر تاکید فرمائی کہ مسواک کیا کرو۔

۱۵- ہفتہ میں ایک بار تو ضروری ہی غسل کیجئے۔ جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کیجئے اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر جمعہ کی نماز میں شرکت کیجئے، نبی ﷺ نے فرمایا امانت کی ادائیگی آدمی کو جنت میں لے جاتی ہے، صحابہ ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! امانت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: "ناپاکی سے پاک ہونے کے لئے غسل کرنا اور اس سے بڑھ کر خدا نے کوئی امانت مقرر نہیں کی ہے، پس جب آدمی کو نہانے کی حاجت ہو جائے تو غسل کرے"۔

۱۶- ناپاکی کی حالت میں مسجد میں نہ جایئے اور نہ مسجد میں سے گزریئے اور اگر کوئی صورت ممکن ہی نہ ہو تو پھر تیمّم کر کے مسجد میں جایئے یا گزریئے۔

۱۷- بالوں میں تیل ڈالنے اور کنگھی کرنے کا بھی اہتمام کیجئے، داڑھی کے بڑھے ہوئے بے ڈھنگے بالوں کو قینچی سے درست کرلیجئے۔ آنکھوں میں سرمہ لگایئے۔ ناخن ترشوانے اور صاف رکھنے کا بھی اہتمام کیجئے اور سادگی اور اعتدال کے ساتھ مناسب زیب وزینت کا اہتمام کیجئے۔ ۱۸- چھینکتے وقت منہ پر رومال رکھ لیجئے تاکہ

کسی پر چھینٹ نہ پڑے، چھینکنے کے بعد ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' خدا کا شکر ہے'' کہئے، سننے والا ''یَرْحَمُکَ اللّٰہ '' خدا آپ پر رحم فرمائے''۔ کہئے اور اس کے جواب میں ''یَھْدِیْکُمُ اللّٰہ'' خدا آپ کو ہدایت بخشے''۔ کہئے۔ ۱۹-خوشبو کا کثرت سے استعمال کیجئے، نبی ﷺ خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے، آپ ﷺ سو کر اٹھنے کے بعد جب ضروریات سے فارغ ہوتے تو خوشبو ضرور لگاتے۔

☆☆☆

تربیت کے لئے ضروری ہدایات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ:

۱-تربیت کیلئے نہ زیادہ سختی ہو نہ زیادہ نرمی ہو۔ بہت سلیقہ کی ضرورت ہے۔

۲-کھلائی کو تاکید کر دیں کہ اس کو غیر جگہ نہ کھلائے، اگر کوئی اس کو کھانے پینے کی چیز دے تو گھر لا کر ماں باپ کے روبرو رکھدے، آپ ہی نہ کھلائے۔

۳-جب کچھ سمجھدار ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھانے کی عادت ڈالیں اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلوایا کرے اور داہنے ہاتھ سے کھانا سکھلا دیں اور اس کو کم کھانے کی عادت ڈالیں تاکہ بیماری اور حرص سے بچا رہے۔ ۴-بچہ کو منجن، مسواک کی عادت ڈالیں۔ ۵-بچہ کو عادت ڈالیں کہ بجز (سوا) اپنے بزرگوں کے اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگے اور نہ بغیر اجازت کسی کی دی ہوئی چیز لے۔

۶-لڑکوں کو تعلیم کرو کہ سب کے سامنے اور خاص کر لڑکیوں یا عورتوں کے سامنے ڈھیلے سے استنجاء نہ سکھایا کریں۔ ۷-اگر تمہارا بچہ کسی کا قصور و خطا کرے تو تم کبھی اپنے بچے کی طرف داری مت کرو، خاص کر بچوں کے سامنے ایسا کرنا بچہ کی عادت خراب کرنا ہے۔ ۸-اپنے بچوں کو دیکھ بھال رکھو تاکہ وہ ماما یا نوکروں کو یا ان کے

بچوں کو نہ ستانے پائیں، کیونکہ یہ لوگ لحاظ کے مارے زبان سے تو کچھ نہیں کہیں گے لیکن دل میں ضرور کوسیں گے، پھر اگر نہ بھی کوسا تب بھی ظلم کا وبال اور گناہ ضرور ہوگا۔

۹- جہاں تک میسر ہو جو علم، جو فن سکھلائیں ایسے آدمی سے سکھلائیں جو اس میں پورا عامل اور کامل ہو، بعضے آدمی سستا معلم رکھ کر اس سے تعلیم دلواتے ہیں (اس سے) شروع ہی سے طریقہ بگڑ جاتا ہے، پھر درستی مشکل ہو جاتی ہے۔

۱۰- (چاہئے کہ) غصہ میں کسی کو نہ مارے اولاد کو نہ شاگرد کو بلکہ غصہ کے وقت اس کو سامنے سے دور کر دے یا خود چلا جائے، پھر جب غصہ ختم ہو جائے تو تین مرتبہ سوچ کر پھر مناسب سزا دے۔ ۱۱- کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھونسہ سے مت مارو، اللہ تعالیٰ بچائے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جائے تو لینے کے دینے پڑ جائیں اور چہرہ اور سر پر بھی مت مارو۔

۱۲- یہ غلط ہے کہ ابتدائی کتابوں کے واسطے معمولی آدمی کو کافی سمجھا جاتا ہے لوگ سمجھتے ہیں میزان میں کیا رکھا ہے میں کہتا ہوں ابتدائی تعلیم کیلئے بڑی قابلیت کی ضرورت ہے۔ (اسلئے) ''میزان الصرف'' پڑھانے والا بھی عالم متبحر ہی ہونا چاہئے۔

۱۳- بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا دادی کا بھی نام (بلکہ پورا پتہ) یاد کرا دو اور کبھی پوچھتے بھی رہا کرو تاکہ اس کو یاد رہے، اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بچہ کھو جائے اور اگر اس سے پوچھے تو کس کا ہے تیرے ماں باپ کون ہیں؟ (وغیرہ) تو اگر بچہ کو نام اور پتہ یاد ہوں گے تو بتلا دے گا، پھر کوئی نہ کوئی تمہارے پاس اس کو پہنچا دے گا۔ ۱۴- پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتے رہو۔

۱۵- جو لڑکیاں باہر نکلتی ہیں ان کو زیور مت پہناؤ، اس میں جان و مال دونوں طرح کا اندیشہ ہے۔ ۱۶- لڑکیوں پر تاکید رکھو کہ لڑکوں میں نہ کھیلا کریں، کیونکہ اس میں دونوں کی عادت بگڑتی ہے اور غیر کے لڑکے گھر میں نہ آئیں، چاہے وہ چھوٹے

ہی ہوں، مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔ ۱۷- جو لڑکیاں تم سے پڑھنے آئیں، اس سے اپنے گھر کا کام مت لو، نہ ان سے اپنے بچوں کو ٹہل کراؤ بلکہ ان کو بھی اپنی اولاد کی طرح رکھو اس کا بھی خیال رکھو کہ ان کو ضروری ہنر سبھی آ جائیں، ان کو کھانا پکانا اور سینا پرونا سکھاؤ۔ ۱۸- بہت امور بدون تعلیم محض طبعی طور پر معلوم نہیں ہوتے، مثلاً پیشاب پائخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو، کس چیز سے استنجاء کرو، آبدست کس طرح لو، یہ چیزیں سکھلانے ہی کی ہیں۔

۱۹- اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ (دعوت میں) بچوں کو ہمراہ لے جاتے ہیں یہ ٹھیک نہیں اس سے بچوں کی عادت (بگڑ کر خراب) ہو جائے گی۔

والد صاحب میرٹھ میں رہتے تھے اور بچپن میں ہم دونوں بھائی بھی وہیں رہتے تھے تو جس دن مسجد میں قرآن مجید ختم ہوتا تو فرماتے کہ دیکھو جانا مت، کیا ذرا سی چیز کے واسطے جاؤ گے وہ ملے نہ ملے، ملے بھی تو خدا جانے کس ذلت سے ملے، میں تم کو بازار سے بہت سی مٹھائی منگائے دیتا ہوں، اسی طرح دعوت میں بھی اپنے ہمراہ نہیں لے جاتے تھے، تاکہ عادت نہ پڑے اور نفس میں دنائت (گھٹیا پن) نہ پیدا ہو، ہماری بہت اچھی تربیت فرمائی تھی۔ ۲۰- ایک صاحب نے بڑی حکمت کی بات کہی، آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر بچہ کسی چیز کو مانگے تو اس کی درخواست اول مرحلہ میں ہی پوری کر دے اور اگر پہلی بار میں انکار کر دیا تو پھر بچہ خواہ کتنا ہی اصرار کرے ہرگز اس کی ضد پوری نہ کرے، ورنہ آئندہ اس کی یہی عادت پڑ جائے گی، الغرض بچوں کی تربیت کے لئے بڑے ہی حکیم کی ضرورت ہے۔

۲۱- آج کل لوگ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتے ہیں جیسا قصائی گائے کی تربیت کرتا ہے کہ اسکو کھلاتا ہے پلاتا ہے حتی کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے لیکن غرض اور حال اس کا یہ ہوتا ہے کہ اس کے گلے پر چھری پھیری جاتی ہے اسی طرح یہ

لوگ اپنی اولاد کی خوب زیب وزینت، تعیش میں پرورش کرتے ہیں اورانجام اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ لقمہ جہنم ہوتے ہیں اوران کی بدولت مربی کی بھی گردن ناپی جاتی ہے کیونکہ اس تعیش کی بدولت اولاد کو نہ نماز کی خبر ہوتی ہے اور نہ روزے کی اور بعض نامعقول تو حد سے گذر جاتے ہیں کہ ان کو اسلام کی کسی بھی بات کی خبر نہیں ہوتی۔

۲۲- میں تو یہ کہتا ہوں کہ اسکولوں میں جو بچے پڑھتے ہیں ان کو تعطیلات میں اللہ والوں کی صحبت میں رکھا جائے، خواہ وہاں جاکر نماز بھی نہ پڑھیں مگر عقائد وخیالات تو درست ہوں گے، اب تو آزادی بے حد ہو رہی ہے، جو پہلے انگریزی خوانوں میں نہ تھی، وجہ یہ ہے کہ ان کی پرورش دینداروں کی آغوش میں ہوتی تھی اور اب انگریزی خانوں کی آغوش میں ہوتی ہے، آگے اور زیادہ اندیشہ ہو رہا ہے، یہ سنبھالنے کا وقت ہے، بڑا نازک وقت ہے۔

۲۳- کس قدر افسوس کی بات ہے کہ فٹ بال کے لئے وقت ہو اور درستی اخلاق کیلئے وقت نہ نکل سکے، پس اپنی اولاد کیلئے یہ ضروری کرو کہ روزمرہ جیسا ہر کام کیلئے نظام الاوقات ہے ایسا ہی اس کیلئے بھی ایک وقت مقرر کردو کہ فلاں مسجد یا فلاں جگہ، فلاں بزرگ کے پاس جاکر کچھ دیر بیٹھا کریں اور اگر اس کے شہر یا بستی میں کوئی ایسا شخص نہ ہو تو چھٹی کے زمانہ میں کسی بزرگ کی خدمت میں بھیج دیا کرو، اس زمانے میں تو ان کو کوئی کام بھی نہیں ہوتا، کمبخت دن رات مارے مارے پھرتے ہیں کہ ہم نماز کے بہت پابند ہیں، حالانکہ ان کو یہ خبر نہیں کہ قیامت میں وہ اولاد کے سبب ان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے، یہ مسلمانوں کے بچے ہیں، مسلمان خواتین کی گود کی پرورش کئے ہوئے ہیں اور آغوش جہنم میں دیئے جارہے ہیں، آپ خوش ہیں کہ ہم نے بی، اے، کردیا، ایم اے کردیا، حالانکہ آپ نے جہنم کی پگڈنڈی پر چھوڑ دیا اور آنکھوں پر ایسے چشم بند چڑھاتے ہیں کہ شاہراہ جنت نظر ہی نہ آسکے۔ ☆☆☆

صراطِ مستقیم

قرآن وحدیث کی روشنی میں

اے ایمان والو، نہ مرد، مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان سے ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔

اور آپس میں طعنہ نہ کرو، ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا، اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ مہربان ہے۔ (قرآن)

خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے، پیٹھ پیچھے بدی کرے، جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں ضرور وہ روندنے والی میں ڈالا جائے گا۔ اور تو نے کیا جانا کیا روندنے

والی۔ اللہ کی آگ بھڑک رہی ہے۔ وہ جو دلوں پر چڑھ جائیگی بیشک وہ ان پر بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔ (قرآن ۱۰۴)

اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔ کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ یعنی جھوٹا وعدہ کرنا کتنا برا ہے۔ (قرآن)

عمل کا دارومدار نیت پر ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

عمل کی اہمیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

حلال روزی تلاش کرنا فرض ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ادائے فریضہ کے بعد حلال روزی تلاش کرنا بھی فرض ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

محنت مزدوری کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھیجے ہیں، سب نے بکریاں

چرائی ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور آپ ﷺ نے بھی؟ فرمایا! میں مکہ والوں کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔ (بخاری)

تاجر کا مرتبہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کیساتھ ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

تاجر کا حشر

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاجروں کیساتھ ہوگا البتہ ایسا تاجران سے مستثنیٰ ہوگا جو حرام سے بچا ہو۔ جھوٹی قسم نہ کھائی ہو اور قیمت کہنے میں سچ بولا ہو۔ (ترمذی)

معاملات میں نرمی اور سیرچشمی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی کو اپنی رحمت سے نوازے جو خریدتے وقت، فروخت کرتے وقت اور تقاضہ کرتے وقت نرمی، سیرچشمی اور فیاضی سے کام لینے والا ہو۔ (بخاری)

حسنِ معاشرت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنے بھائی سے جھگڑا مت کرو اور نہ اس سے (اس درجہ) مذاق کر کہ اسے تکلیف ہو اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے۔ (ترمذی)

اچھے اخلاق

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اچھا طور طریق، متانت اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہیں۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام کی خصائل میں سے ایک خصلت ہے)۔ (ترمذی)

ملازموں اور ماتحتوں سے سلوک

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! ہم ملازموں کے قصوروں سے کتنی دفعہ درگزر کریں۔ آنحضرت ﷺ خاموش رہے اس نے پھر اسی بات کو دہرایا، رسول اللہ ﷺ پھر بھی خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ جب اس شخص نے دریافت کیا تو فرمایا ”ہر روز ستر دفعہ (یعنی بکثرت درگزر کریں)۔ (ابوداؤد، ترمذی)

مزدوری کی اُجرت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کے حوالے کردو۔ (ابن ماجہ)

غصہ کا تدارک

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے غصہ کا گھونٹ پی لینا ہر کوئی گھونٹ پینے سے افضل ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

غصہ

حضرت عطیہ بن معروہ السعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے جا غصہ شیطان کے بہکاوے سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان پیدا ہوا ہے آگ سے اور آگ بجھائی جاتی ہے پانی سے تو تم میں جب کسی کو غصہ آئے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔ (ابوداؤد)

تعصب کیا ہے؟

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قوم کی (بیجا) حمایت کی طرف لوگوں کو بلائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص قوم کی (بیجا) حمایت کے لئے لڑے وہ ہم میں سے نہیں اور جو حالت تعصب میں مرجائے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

لین دین میں قسم کھانے کی بری عادت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ قسم کھانے سے تجارت کے مال کی نکاسی تو ہوتی ہے مگر برکت سلب ہو جاتی ہے۔ (بخاری)

رحمت سے محروم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین طرح کے آدمیوں سے بات تک بھی نہیں کرے گا نہ انہیں رحمت کی نظر سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا۔

(حضرت) ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ان آدمیوں نے سخت نقصان اٹھایا اور اللہ کی رحمت سے محروم ہوئے ، وہ کون ہیں؟ فرمایا: ازراہ تکبر ازار کا لٹکانے والا۔ دیگر احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم سے اپنے مال کی نکاسی کرنے والا۔ (مسلم)

دھوکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے اور اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو انگلیوں میں تری محسوس ہوئی، پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا بارش کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے یارسول اللہ ﷺ فرمایا تو بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کے رخ کیوں نہیں کردیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جو شخص دھوکہ دے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ (مسلم)

ذخیرہ اندوزی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص غلہ لاکر شہر میں نرخ حال پر بیچتا ہے کہ اس کی روزی میں برکت دی جاتی ہے اور جو شخص گرانی کے انتظار میں غلہ روکے رکھتا ہے وہ ملعون ہے۔ (ابن ماجہ)

حرام اشیاء کی تجارت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تھے آپ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حرام اشیاء کی قیمت لینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس چیز کا کھانا (پینا) اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کی قیمت لینا بھی حرام ہے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حرام مال کی خیرات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بندہ مال حرام سے صدقہ دے تو اس سے قبول نہیں کیا جاتا اور مال حرام سے خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی، اور وہ اپنے پیچھے جو مال حرام چھوڑ جاتا ہے (مرنے کے بعد) تو وہ دوزخ کا توشہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کا برائی سے دور نہیں کرتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے، بیشک ناپاک مال ناپاکی کو دور نہیں کرتا۔ (مسند امام احمد)

ایفائے عہد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی خطبہ ایسا نہ دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جسے اپنے عہد کا پاس نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

وعدہ کی اہمیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب انسان وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس

کو پورا کرے گا مگر اتفاقاً پورا نہ کر سکے اور وہ مقررہ وقت پر نہ آ سکے تو اب اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

شرک

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ جب دو آدمی کوئی شراکت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہیں کرتے تو میں بھی ان دونوں کا شریک اور مددگار رہتا ہوں اور اگر وہ باہم خیانت کے مرتکب ہوں تو میں بیچ سے نکل جاتا ہوں۔ (ابوداؤد)

ہبہ اور عاریت

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں کہ کسی کو بطور عطیہ یا ہبہ کچھ دے کر واپس لے البتہ باپ اپنے بیٹے سے واپس لے سکتا ہے۔ اسکے علاوہ جو بھی ایسا کرتا ہے اسکی مثال ایسے کتے جیسی ہے جو خوب کھا کر قے کر دے اور پھر اسی قے میں منہ ڈالے۔ (ابوداؤد، سنن نسائی)

رہن

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مقررہ وقت پر قیمت کی ادائیگی کے وعدے سے خریدا اور اپنی لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت موسیٰ اشعری ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ممنوعہ کبیرہ گناہوں کے بعد سب سے بڑا گناہ جسے لے کر بندہ اللہ

تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا وہ ہے قرض کا چھوڑ کر مرنا اور اس کی ادائیگی کا کوئی انتظام کر کے نہ جانا۔ (ابوداؤد)

قرض (ادائیگی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی لوگوں سے قرض ادا کرنے کی نیت سے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ادا کر دیتا ہے اور جو آدمی لوگوں سے قرض ہضم کر لینے کی نیت سے لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔ (بخاری)

قرض (اصولی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک تاجر لوگوں سے قرض کا لین دین کیا کرتا تھا اس کا قاعدہ تھا کہ جب کسی کو تنگ دست دیکھتا تو اپنے گماشتوں سے کہہ دیتا ہے کہ اسے معاف کر دو شاید اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسکے گناہ اور قصور معاف کر دیئے۔ (بخاری)

سود

حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے (یعنی سود دینے والے) اور سود کی دستاویز وغیرہ لکھنے والے اور سود کے معاملے میں گواہی دینے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ اس گناہ کے ارتکاب میں وہ سب برابر ہیں۔ (مسلم)

رشوت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے (دونوں پر) لعنت کی ہے۔ (ابوداؤد)

غضب پر وعید

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بالشت بطور زمین بھی کسی کی زبردستی چھین لے گا، قیامت کے دن اس قطعہ زمین کو ساتویں زمین کی انتہاء سے لے کر طوق (بنایا جائے) اور اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

تجاوزات

حضرت سہل بن معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انکے والد نے بتایا ایک دفعہ ہم نبی کریمؐ کی معیت میں جہاد پر تھے، وہاں بعض آدمیوں نے ضرورت سے زیادہ مکانوں پر قبضہ کرلیا اور ان سے بعض راستے کے کچھ حصے پر قابض ہوگئے جسکی وجہ سے لوگوں کو تنگی محسوس ہوئی اور تکلیف ہوئی، نبی کریم ﷺ نے (یہ حرکت ناپسند فرمائی اور) منادی کرادی کہ اس طرح رہائش گاہوں پر اور راستے پر قبضہ کرکے لوگوں کو تنگی کا باعث بننے والے جہاد کے ثواب کا استحقاق کھو بیٹھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

ریاکاری

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ جس شخص نے دکھاوے کے لئے نماز پڑھی اس

نے شرک کیا جس نے دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد)

ریاکاری

حضرت ابوسعید بن ابوفضالہؓ رسول اللہؐ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت میں سب لوگوں کو جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ جس جس نے کوئی عمل اللہ کیلئے کیا ہو پھر اس میں کسی اور کی بھی نیت کی ہو تو اسے چاہئے کہ آج اس کا ثواب اسی غیر سے جاکر مانگے کیونکہ تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز اللہ کی ذات پاک ہے۔

نشہ

حضرت ولیم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں اور وہاں سخت محنت اور مشقت کے کام کاج ہوتے ہیں اس لئے ہم لوگ گیہوں کی شراب بنا کر استعمال کرتے ہیں تاکہ اس کی مدد سے اپنے ملک کی سردی اور اپنے کاموں کی سختی کا مقابلہ کرسکیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہ (مشروب) نشہ آور ہے؟ میں نے عرض کیا یہ نشہ آور تو ہے، فرمایا تو پھر اس کے پاس نہ پھٹکو۔ میں نے عرض کیا لوگ تو اس کو نہیں چھوڑ سکیں گے فرمایا نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کریں۔ (ابوداؤد)

حلال وحرام کے مابین امتیاز کرنے میں کوتاہی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ آدمی کو پرواہ نہ ہوگی کہ کمائی حلال طریقے سے کی ہے یا حرام طریقے سے۔ (بخاری)

منافق کی پہچان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن کے ذریعے شناخت کیے جاسکتے ہیں سلام کے بجائے انکی زبانوں پر لعنت کا لفظ رہتا ہے، لوٹ کا مال ان کی خوراک ہوتی ہے، خیانت کا مال ان کا مال غنیمت ہوتا ہے، مسجدوں کے قریب نہیں آتے اور آتے ہیں تو بے ہودہ بکواس کرتے ہوئے نمازوں میں شریک نہیں ہوتے اور ہوتے ہیں تو سب سے آخر میں اور اتراتے ہوئے نہ خود کسی سے الفت رکھتے ہیں نہ ان سے کوئی الفت رکھتا ہے رات کو شہتیر کی طرح بستروں پر پڑے رہتے ہیں اور دن میں شور مچاتے پھرتے ہیں۔ (مسند امام احمد)

منافق کی پہچان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایماندار آدمی بھولا بھالا، سیدھا اور شریف الطبع ہوتا ہے، اور منافق دھوکے باز اور ذلیل الطبع ہوتا ہے۔ (الحاکم فی المستدرک واحمد)

مفلس کون ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے مخاطب ہوکر) فرمایا تم جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں؟ عرض کیا ہم میں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نقد وجنس نہ ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں درحقیقت

مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن (اعمال) نماز روزہ، اور (ادائے) زکوٰۃ لے کر حاضر ہوگا کہ دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ہضم کرلیا ہوگا کہ کوئی خوں ریزی کی ہوگی، کسی کو ناحق مارا پیٹا ہوگا، تو ایک شخص کو مثلاً جسے اس نے گالی دی تھی اس کی نیکیاں دے دی جائیں گے، اور دوسرے کو جس پر اس نے تہمت لگائی تھی باقی نیکیاں دے دی جائیں گی اور ان تمام مظالم کا جو اس پر ہوں گے حساب چکانے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوچکیں ہوگی تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور آخر کار یہ شخص دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ (مسلم)

مال ودولت کی حقیقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ کہتا ہے میرا مال، مال میرا، اس کے مال کے کل یہ تین (حصے) ہیں جو اس نے کھا کر ختم کردیا یا پہن کر پرانا کردیا یا (صدقہ دے کر اس کو آخرت کے لئے) جمع کردیا اس کے علاوہ سب فانی ہے جسے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے۔ (مسلم)

فراخی مؤجبِ ہلاکت

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (انصار مدینہ کی ایک جماعت سے خطاب کے دوران) فرمایا: اللہ کی قسم میں اس بات سے ذرا بھی خوف نہیں کرتا کہ تم فقر وفاقہ (کسی مصیبت) میں پڑو گے مجھے تو اندیشہ اس کا ہے کہ دنیا تم پر فراخ کردی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کردی گئی تھی، پھر تم اس میں رغبت کرنے لگو جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے نیکی کی تھی، اور وہ رغبت تمہیں ہلاک کردے جس طرح انہیں ہلاک کیا۔ (بخاری ومسلم)

سلیقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو میانہ روی کے ساتھ خرچ کرنا آ گیا اس کو عمدہ زندگی بسر کرنے کا نصف طریقہ ہاتھ آ گیا اور جس کو لوگوں میں انس ومحبت کے ساتھ رہنا آ گیا اس کو نصف عقلمندی کی بات آ گئی اور جس کو فہم وسلیقہ کا سوال کرنا آ گیا اور اس کو نصف علم نصیب ہو گیا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

☆☆☆

غیر مسلموں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تعلقات

معروف عالم دین حضرت مولانا وارث مظہر صاحب لکھتے دہلی ہیں کہ

مشرق ومغرب کے بعض حلقوں کی طرف پیغمبر اسلام کی شبیہ کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جیسے غیر مسلموں سے نفرت اور دوری آپ کے مشن کا حصہ تھی۔ آپ کا آخری مفقود انہیں قتل کرنا اور ذلیل کرنا تھا۔ مختلف انداز واسلوب میں یہ بات شدت کے ساتھ کہی جاتی رہی ہے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ اسلام کے نادان دوست بعض احیائی فکر رکھنے والی اسلام تحریکات کے افراد نے بھی اپنے سیاسی مقاصد کے لئے قرآن وسنت کی بعض نصوص (texts) اور عہدِ نبویؐ کے واقعات کو اس طرح پیش کیا ہے کہ سطحی نظر رکھنے اور اسلام اور پیغمبر اسلام سے ناواقف لوگوں کا طبقہ ایک یا دوسرے پہلو سے اسے صحیح سمجھنے لگا۔

غیر مسلموں کے ساتھ بہتر تعلقات

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام عملی طور پر غیر مسلموں کے ساتھ بہتر سماجی تعلقات کے خواہاں تھے اور انہوں نے ہر طرح اس کی کوشش کی۔ قرآن میں اصولی

طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے لڑائی نہیں لڑی اورتم کوجلا وطن نہیں کیا ان کیساتھ اچھا سلوک اور انصاف کے مطابق برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ بلکہ اللہ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (الممتحنۃ:۸)

حضور ﷺ کی میانہ روی

اس لئے عام انسانی تعلقات کے حوالے سے نہ تو رسول اللہ ﷺ کے لئے مناسب تھا اور نہ آپ کا مزاج تھا کہ آپ غیر مسلموں سے دوری بنا کر رکھیں۔ مکی زندگی میں آپ نے اپنے مشرک چچا ابوطالب کی سرپرستی میں اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا۔ ایک بھی ایسا واقعہ نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مشرک ہونے کی وجہ سے آپ کی ان کے تئیں محبت اور الفت میں کمی آئی ہو۔ بلکہ آپ ان کے لئے دعا کرتے تھے۔ طائف سے لوٹنے کے بعد آپ ایک مشرک کی ہی پناہ حاصل کرکے مکہ میں داخل ہوئے۔ ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک مشرک (عبد اللہ بن اریقط) کو ہی اپنا راہنما بنایا جب کہ آپ مدینے کے راستوں سے واقف نہیں تھے۔ یہ نہایت اہمیت کی بات ہے کہ آپ نے ایسی حساس مسئلے میں جب کہ آپ چھپ کر مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، ایک مشرک پر اعتماد کیا اور اسے اپنا رازدار بنایا۔

یہودیوں سے بھی قریبی تعلقات

مدینہ میں آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے یہودیوں سے نہایت اچھے اور گہرے تعلقات تھے۔ وہ ان سے لین دین کرکے ان کی خوشی وغم میں شریک ہوتے، باہم ایک دوسرے کے مسائل حل کرنے میں دلچسپی لیتے تھے۔ یہودیوں سے آپ کے تعلقات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے انتقال کے وقت آپ کی زرہ

ایک یہودی کے گھر گروی تھی۔ آپ یہودیوں سے قرض لیتے یا بعض صحابی کو قرض بھی دلوادیا کرتے تھے۔ ایسے ایک واقعے میں ایک یہودی نے ایک دن سرراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ ﷺ کا گریبان پکڑ کر اپنے قرض کا مطالبہ کرڈالا۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نہایت ناپسندیدہ اور اشتعال انگیز تھی، انہوں نے اس یہودی کو سخت وسست کہا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’صاحب حق کو کچھ کہنے کا حق ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ تم مجھے اچھی ادائیگی کے لئے کہتے اور اس یہودی سے حسن طلب کی تلقین کرتے‘‘۔ اس کے بعد قرض کی ادائیگی کے ساتھ آپ نے الگ سے مزید اس یہودی کو نوازنے کا حکم دیا۔ اس بنیاد پر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا تھا۔ آپ ﷺ یہودیوں کے جنازے کو دیکھ کر انسانی احترام میں کھڑے ہوجاتے اور یقیناً اس سے یہودیوں کی دل جوئی بھی مقصود ہوتی۔ یہودیوں کی دل جوئی کی خاطر آپ ﷺ کم وبیش ڈیڑھ سال تک بیت المقدس کا رخ کرکے نماز پڑھتے رہے۔ دل جوئی کی یہ بات بہت سے لوگوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے، لیکن قرطبی (۲/۱۰۲) نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے یہی قول نقل کیا ہے۔

غیر مسلموں سے نارمل تعلقات

بخاری میں ایسی روایات موجود ہیں کہ آپ ﷺ ان کی عیادت کرتے، تحائف کا لین دین کرتے، وہ آپ ﷺ کی مجلسوں میں، گھر پر حاضر ہوکر آپ ﷺ سے مختلف سوالات اور مشورے کرتے اور آپ ﷺ انکے سوالات کا جواب دیتے اور انکے مشوروں میں شریک ہوتے تھے، بخاری میں ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی دعوت کی اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب اس دعوت میں شریک ہوئے۔ ایک مرتبہ بعض صحابہ نے بعض

یہودی باغیوں کو لوٹا جس میں یہ بات شامل رہی ہوگی کہ یہ غیر مسلم اور ہمارے دشمن ہیں تو آپ ﷺ نے شدت کیساتھ ان لوگوں کی تنبیہ کی اور اس عمل کو حرام قرار دیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کا ایک خادم ایک یہودی لڑکا بھی تھا۔بعض یہودی آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ کو 'راعنا' ہماری رعایت کریں کی بجائے ''راعینا'' ہمارے چرواہے کہہ کر مخاطب کرتے۔اسی طرح السلام علیکم کی بجائے السام علیکم (تم پر موت ہو) کہہ کر مخاطب کرتے، لیکن ان تمام تر اشتعال انگیزیوں کے باوجود آپ کا مقصود یہ تھا کہ غیر مسلموں سے نارمل تعلقات کو کسی بھی صورت میں برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ کیوں کہ مذہبی سطح پر انکی حیثیت مدعو کی تھی، جن سے متعلق خدا کا حکم ہے کہ ''تم ان کیساتھ اچھائی کا معاملہ کرو کیونکہ جب تم ایسا کروگے تو تمہارا کٹر دشمن بھی تمہارا دوست بن جائے گا''۔(فصلت:۳۴) دوسری طرف انسانی سطح پر وہ ایک انسان ہے جس کو قرآن کے مطابق اللہ نے مکرم بنایا ہے۔(بنی اسرائیل:۷۰)

آپ ﷺ غیر مسلموں کا اعزاز فرماتے!

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کے نزدیک کسی کے کفر کا مرتکب یا کافر و مشرک یہودی و عیسائی ہونے کی بنیاد پر سماجی تعلقات میں کوئی امتیاز نہ تھا۔کفر یا غیر مسلم ہونے کی علت عام انسانی تعلقات میں خارج نہیں۔آپ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ بعض غیر مسلموں کے اعزاز میں آپ ﷺ ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر تک بچھا دیا کرتے تھے۔ایسی متعدد روایات موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے غیر مسلم مہمانوں کو مسجد نبوی میں اتارا اور ان کے ساتھ گفت وشنید کی۔آج کے تناظر میں یہ بات حیرت انگیز بھی ہے اور نہایت نامانوس بھی۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام کا مزاج اور رسول اللہ ﷺ کے عمل سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ قرآن

میں مشرکین کو جو نجاست سے متصف بتایا گیا ہے اس سے مراد معنوی نجاست ہے۔ ظاہری نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔اس لئے مسجد حرام میں بھی ان کے داخلے پر پابندی لگانا مناسب نہیں ہے۔اس سے خواہ مخواہ ہی یہ وہم ہوتا ہے کہ اسلام اپنی بعض چیزوں کو خفیہ رکھنا چاہتا ہے۔

غلط فہمیوں کے متعدد اسباب

غیر مسلموں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تعلقات میں جو تلخی پیدا ہوئی اس کا سبب بالکل واضح طور پر ان کے بعض طبقات کی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تئیں جارحیت کا رویہ تھا۔اس کی طرف قرآن کی متعدد آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔:(البقرہ:۱۹، و۱۹۴، الممتحنہ:۹۔النحل:۱۲۶ وغیرہ) رسول اللہ ﷺ کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے باب میں غلط فہمیوں کے متعدد اسباب ہیں، ان میں سے ایک سبب تو یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں لڑی جانے والی جنگوں کی علت اور مقصد بعض علماء مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کو بتایا۔حالاں کہ رسول اللہ ﷺ کی جنگ کی علت یا دوسرے الفاظ میں اسلام میں قتال کی علت کفر نہیں بلکہ محاربہ یا 'اعتدا' (جارحیت) ہے جیسا کہ قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے: جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اسی کے بقدر ان پر دست درازی کرو۔(البقرہ:۱۹۴) ''اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کریں تو تم بھی ان کے ساتھ جنگ کرو۔(البقرہ:۱۹۲)

بنونضیر کی جلاوطنی

دوسرے وہ بعض واقعات ہیں جن کی علت اور ان کا پس منظر نہ سمجھنے کی بنا پر لوگوں کو یہ سوچنے اور باتیں بنانے کا موقع ملا غیر مسلموں کا تصفیہ (annihilation)

یا ان سے تعلقات کو کشیدہ رکھنا ہی آپ ﷺ کا اصل مقصود تھا۔ ان واقعات میں ایک تو مدینے سے بعض یہودی قبائل (بنونضیر) کی جلاوطنی تھی۔ دوسرے بعض قبیلے (بنوقریضہ) کے مسلح افراد کو قتل کرانا تھا۔ تیسرے آپ ﷺ کے بارے میں روایت کردہ وہ موقف ہے جس کے تحت آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ بعض روایات کے مطابق مشرکین اور بعض دوسری روایات کے مطابق، یہود ونصاریٰ سے جزیرۂ عرب کو خالی کرالیا جائے۔ (اُخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ یَا اُخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ.'' (حدیث)

جہاں تک بنونضیر کی جلاوطنی کا معاملہ ہے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو توڑا، جاہلی معاشرے میں بھی جس کا احترام اور التزام ضروری سمجھا جاتا تھا اور حلیف کے ساتھ عہد شکنی کو بدترین جرم تصور کیا جاتا ہے علاوہ ازیں انہوں نے بار بار آپ کے قتل کی سازشیں کیں۔ اور معاف کرنے یا تفہیم وسرزنش کے بعد بھی وہ اس سے باز نہیں آئے۔ ایسے میں بظاہر اس کے علاوہ کوئی اور چارۂ کار باقی نہیں رہ گیا تھا کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔

بنوقریظہ کے قتل کی روایت

جہاں تک بنوقریظہ کے سعد بن معاذ کے ذریعے قتل کی روایت ہے، وہ نہایت مشکوک ہے اگرچہ اس کی تفصیل حدیث وروایات کی اہم کتابوں میں آئی ہے۔ برکات احمد نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاج''۔ (مطبوعہ مکتبہ جامعہ نئی دہلی) کے چوتھے باب میں اس واقعے کا تفصیل کے ساتھ تحقیق وتجزیہ کیا ہے اور اس واقعے کے غلط ہونے پر متعدد اہم اور چشم کشا دلائل پیش کئے ہیں اس قبیل کی سب سے اہم چیز جزیرۂ عرب سے مشرکین اور اہل کتاب کے اخراج کا فرمان ہے۔ اس تعلق سے

سب سے اہم قابل غور نکتہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالعموم جن غیر مسلموں کے ساتھ قتال یا انہیں جلاوطن کرنے کی بات کہی ہے ان سے مراد عام اہل کتاب یا مشرکین نہیں ہیں۔ اس لئے بعض اہم فقہاء کی رائے رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قتال صرف قریش کے مشرکین کے ساتھ خاص تھا۔ مشہور عصری فقیہ واسکالر شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں: ''قتال صرف قریش کے ساتھ محدود تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے ہی جارحیت کا مظاہرہ کیا تھا اور تسلسل کے ساتھ انہوں نے مکہ میں ہجرت کے بعد ٹھہر جانے والے بے کس لوگوں کو اپنے ظلم واذیت کا نشانہ بنایا تھا''۔

(نظریۃ الحرب فی الاسلام: ص ۳۹، مطبوعہ وزارت الاوقاف مصر: ۲۰۰۸ء)

اس طرح جزیرۃ العرب کو مشرکین یا اہل کتاب سے خالی کرانے کا حکم اس وقت کی مخصوص صورتحال سے متعلق ہے۔ دوسرے بعض علماء کی رائے میں حدیث میں جزیزۃ العرب سے مراد صرف مدینہ یا مکہ اور مدینہ ہے نہ کہ پورا جزیرہ عرب کیوں کہ یہ سرے سے ممکن نہ تھا اور نہ ہی اس پر عمل ہوا۔

طالبان کا عمل حقیقت پسندانہ نہیں

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ بہتر سماجی تعلقات کی ہر سطح پر کوشش کی۔ کفر اور شرک کی علت عام دنیاوی تعلقات میں خارج نہیں تھی۔ اس کے برعکس بعض مسلم حکمرانوں کے طرز عمل میں جو مثالیں پائی جاتی ہیں ان کا محرک زیادہ تر ان کے اپنے وقت کے سیاسی حالات اور ذاتی مفادات تھے۔ (فقہاء (خصوصاً متاخرین فقہا) کے ایک طبقے نے غیر مسلموں کے تعلق سے بعض ایسے احکامات کی تدوین کی جس پر اس وقت کے مخصوص سیاسی حالات اور اسلامی غلبے کے عمومی ماحول کا اثر تھا۔ اس باب میں غلط فہمیوں کو اس سے تقویت ملی۔ بعض مظاہر اس

وقت کے عرف عام سے تعلق رکھتے تھے۔عرف کے بدل جانے کے بعدان کا حکم بھی بدل گیا۔اگر موجودہ دور میں کچھ افراد یا تحریکات ان کی نقل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔جیسا کہ طالبان نے اپنے زمانۂ اقتدار میں غیر مسلموں کے ساتھ کیا تو یقیناً اسلام کی روح اور رسول اللہ ﷺ کی دعوتی مشن کی حقیقت کونظر انداز کر دینا ہے۔

☆☆☆

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی

دینی اور رفاہی خدمات

مفتی محمد طاہر مکی ماہنامہ شمس الاسلام بہرہ پاکستان میں لکھتے ہیں کہ

امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان عربوں میں نہایت ممتاز اور معتبر سمجھا جاتا تھا۔حالت کفر میں ان کے خاندان کے بعض افراد نے اسلام اور مسلمانوں کی شدید مخالفت کی لیکن جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو اسلام کی محبت اور دوستی میں وہ خدمات انجام دیں کہ اسلام کی پوری تاریخ میں وہ خدمات وواقعات سنہری حروف میں تحریر ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ ابتدا ہی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دوست تھے۔انہوں نے دوستی کے ناتے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی۔رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا''عثمان اللہ کی جنت کو قبول کرلو۔میں تمہاری اور تمام مخلوق کی ہدایت وراہ نمائی کے لئے مبعوث ہوا ہوں''۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے یہ سادہ اور پراثر جملے میرے قلب پر اثر انداز ہوئے اور میں بے اختیار کلمہ پڑھنے لگا اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایجادات

"کتاب الاوائل" میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے لوگوں کیلئے جاگیریں مقرر فرمائیں۔ آپ نے جانوروں کیلئے چراگاہیں قائم کیں آپ ہی نے حکم دیا کہ تکبیر میں آواز تھوڑی نیچی رکھیں۔ (اذان کی طرح آواز بلند نہ ہو) جمعے کے دن اذان اول دینے کا حکم صادر فرمایا۔ ائمہ مساجد کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔ سب سے پہلے آپ ہی وہ فرد ہیں جو اپنی والدہ کی حیات میں خلیفہ منتخب ہوئے، آپ ہی نے سب سے پہلے محکمہ پولیس کے عہدیدار مقرر فرمائے۔ مسجد نبویؐ میں عبادت گزاروں، اعتکاف کرنے والوں، مسافروں اور مساکین وغیرہ کیلئے عام دسترخوان بچھایا۔ ملک کے مختلف حصوں میں کنویں کھدوائے، جس سے زراعت میں بھی اضافہ ہوا، مدینہ منورہ اور دوسرے کئی مقامات کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کیلئے آپ نے بند بنوائے چنانچہ مدینے سے سیلاب کا رخ موڑنے کیلئے بیر مدری کے قریب ایک بند بنوایا مسافروں کی آسائش کیلئے مختلف قسم کی سرائیں اور چوکیاں بنوائیں ایک باغ جو جنت البقیع کے مشرقی جانب واقع تھا آپ نے اسے خرید کر جنت البقیع کے قبرستان میں شامل کر دیا، مسجد الحرام کی توسیع فرمائی اور اردگرد کے مکانات خرید کر انہیں مسجد میں شامل کیا۔ آپ نے محکمہ قضا کو بھی کافی ترقی دی جس سے لوگوں کو حصول انصاف میں آسانی ہوئی آپ کے عہد خلافت میں چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) سیدنا زید بن ثابتؓ تھے۔

فلاحی امور کی طرف توجہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اندرون ملک رفاہی اور فلاحی امور کی طرف توجہ دی بلکہ مملکت اسلامیہ کے دفاع اور استحکام کے لئے بہترین عسکری نظام قائم فرما کر

ملکی دفاع کو مضبوط اور مستحکم کیا، مال و دولت کی فراوانی نے بیت المال کو بھر دیا تھا لہٰذا جہاں آپ نے عوام الناس کو مالا مال کیا وہاں فوجیوں کو بھی اس دولت سے ایک خاص حصہ دیا اور ہر سپاہی کی تنخواہ میں سو درہم کا اضافہ کیا، جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال ہونے والے گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش کیلئے چراگاہوں کی اشد ضرورت تھی، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مملکت اسلامیہ میں ان کی پرورش کے لئے نہایت وسیع و عریض چراگاہیں تعمیر کروائیں۔ دارالخلافہ مدینے کے اطراف میں متعدد چراگاہیں تھیں۔

بحری بیڑے کا قیام

حضرت عثمان غنیؓ نے بری فوج کو اسی ترتیب سے ترقی دی جس ترتیب سے سیدنا عمرؓ نے مرتب کی تھی، حضرت عثمانؓ کا ایک اہم کارنامہ بحری بیڑے کا قیام ہے جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی تحریک پر قائم کیا تھا۔ مفتوحہ ممالک میں ہر مقام اور ہر علاقے میں قرآن کریم کی تعلیم کو عام کرنے کیلئے آپ نے باقاعدہ تنخواہ دار معلمین اور قرأ مقرر فرمائے۔ آپ کے عہد خلافت کا سب سے عظیم کارنامہ قرآن کریم کی جمع و تدوین ہے۔ اسی وجہ سے تاریخ میں آپ کو 'جامع القرآن' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی کتابت کوئی نئی چیز نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہؐ نے اسے اپنے حکم سے کتابت کروایا تھا۔ لیکن یہ مختلف اجزاء پر مشتمل تھا سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان مختلف اجزاء کو ایک جگہ جمع فرمایا اور انہیں ایک کتابی شکل میں محفوظ کیا۔

ایک قرآن پر سب کو جمع کیا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلاف میں جب مملکت اسلامیہ میں توسیع ہوئی اور اشاعت اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تو جن مسلمانوں نے قرآن حکیم کی آیات کو جن

اساتذہ سے جس طرز، تلفظ اور قرات سے سیکھا تھا ان میں اور دیگر مسلمانوں میں جنہیں دوسری قرأت کی تعلیم دی گئی تھی۔ اختلاف پیدا ہونے لگا، اس وقت مختلف علاقوں کے مسلمانوں کے لئے قرآن کی تعلیم کا واحد ذریعہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو مدینہ منورہ سے نکل کر اسلامی ممالک میں ہر طرف پھیل گئے تھے۔ مثلاً اہل شام سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآن سیکھتے تھے اہل کوفہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اہل عراق، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے تاہم اختلاف کتابت کی وجہ سے لوگوں میں اختلافات رونما ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن کریم کا نسخہ شہروں میں بھجوایا۔ پھر حکم فرمایا کہ جس کے پاس بھی اپنا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے وہ جمع کرائے۔ اسلام کے ابتدائی برسوں میں چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تحریر و کتابت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اکرم ﷺ نے آپ کو وحی کی کتابت پر مامور فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کاتب وحی بھی ہوئے۔

اخلاق میں عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے مشابہ ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اخلاق کے لحاظ سے عثمان رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں حب رسول اللہ ﷺ جو ایمان کا لازمی جز ہے اسی جذبے نے صحابہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچایا تھا اس میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی مثال آپ ہیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ ﷺ نے انہیں سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تو اہل مکہ نے ان سے کہا کہ اگر چاہیں تو آپ طواف کر سکتے ہیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کی اس پیش کش کو جو جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک

سرور کائنات ﷺ طواف نہ فرمائیں۔ بیئر رومہ ایک یہودی کا کنواں تھا رسول اللہ خدا ﷺ نے فرمایا: ”جو یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دے گا میں اسے جنت کی بشارت دوں گا“۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ اسکے علاوہ آپ نے اپنے مال و دولت سے اسلام اور مسلمانوں کی بے پناہ خدمت کی سخاوت و دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں پر کڑا وقت آیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سخاوت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ گویا آپ کی دولت اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف تھی۔ آپ کی دینی اور رفاہی خدمات کا یہی زریں باب ہے۔ جس کی بنا پر سرور کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے متعدد مواقع پر آپ کو جنت کی بشارت دی۔

☆☆☆

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقانیت

داماد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صہر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد، امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے سلسلہ نسب تیسری پشت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد (عبد مناف) ابوطالب، زبیر اور عبداللہ بن عبدالمطلب تینوں حقیقی بھائی ہیں ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائز مخزومیہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبد مناف اور کنیت ابوطالب ہے، جب کہ والدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بن اسد بن ہاشم ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دادی (فاطمہ بنت عمرو بن عائز) والدہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد بن ہاشم) اور بیوی (فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تینوں کا نام ''فاطمہ'' ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب تو مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے البتہ والدہ صاحبہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ شرف ہجرت سے بھی بہرہ ور ہوئیں۔ وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بطور کفن اپنی قمیص پہنائی پھر خود قبر میں لیٹ کر اس کو متبرک بھی کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت اور نام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت مشہور قول کے مطابق بعثت سے دس سال قبل شعب بنی ہاشم مکہ مکرمہ میں ہوئی، والدہ ماجدہ نے اپنے والد کے نام پر ''اسد'' نام رکھا جسے بعد میں والد نے تبدیل کر کے 'علی' نام تجویز کر دیا۔ آپ کا لقب ''اسداللہ'' حیدر، مرتضیٰ، اور کنیت ''ابوالحسن وابوتراب'' ہے۔ موخر الذکر کنیت آپ کو بہت پسند تھی۔ جب کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ کو اس کنیت سے پکارتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ والد کی مالی کمزوری کی بنا پر بعثت سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفالت اور تربیت میں آ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کو بالکل ابتداء ہی میں گھر کے دیگر افراد اور بچوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔ تاہم بچوں میں آپ ہی کو سبقت حاصل تھی۔ اس عمر میں اسلام قبول کرنے سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ آپ پر کفر کا کوئی دور نہیں گزرا اور آپ کا واسطہ صرف دین اسلام ہی سے پڑا تھا۔ چونکہ آپ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی اور بیت نبوی ہی میں اپنے لڑکپن وشباب میں تعلیم وتربیت حاصل کی اس لئے آپ اسلامی اخلاق کے مجسم نمونہ بن گئے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت نے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کی تعمیر اور ان کے دینی، نفسیاتی اور مثالی خصائص کو جلا بخشنے میں عظیم اور گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

آپ قدیم الاسلام ہیں

آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ کا سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں چوتھے درجے پر شمار ہوتا ہے۔ آپ نے اعلانیہ اسلام قبول کیا، تقیہ تو نعوذ باللہ کیا اختیار کرتے۔ کبھی کتمان سے بھی کام نہیں لیا۔ علاوہ ازیں آپ نے جہاد فی سبیل اللہ اور

اسلام کی ترویج وتنقید کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں آپ کتاب وسنت میں سابقین اولین اور مہاجرین کے متعلق بیان کردہ جملہ مناقب وفضائل کا مصداق ہونے کے ساتھ ساتھ بتصریح نام خصوصی فضائل کے بھی حامل ہیں۔ پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ میں خلفائے ثلاثہ کے بعد سب سے افضل ہیں لیکن مفترض الطاعت، مامور من اللہ، موحی من اللہ اور معصوم ہرگز نہیں ہیں کیونکہ یہ اوصاف انبیائے کرام کے ساتھ مختص ہیں۔ ابن سبا یہودی نے ایک خاص منصوبے کے تحت قرآن مجید میں تحریف اور پیغمبر اسلام ﷺ سے انتقام لینے کی خاطر۔ ''حب علی رضی اللہ عنہ'' کے پردے میں مخصوص اصطلاحات واوصاف وضع کر کے ''بغض علی رضی اللہ عنہ کا ثبوت دیا''۔

بچپن سے ہی اسلام سے محبت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے ساتھ بچپن سے ہی وابستگی اور نبی اکرم ﷺ کیساتھ والہانہ محبت وعقیدت کا اندازہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچانے کے واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں آپ نے ''سیکورٹی'' نکتہ نظر اور دشمن سے نبی اکرم ﷺ کی قیام گاہ سے ماہ مخفی رکھنے کی غرض سے کامیاب حکمت عملی اپنائی تھی۔ ملاحظہ ہو ''صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصة اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تیرہ سالہ مکی دور میں کم عمری کی بناء پر براہ راست اگرچہ مشرکین مکہ نے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بنایا تاہم شعب بنی ہاشم میں محاصرت کے دوران دیگر افراد بنی ہاشم کے ساتھ آپ نے بھی صعوبتیں جھیلیں، شب ہجرت بستر نبوی ﷺ پر ''استراحت'' اور لوگوں کی امانتوں کی بحفاظت سپردگی آپ کی جان نثاری کا ایک بے مثال واقعہ ہے۔ غزوہ تبوک کے سوا دیگر تمام غزوات میں اپنی شجاعت کے خوب

جوہر دکھائے۔ ۹ ہجری میں حج کی فرضیت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت وامارت اولین حج میں آپ ہی نے مشرکین سے برأت سے متعلق آیات کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجا

حجۃ الوداع سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے آپ کو اہل یمن کی طرف بغرض تبلیغ اسلام اور بحیثیت ''قاضی'' بھیجا۔ وہیں سے آکر آپ نے حجۃ الوداع میں شرکت اختیار کی۔ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے۔ ''غدیر خم'' کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بعض حضرات کی طرف سے شکایت کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

ترجمہ: اے اللہ! جس شخص کا میں محبوب اور دوست ہوں تو علی رضی اللہ عنہ بھی اسکے دوست اور محبوب ہیں۔ اے اللہ! اس کی حمایت فرما جوان کی حمایت کرے اور اسکی دشمنی تو بھی کر جوان کی دشمنی کرے۔ اس حدیث سے اہل تشیع کے خلافت وامامت علی رضی اللہ عنہ پر استدلال کا جائزہ ایک علیحدہ مضمون میں لیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)۔ (مشکوۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''مرض وفات'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برابر عیادت میں مصروف رہے اور بعداز وفات غسل اور تجہیز وتکفین وتدفین کے عمل میں بھی شریک رہے۔

خلافت صدیقی میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے حملے کے خطرہ کے پیش نظر نہ صرف مدینہ منورہ کے دفاع میں عملی طور پر حصہ لیا بلکہ اس پورے دور میں خلیفہ کے

مشیر بھی رہے۔ دورِ فاروقی میں مشاورت کے ساتھ ساتھ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے۔ بلکہ ایک موقع پر تو حضرت عمرؓ اور آپؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے بیت المقدس کا قبضہ لینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

اسلامی تقویم کی حیثیت

اسلامی ہجری تقویم کی تجویز یقیناً حضرت علیؓ کے زندہ جاوید کارناموں میں سے ایک ہے جو اسلام اور ملت اسلامیہ کی بقاء تک باقی رہے گا۔ شوریٰ کے اجلاس میں حضرت علیؓ نے یہ تجویز دی تھی کہ اسلامی تقویم کیلئے نبی اکرم ﷺ کی ولادت، بعثت، فتح مکہ، حجۃ الوداع اور وفات سے سن کا آغاز کرنے کے بجائے ''ہجرت'' کے واقعہ کو بنیاد بنایا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور انہوں نے اس موقع پر فرمایا کہ: ''ہجرت، حق اور باطل کے درمیان فرق کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسی کو تاریخ کیلئے مبدا مقرر کردو''۔ حضرت عمرؓ نے اپنے اوپر قاتلانہ حملے کے بعد اپنے بعد امور خلافت سرانجام دینے کیلئے حضرت علیؓ کو اس اعلان کیساتھ چھ رکنی ''خلافت کمیٹی کا رکن نامزد فرمایا تھا کہ: ''یہ وہ حضرات ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ اپنی وفات تک راضی رہے''۔ دور عثمانی میں بھی آپ کی یہی حیثیت برقرار رہی تا آنکہ ۱۸/ذی الحجہ ۳۵ ہجری سے لے کر ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری یعنی چار سال اور نو ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہے اور پورا دور ہی اسی خلفشار وانتشار کی نذر ہو گیا۔

جمل وصفین جیسے معرکے

تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ کو ایک دن کے لئے بھی اس داخلی انتشار سے فراغت نہ ملی کہ آپ کوئی حج یا عمرہ ہی ادا کر لیتے۔ خلفائے ثلاثہ کے دور

میں کفر کے خلاف جاری جہادی سرگرمیاں ختم ہو گئے اور بیرونی فتوحات کا سلسلہ یک سر رک گیا۔ الٹا قصاص عثمانؓ کے مسئلہ پر خود اہل اسلام کے مابین منافقین اور قاتلین عثمانؓ کی سازش سے ''جمل وصفین'' جیسے خون ریز معرکے برپا ہوئے جن میں ہزاروں مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں تہہ تیغ ہو گئے۔

جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مدمقابل سیدہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ جب کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ، حضرت عمر بن عاصؓ اور بہت سے صحابہ وتابعین تھے۔ ان کے مابین نزاعی مسئلہ صرف یہی تھا کہ امت کے متفق علیہ خلیفہ کو جن لوگوں نے ظلماً اور بغیر کسی حجت کے قتل کیا ہے۔ ان سے کسی تاخیر کے بغیر قصاص لیا جائے، حضرت علیؓ بھی قصاص کی حد تک اس موقف کے ساتھ متفق تھے۔ لیکن حالات کی ناسازگاری کی بناء پر اس میں قدرے تاخیر کے خواہش مند تھے۔ اس سلسلے میں جنگ جمل سے پہلے فریقین میں باقاعدہ ایک معاہدہ بھی طے پا گیا تھا۔ جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ کو اپنے لشکر سے الگ ہو جانے کا حکم بھی دیا تھا۔ لیکن اس کے جواب میں ان مفسدین نے اپنا تاریخی وسازشی کردار پھر دہرایا جس سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی اور ملت اسلامیہ عظیم نقصان سے دوچار ہوئی۔

اسی طرح جنگ صفین میں بھی صلح جوئی کی بھرپور کوشش کی گئی۔ لیکن اسے بھی قاتلین عثمانؓ نے نہ صرف ناکام بنایا بلکہ شب خون مار کر قتل وغارت کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ چونکہ ان معرکوں میں دونوں طرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اس لئے علمائے امت نے ان جنگوں کو از روئے ادب اجتہادی اختلافات اور مشاجرات صحابہ کا نام دیا ہے۔

لفظ: ''مشاجرۃ'' شجر سے مشتق ہے اسکے اصل معنی تنے دار درخت کے ہیں جس کی شاخیں اطراف میں پھیلتی ہیں۔ باہمی احتلافات ونزاع کواسی مناسب سے مشاجرہ کہا جاتا ہیکہ درخت کی شاخیں بھی ایک دوسرے سے ٹکراتی اور ایک دوسرے کی طرف بڑھتی ہیں اور یہ عیب نہیں بلکہ درخت کی زینت اور کمال ہے۔ (ملاحظہ ہو مقام صحابہ،ص ۸۷، مولفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) یہ ملحوظ رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین یہ اختلافات وتنازعات کی عداوت وعناد یا کسی عقیدے کے اختلاف کی بناء پر ہرگز پیدا نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی یہ معرکے حق وباطل یا کفرواسلام کے تھے۔

حضرت امیر معاویہ کی امارت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سازشوں اور فتنوں پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی لیکن سبائی فتنہ کے ''شجر خبیثہ'' کی جڑیں زمین میں اتنی گہری اتر چکی تھیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ان پر تنہا قابو پانا ممکن نہ ہوسکا۔ اگر اس وقت باہمی معاہدے پر عمل ہوجاتا اور صحابہ وتابعین ایک ''بنیان مرصوص'' بن جاتے تو حالات سدھر سکتے تھے۔ لیکن سبائی سازش نے غلط فہمیوں کا اتنا گھنا جنگل کھڑا کردیا تھا کہ ابتداء میں اس کا صاف ہونا ممکن نہ ہوا لیکن جلد ہی دونوں طرف مختلف حضرات کو اس بات کا احساس ہوگیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے جنگ صفین کے دوران ہی ''حکمین'' کے تقرر کو قبول فرمالیا اور اجتماع تحکیم بعد فریقین کے مابین باقاعدہ مصالحت ہوگئی جس سے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت، ''خلافت نامہ'' میں تبدیلی ہوگئی وہاں حضرت معاویہ کی امارت بھی خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توثیق سے دور فاروقی وعثمانی ہی کی طرح ''آئینی وقانونی'' ہوگئی۔ حضرات حکمیں کے اس فیصلے کے خلاف ایک فوری ردعمل یہ سامنے آیا کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ یعنی سبائیوں کے ایک شمشیر

زن گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے الگ ہوکر ''خوارج'' کا لقب پایا۔ جس کی سرکوبی کیلیئے آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان لڑی۔ اس جنگ میں خوارج کو بدترین اور عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا اور انکی غالب ترین اکثریت تہہ تیغ ہوگئی۔

سب سے اعلیٰ وافضل انسان

امام ابن کثیر ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اس عصر میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ وافضل انسان تھے۔ سب سے زیادہ اللہ کے عبادت گزار سب سے زیادہ دنیا سے بےغرض وبے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے انسان تھے پھر بھی لوگوں نے ان کو بےیارومددگار چھوڑ دیا۔ ان سے کنارہ کش ہوگئے یہاں تک کہ خود امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنی زندگی سے اکتا گئے۔ ''ھــذہ مــن ھــذہ'' یہ (اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کرکے) اس کے (اپنے سر کی طرف اشارہ کرکے) خون سے رنگ دی جائے اور بالآخر یہی ہوکر رہا۔ (البرایۃ والتمادۃ جلد،ص ۳۲۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی شہادت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار کے مطابق پورا یقین تھا۔ (''ملاحظہ ہو الاستعاب مع الاصابہ، جلد۴،ص ۱۵۵، تحت ابوفضالۃ انصاری رضی اللہ عنہ'')

سب سے بدبخت انسان کون؟

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا ''اتبــدری من اشقی الاولین'' اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا پھر دریافت فرمایا: ''اتــدرون

من اشقی الآخرین'' کی بعد میں آنے والوں میں سے زیادہ بدبخت کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''اللہ ورسولہ اعلم'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''قاتلک'' تیرا قاتل سب سے زیادہ بدبخت ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، جلد ۵، ص ۵۷۴)

ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کوہ حرا پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حرا ٹھہر جا تجھ پر سوائے نبی ﷺ، صدیق اور شہید کے اور کوئی نہیں''۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل طلحہ والزبیر جلد ۲، ص ۲۸۲)

بہر حال جنگ نہروان کے بعد تین خارجیوں (عبدالرحمٰن بن ملجم، برک بن عبداللہ تیمی، اور عمرو بن بکر تمیمی) نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر اسلام کے روشن ستاروں حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کے قتل پر اتفاق کرلیا۔ چنانچہ تینوں خارجی مقررہ تاریخ (۱۷ رمضان ۴۰ ہجری) اور مقررہ وقت (صلوٰۃ فجر) پر اپنے اپنے مقام کوفہ، شام اور مصر پہنچ گئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بوجہ علالت اس دن مسجد میں نہیں جا سکے اس کے لئے عمرو بن بکر تمیمی نے ان کے قائم مقام ایک فوجی آفیسر خارجہ بن حبیب کو قتل کردیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر برک بن عبداللہ تمیمی کا وار اونچا تھا جس سے وہ زخمی ہوگئے مگر سلامت رہے۔ اسی طرح عبدالرحمٰن بن ملجم نے طے شدہ پروگرام کے عین مطابق کوفہ کی مسجد کے دروازے پر ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کردیا جس سے آپ تین دن تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں بعمر ۶۳ سال جام شہادت نوش کر گئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھا کر کوفہ کے دارالامارت میں دفن کردیا۔ کیونکہ خوارج سے خوف تھا کہیں آپ کے جسد مبارک کو نکال کر اس کی توہین کے مرتکب نہ ہوں۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی بیعت رضوان کے موقع پر خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص

کیلئے کیے گئے عہد وفا کو نبھاتے ہوئے اسی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ جس کے دامن خون عثمان رضی اللہ عنہ سے آلودہ تھے۔

امیر معاویہ کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اگر سبائی مفسدین کا منصوبہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو شہید کرنے کا ہوتا تو سبائی مفسدین اندھی تقلید کے عادی مورخین اسے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سازش قرار دے دیتے مگر مفسدین نے تو بیک وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تینوں کو نشانہ بنایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو خود شدید زخمی ہونے کے باوجود کلمہ ''استرجاع'' پڑھنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار رونے لگے۔ ان کی اہلیہ کہنے لگیں کل تک ان سے لڑتے رہے ہو اور ''الیوم تبکی علیہ'' آج ان پر روتے ہو۔ تو فرمایا:

ویحک انک لا تدرین ما فقد الناس من الفضل والفقہ والعلم.

ترجمہ: ''حضرت معاویہ'' افسوس ہے تجھ پر، تجھے کیا خبر کہ آج لوگوں نے کس قدر علم وفضل اور فقہ کو کھو دیا ہے''۔ (البدایۃ والنہایۃ، جلد ۸، ص ۱۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ علم وحکمت کے امام

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ضرار صدائی (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں رہے تھے) سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کرو۔ پہلے تو انہوں نے معذرت کی لیکن بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر کہنے لگے۔ وہ ''(یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بلند حوصلہ اور قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلے کرتے تھے۔ ان کے ہر جانب علم کا چشمہ پھوٹتا تھا ان کے تمام

اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی، دنیا کی دل فریبی اور شادابی سے وحشت کرتے اور رات کی وحشت ناک سے انس رکھتے تھے۔ بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے۔ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ وہ اہل دین کی عزت کرتے تھے۔غریبوں کو مقرب بناتے تھے قوی کو اس کے باطن میں حرص وطمع کا موقع نہیں دیتے تھے۔ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا‘‘۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خشیت

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض معرکوں میں دیکھا کہ رات گزر چکی ہے۔ستارے ڈوب چکے ہیں اور وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے مضطرب ہیں جیسے مارگزیدہ مضطرب ہوتا ہے اور اس حالت میں وہ غم زدہ آدمی کی طرح رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے دنیا! مجھ کو فریب نہ دے تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرتی ہے یا میری مشتاق ہوتی ہے۔افسوس افسوس میں نے تجھ کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔جس سے رجعت نہیں ہوسکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔آہ زادِ راہ کم اور سفر دور دراز کا ہے۔راستہ وحشت خیز ہے۔شیعہ مصنف ہاشم حسین لکھتے ہیں کہ:’’**فذرفت دموع ماعویه علی لحیة فما بکهه وهو نیشفها یکمه وقد احتنق القوم بالبکا، ثم قال معاویه رحم الله ابا الحسن کان والله کذالک**‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل سن کر بے اختیار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنسوان کی داڑھی پر گرنے لگے اور وہ انہیں اپنی آستین کے ساتھ پونچھتے رہے اور قوم کے گلے بھی روتے روتے بند ہو گئے۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے فرمایا: اللہ ابوالحسن پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم جیسے آپ نے بیان کیا وہ ان ہی صفات وکمالات کے جامع تھے۔

(حلیة الابرار جلد اول، ص ۳۴۶ تحت الباب الخامس العشرون فی زهده فی الدنیا، دره نجفیه شرح نهج البلاغة ،ص ، ۳۶۰، الاستیعاب مع الاصابة تحت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ، جلد ۳، ص، ۴۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اگرچہ سخت مشکلات اور آزمائشوں سے گھر ہوا تھا لیکن اس کے بارے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ اس تمام معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دامن ایک خلیفہ راشد کی حیثیت سے بالکل بے داغ اور بے غبار رہا ہے۔اللہ رب العزت امت مسلمہ کو آپ کے ارشادات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یاالٰہ العالمین)

☆☆☆

دعوت وعزیمت کا مردِ مجاہد

حضرت شیخ احمد حسین دیداتؒ

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ۲۰۰۰ء میں ساؤتھ افریقہ تشریف لے گئے اس وقت مبلغ اسلام حضرت شیخ احمد دیدات سے بھی ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے تھے اس وقت موصوف مرحوم قریش تھے زیرنظر مضمون ڈاکٹر انور ادیب کا ہے جو ماہنامہ ہدایت جے پور میں شائع ہوا ہے مضمون کی افادیت کے پیش نظر موصوف کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ احمد حسین دیدات ایک عبقری شخصیت کے مالک تھے، اشاعت اسلام کے سلسلے میں ان کی خدمات آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں ان کے داعیانہ کارناموں کے ذکر سے پہلے آیئے ان کی زندگی پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

احمد دیدات گجرات کے سورت ضلع میں واقع ایک گاؤں میں ایک غریب گھرانے میں غالباً ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے، ان کے والد روزگار کی تلاش میں جنوبی افریقہ چلے گئے۔کم سن دیدات بھی اپنے والد کے ساتھ تھے، اس وقت ان کی عمر

تقریباً ۱۲ سال تھی، ہجرت کے چند ماہ بعد ہی ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔آپ کا بچپن انتہائی غربت میں گذرا۔

احمد دیدات کی مالی مشکلات

احمد دیدات کو پڑھائی سے بے حد دلچسپی تھی، جنوبی افریقہ پہنچ کر وہ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ ایک اسکول میں داخل ہوگئے۔ اور محنت سے پڑھائی میں جٹ گئے لیکن مالی پریشانی سے تعلیم جاری نہیں رکھ سکے، چھٹی جماعت کے بعد انہیں تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا، مالی دشواری کو دور کرنے کے لئے وہ ملازمت کی تلاش میں لگ گئے۔آخر کار ایک دکان میں انہیں ملازمت مل گئی، وہ اس وقت ۱۶ سال کے تھے۔

احمد دیدات کا جذبہ تبلیغ

دیدات جس مسلم دکان میں کام کرتے تھے اس کے قریب ایک کرسچن مشنری اسکول تھا، جس کے طلبہ اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے تھے، اور مسلمانوں سے اسلام کے متعلق اوٹ پٹانگ سوال کر کے انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے، ان کی ان حرکتوں سے چند مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی مذہب قبول کرلیا، احمد دیدات عیسائی مشنریوں کی ان حرکتوں سے بہت فکرمند تھے۔ یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے وہ عیسائی علماء کو اسلام سے متعلق اعتراضات کا جواب دینے کے لئے بے چین تھے، انہیں اجنبیت کا احساس تھا، انگریزی زبان سے ان کی واقفیت بھی کم تھی، لیکن وہ دعوت کے جذبے سے سرشار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جذبے کو قبول فرمایا کیوں کہ اس کے نزدیک اخلاص کی بے حد اہمیت ہے۔ معروف داعی اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب ''اظہار الحق'' کا مختصر ایڈیشن

اتفاق سے ان کے ہاتھ لگ گیا، اس کے مرتب ریاض (سعودی عرب) کے استاد ڈاکٹر محمد عبدالقادر ملکاوی ہیں اس کا اردو ترجمہ معروف عالم دین مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے کیا ہے، اور متبحر عالم دین مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی شہرآفاق تصنیف دراصل عیسائی عالم گمراہ کن کتاب ''میزان الحق'' کی رد میں لکھی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ جید عالم مولانا اکبر علی خاں نے ''بائیبل سے قرآن تک'' کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ اظہار جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اس کی شرح معروف عالم دین جسٹس تقی عثمانی کی ہے اس کا انگریزی ترجمہ: The Truth Reveaied کے نام سے شائع ہوچکا ہے، اظہار الحق میں عیسائیت کی حقیقت اور بائبل میں کئے گئے مختلف تحریف کے ذکر کے ساتھ مشنریوں کے ذریعہ اسلام کے خلاف پھیلائے گئے اعتراضات والزامات کا مدلل جائزہ لیا گیا ہے۔ احمد دیدات کے لئے ''مختصر اظہار الحق'' بے حد مفید ومعاون ثابت ہوئی، اس سے انہیں عیسائیت کی رد اور اسلام کے احقاق کے سلسلے میں بے حد مفید ہے، یہ اپنے موضوع پر نہایت جامع ہے۔ احمد دیدات صاحب کو اس کتاب سے بے حد مدد ملی۔ اس کی مدد سے انہوں نے عیسائی مشنریوں کے اسلام سے متعلق نہ صرف اعتراضات کا جواب دیا بلکہ عیسائیت کا اصلی چہرہ بھی ان کے سامنے پیش کیا۔

احمد دیدات کا پہلا لکچر

احمد دیدات کو اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور عیسائیت کی رد کے لئے عیسائی عالموں سے مناظرہ (Dialogue) بھی کرنا پڑا۔ انہوں نے مثبت انداز میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے پر زور دیا، انہوں نے اس سلسلے کا پہلا لکچر ۱۹۴۲ء میں ڈربن سنیما ہال میں دیا، اس لکچر کا عنوان تھا Muhammad: Messenger of

Peace یہ پروگرام بے حد کامیاب رہا، وہ بائیبل اور قرآن کی تعلیمات کا موازنہ کرکے انہیں اسلام کی طرف راغب کرتے تھے وہ ٹورسٹ گائیڈ کی حیثیت سے کافی مشہور ہوگئے تھے۔ اس کام کو کرتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت ہے، لہٰذا دعوت کے کام اور بہتر اور منظّم طریقے سے انجام دینے کیلئے انہوں نے ۱۹۵۷ء میں Propagation Centre International Islamic کے نام سے ایک اسلامی مرکز قائم کیا، دعوت کے کام میں انہیں مختلف قسم کی پریشانیوں سے گزرنا پڑا۔ اپنی شادی کے بعد بھی وہ دعوت اسلام کی کوششوں میں لگے رہے، بیوی بچے ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے، وہ تین سال کے لئے پاکستان چلے گئے۔ لیکن وہ یہاں بھی اسلام کے دفاع اور دعوت کے کام میں لگے رہے، انہوں نے پوری دنیا میں بے شمار لکچرز دیئے، بہت سے عیسائی عالموں سے مناظرے کئے اللہ کی رحمت سے ان کی کوششیں بارآور ہوئیں۔ اور ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

دعوتِ اسلام کا پہلا مرکز

احمد دیدات نے اپنی زندگی دعوت وتبلیغ کے لئے وقف کردی تھی۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے تک وہ دین کی بے لوث خدمت کرتے رہے اور اسلام کا پیغام غیرمسلموں تک پہنچاتے رہے، انہوں نے تقریباً بیس کتابیں لکھیں اور بے شمار کتابیں بغیر قیمت لوگوں میں تقسیم کیں، انہوں نے پہلا اسلامی سمیزی (Islamic Seminary) جنوبی افریقہ میں دعوتی تربیت کیلئے قائم کیا اور بریمار (Braemar, U.K.) میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی دعوت تنظیم قائم کی، وہ IPCI جس کا ذکر اوپر ہوا ہے کے ذریعے دعوت وتبلیغ کا کام نہایت منظّم طریقے سے کرتے رہے اور آج بھی یہ کام اعلیٰ پیمانے پر جاری ہے ان کی کتابیں، مناظرے اور تقاریر مختلف

زبانوں میں ویڈیو، ڈی وی ڈی کی شکل میں ساری دنیا میں دستیاب ہیں، ان کی خدمات کے اعتراف میں ۱۹۸۶ء میں انہیں شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا، جو دنیائے اسلام کا سب سے باوقار اعزاز ہے، ۱۹۹۶ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا، اور ۹ سال تک وہ صاحب فراش رہے، اللہ اپنے نیک بندوں کو مختلف طریقے سے آزماتا ہے۔ (سورہ بقرہ: ۱۵۵) انہوں نے ۸/اگست ۲۰۰۵ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اس طرح تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک سنہرے باب کا خاتمہ ہوگیا، لیکن ان کے کارنامے داعیان اسلام کو دعوت وتبلیغ کی تحریک وحوصلہ بخشتے رہیں گے۔

☆☆☆

اسلام فطرت کی آواز

مولانا وحید الدین خان صاحب ایک معروف دینی اسکالر ہیں یوں تو وہ اپنے مضامین اور دیگر تحریروں کی بدولت ہمیشہ تنازعہ میں گھیرے رہتے ہیں۔ زیرنظر مضمون ''اسلام فطرت کی آواز'' جومولانا موصوف کا ہی اظہار خیال ہے نہایت وقیع تحریر ہے اس لئے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

اسلام انسان کی فطرت کی آواز ہے۔ اسلام اگر کسی ملاوٹ کے بغیر انسان کے سامنے آئے تو وہ اس کے ذہن کو ایڈریس کرے گا۔ وہ خود اپنے داخلی شعور کے تحت اسلام کی اہمیت کو ماننے پر مجبور ہوجائے گا۔ تاریخ میں کثرت سے اسکی مثالیں موجود ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے ابتدائی زمانے میں مکہ کے لوگ شرک میں مبتلا تھے۔ مگر جب قرآن کے ذریعے ان کے سامنے اسلام کا پیغام توحید بے آمیز طور پر آیا تو ان کی اکثریت نے اسلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر اس کو جلد یا بدیر قبول کرلیا۔

موجودہ زمانے میں بھی اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ ایک بنگالی ہندو جن کا نام ڈاکٹر نشی کانت چٹوپادھیا (وفات: ۱۹۱۰ء) تھا، انہوں نے اعلی تعلیم پائی۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے۔ انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ان کی فطرت نے

اسلام کی سچائی کی تصدیق کی۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کو اپنے مذہب کی حیثیت سے قبول کرلیا۔اس کے بعد انہوں نے انگریزی زبان میں کئی کتابیں لکھیں۔انہوں نے ۱۹۰۴ء میں حیدر آباد (انڈیا) کے ایک جلسے میں اپنے اسلام کا اعلان کیا اور اپنا نام عزیز الدین رکھا۔

اسی طرح مارماڈیوک پکتھال (Marmaduke Pickthal) ایک انگریز تھے۔ وہ عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے۔اسلام کی فطری تعلیمات نے ان کو متاثر کیا۔چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور اپنا نام محمد پکتھال رکھا۔ان کی وفات: ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔انہوں نے انگریزی زبان میں قرآن کا مکمل ترجمہ کیا۔یہ انگریزی ترجمہ کافی مقبول ہوا۔موجودہ زمانے کے مسلمان یہود کو اسلام کا ازلی دشمن سمجھتے ہیں،مگر یہ بات یقینی طور پر غلط ہے واقعات بتاتے ہیں کہ ہر زمانے میں یہودی،اسلام قبول کرتے رہے ہیں۔مثال کے طور پر عبد اللہ بن سلام مدینہ میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔وہ مدینہ کے ایک بڑے یہودی عالم تھے۔ہجرت کے بعد انہوں نے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔۶۶۳ عیسوی میں مدینہ میں ان کی وفات ہوئی۔

اسی طرح کعب الاحبار یمن کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک بڑے یہودی عالم تھے۔انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔حضرت عمر کے زمانے میں وہ یمن سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے۔۶۵۲ عیسوی میں شام کے شہر حمص میں ان کی وفات ہوئی۔بعد کی صدیوں میں بھی یہود کے قبول اسلام کا سلسلہ جاری رہا۔موجودہ زمانے میں فلسطین کے سوال کو لے کر یہود اور مسلمانوں کے درمیان نہایت تلخ فضا قائم ہوگئی ہے۔ مسلسل طور پر دونوں کے درمیان تشدد کے واقعات ہو رہے ہیں۔اس کے باوجود موجودہ زمانے میں بھی یہود میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنہوں نے کھلے

طور پر اسلام قبول کیا۔اس قسم کی ایک مثال محمد اسد (Leopold Weiss Muhammad Asad) کی ہے۔ وہ یوکرین (Ukraine) کے ایک یہودی خاندان میں ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹۲ء میں اسپین میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور پھر ۱۹۲۶ء میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔انہوں نے انگریزی زبان میں قرآن کی ایک مکمل تفسیر لکھی۔اسی طرح انہوں نے دوسری کتابیں اسلام کے موضوع پر تیار کیں۔

مارگریٹ سے مریم جمیلہ تک

اسی طرح کی ایک مثال مریم جمیلہ کی ہے۔وہ ۱۹۳۴ء میں نیویارک (امریکا) کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں۔ ان کا ابتدائی نام مارگریٹ مارکوس (Margret Marcus) تھا۔انہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور پھر ۱۹۶۱ء میں اسلام قبول کرلیا اور اپنا نام مریم جمیلہ رکھا۔انہوں نے انگریزی زبان میں اسلام پر کئی کتابیں لکھیں۔۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو لاہور (پاکستان) میں ان کا انتقال ہوگیا۔موجودہ زمانے کے مسلمانوں نے سب سے بڑی چیز جو کھوئی ہے وہ مغل ایمپائر یا عثمانی ایمپائر جیسی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ سب سے بڑی چیز جو انہوں نے کھوئی ہے وہ دعوت الی اللہ کا ذہن ہے۔موجودہ زمانے میں پوری دنیا کے مسلمانوں میں دعوت کا حقیقی ذہن مفقود ہے۔اگر کوئی شخص دعوت کا نام لیتا ہے تو وہ بھی اپنے خود ساختہ مفہوم میں،نہ کہ قرآن وحدیث کے اصل مفہوم ہیں۔

موجودہ زمانے کے مسلمانوں کا ذہن اسلام پسند ذہن نہیں ہے بلکہ وہ قوم پسند ذہن ہے۔اس قوم پسند ذہن کی بنا پر یہ ہوا ہے کہ ان کی ہر چیز پر قوم پسندی کا ذہن غالب آگیا ہے۔دعوت الی اللہ مسلم ملت کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اسی

فریضے کے تصور سے ان کی سوچ درست ہوتی ہے اس فریضے کی ادائیگی سے ان کی تمام سرگرمیوں کا رخ صحیح ہوتا ہے اسی فریضے کی ادائیگی سے وہ اللہ کی نصرت کے مستحق بنتے ہیں۔ دعوت الیٰ اللہ کی سوچ مسلم ملت کے لئے گویا ماسٹر فارمولا (Master Formula) کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کے اندر اگر دعوت الیٰ اللہ کا تصور زندہ ہو تو ان کے تمام معاملات درست ہوں گے۔ اور اگر دعوت الیٰ اللہ کا تصور ان کے اندر زندہ ہو تو ان کے تمام معاملات بگڑ جائیں گے۔

دعوتی مشق کا فقدان

دعوتی شعور کے اس فقدان کا ایک سنگین نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے مسلمان دوسری قوموں کو مدعو کے روپ میں نہ دیکھ سکے اور جب ان قوموں کے کچھ افراد نے خود اپنی تلاش کے ذریعے اسلام قبول کیا تو وہ ان کو مزید دعوتی کام کے لئے استعمال نہ کر سکے۔ مثلاً محمد اسد کی ملاقات اسلام قبول کرنے کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال (وفات: ۱۹۳۸ء) سے ہوئی۔ اقبال خود مسلم ریاست کا خواب دیکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے محمد اسد کو بھی مسلم ریاست کے قیام کے بے نتیجہ کام پر ڈال دیا۔ محمد اسد کے لئے صحیح مشورہ یہ تھا کہ ان کو یہ بتایا جائے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں میں اسلامی دعوت کا کام کریں۔ نہ کہ مسلم ریاست کے قیام کے بے نتیجہ کام میں اپنا وقت ضائع کریں۔ یہی واقعہ مریم جمیلہ کیساتھ پیش آیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ۲۸ سال کی عمر میں پاکستان آگئیں۔ یہاں انکی ملاقات مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (وفات: ۱۹۷۹ء) سے ہوئی۔ مولانا مودودی، اسلام کی سیاسی تعبیر میں یقین رکھتے تھے۔ اور اسی راستے پر انہوں نے مریم جمیلہ کو بھی ڈال دیا۔ چنانچہ دونوں میں سے کوئی بھی مطلوب انداز میں دعوت الیٰ اللہ کا کام نہ کر سکا۔ نہ محمد اسد اور نہ مریم جمیلہ۔ ☆☆

اسلام ایک پاکیزہ درخت

حضرت مولانا احمد مکرم عباسی چریاکوٹی ایک معروف اسکالر لکھتے ہیں کہ:

مولانا موصوف کی ایک نایاب ولا جواب کتاب ’حکمت بالغہ‘ کی تسہیل و تحقیق زیر عمل ہے، یہ کتاب تین جلدوں میں ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے اندر جس انداز میں قرآن حکیم کے لطائف وحقائق اور معارف واسرار کے ساتھ قرآن وحدیث کی پیشین گوئیوں کو حالات پر منطبق کیا ہے وہ بلا مبالغہ اسی کتاب کا ایک حصہ ہے۔

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی لکھتے ہیں کہ یوں تو اس کتاب کی ہر پیشین گوئی چونکا دینے والی اور حکمت ومعرفت کے در کھول کھول دینے والی ہے تاہم لکھتے لکھتے جب میں بطور خاص پیشین گوئی نمبر ۱۲۴، ۱۲۵ پر پہنچا تو شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ کی نفیس تشریح وتحلیل نے مجھے کافی متاثر کیا، اس لئے چاہا کہ اسے محترم قارئین کی نذر کر دیا جائے: پیشین گوئی (۱۲۴): اسلام کی جڑ مضبوط ہے اور پھل دار درخت کی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا

ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلُهَا حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا. (اے پیغمبر!) کیا تم نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ خدا نے کلمہ طیبہ (اسلام) کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ (اسلام گویا ایک پاکیزہ درخت ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جس میں چار صفتیں ہیں: پہلی صفت: اس درخت کا پاکیزہ ہونا اور درخت کی پاکیزگی کئی طرح پر ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ منظر اور ظاہری صورت وشکل میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ خوشبو میں پاکیزہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اس کے پھل اچھے اور مزیدار ہوں۔ چوتھے یہ کہ نفع وفائدہ میں بہتر ہو۔ جس درخت میں یہ چار صفات ہوں وہ اعلیٰ درجہ کا پاکیزہ درخت ہے۔

دوسری صفت: درخت کی یہ بیان فرمائی کہ اس کی جڑ مضبوط ہے، باقی رہنے والا ہے اس کو زوال نہیں ہے اور یہ ایک بڑی صفت ہے کیوں کہ جو چیز ضائع ہونے والی ہے وہ جتنی بہتر ہوگی اتنا ہی اس کے ہاتھ سے جانے کا رنج وغم بھی ہوگا۔ تیسری صفت: یہ بیان فرمائی کہ اس درخت کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور یہ درخت کی کمال خوبی ہے کہ درخت اور اس کی شاخوں کا بلند ہونا اس کی جڑ کی مضبوطی اور اس کے راسخ العروق ہونے کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں اس کا درخت جتنا زمین سے بلند ہوگا اتنا ہی زمین کی گندگی اور عفونات ارضی سے کم متاثر ہوگا، اور ایسی حالت میں پھلوں کا صاف وپاکیزہ اور مزیدار ہونا ضروری ہے۔ چوتھی صفت: یہ بیان فرمائی کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ بعض دوسرے درختوں کی طرح کبھی پھل لائے اور کبھی نہ لائے۔

اسلام میں یہ چاروں صفتیں بدرجہ اکمل واتم ہیں اور اس بیان کے لئے اگرچہ طویل صراحت درکار ہے تاہم کچھ نہ کچھ لکھنا واجب ہے۔

اول: پاکیزگی درخت کیلئے جو چار اوصاف درکار ہیں اسلام کو ان سب سے مناسبت ہے، صورت وشکل میں اچھا ہے، یعنی وہ ایک سیدھا سادہ مذہب ہے جس میں کوئی بات خلاف عقل وفطرت نہیں ہے۔ مثلاً مجوس دو خدا کے قائل ہیں۔ ایک خالق خیر، دوسرا خالق شر، نصاریٰ کے مذہب میں وجود باری تعالیٰ کا عجیب وغریب عقیدہ ہے کہ ہیں تو تین ذات مگر تینوں خدا مل کر ایک خدا کے حکم میں ہیں، تثلیث فی التوحید، توحید فی التثلیث۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس کو آج تک نہ خود نصاریٰ نے سمجھا، نہ کسی کو سمجھا سکے اور سمجھائیں، کیا خاک! وہ عقل میں آنے والی بات بھی تو ہو۔

اسلام میں ایسا کوئی پیچیدہ عقیدہ نہیں ہے۔ جس طرح خوشبو انسان کے قلب کو خواہ مخواہ اپنی طرف مائل کر لیتی ہے اسی طرح اسلام کی سچی اور پاکیزہ ہدایات کے خوشبودار پھولوں نے اہل عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا کہ بلا کسی زور وظلم کے سمجھ دار لوگ خود صدق دل سے مسلمان ہونے لگے جس کا سلسلہ الی الآن جاری ہے۔ مذہب اسلام کے پھل اس کی روحانی احکام وہدایات ہیں جو دنیا وعقبیٰ دونوں جگہ اپنے ماننے والوں کو لذت وراحت بخشنے والے ہیں۔ رہا اس میں فائدہ ومنفعت کا ہونا وہ اسی سے ظاہر ہے۔ دوم: جڑ کے مضبوط ہونے میں درخت کے ساتھ اسلام کی مناسبت بہت درست اور مطابق واقعہ ہے اور یہ پیشین گوئی تیرہ سو برس سے اس وقت تک تاریخ ومشاہدہ دونوں سے صحیح ثابت ہے اور ہو رہی ہے کیوں کہ اسلام کی جڑ کا مضبوط ہونا خود اس کے زبردست وجود سے ظاہر ہے۔

سوم: درخت کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ اس کی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور یہ نہایت درجہ کامل تشبیہ ہے اس لئے کہ اسلام آسمانی مذہب اور عظمت وحرمت میں دنیا کے تمام مذاہب سے اعلیٰ درجہ پر ہے، گویا وہ اس درخت کے مشابہ ہے جس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور ٹہنیاں آسمان میں ہیں اور واقعی ہے بھی ایسا ہی۔ نیز اس

وجہ سے کہ جس طرح درخت کی بلندی اس کو زمین کی گندگی وعفونت سے محفوظ رکھتی ہے، اسلام اپنے منجانب اللہ ہونے اور تائید آسمانی سے اہل عالم کی دست بردِ اذیت کو اپنے تک پھٹکنے نہیں دیتا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کو نقصان پہنچائے۔

چہارم: درخت کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ پھل لاتا رہے۔ اسلام اس وصف میں کمال درجہ پر ہے، باوجود اس کے کہ مسیحی مشنریاں مسیحیت کے پھیلانے میں جا و بے جا ہر طرح کی جان توڑ کوششیں کرتی ہیں، اسلام اس پر ہمیشہ غالب رہا ہے اور یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ بلا کسی کوشش کے دنیا والے خود بخود اس کی حقانیت سے متاثر ہو کر اس کے دامن میں لپٹے چلے جاتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام کا زبردست درخت اسی طرح ہمیشہ پھل لاتا رہے گا۔ (پیشین گوئی ۱۲۵)

شرک وکفر کی مثال پھُسپھُسے درخت کی سی ہے جس کو نہ کچھ ٹھہراؤ ہے نہ جڑ مضبوط ہے جیسا کہ آیت گزشتہ کے بعد ہی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ. اور گندی بات (شرک) کی مثال گندے درخت کی سی ہے کہ (جب چاہا) زمین کے اوپر (اوپر) سے اکھاڑ پھینکا اس کو کچھ ٹھہراؤ تو ہے نہیں۔

فائدہ: عرب کے شرک وبت پرستی کی یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ ہر گھر کا علاحدہ بت علاحدہ خدا قرار پا گیا اور عورت تک کو جو مردوں سے بھی گئی گزری ہیں خدائی قدرت دے دی۔ کیا کوئی درخت اس عقیدے سے زیادہ بودا، اور پھُسپھُسا ہوسکتا ہے کہ پتھر لکڑی کے بت جو نہ بول سکتے، نہ سن سکتے، نہ دیکھ سکتے اور نہ کسی مصرف کے ہیں ان کو قدرت والا خدا مانا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسی بودی کمزور چیز اسلام جیسی زبردست چیز کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ غالب ہونا تو بڑی بات ہے اور ایسا ہی ہوا کہ اسلام کا درخت جو مضبوط جڑ

لے کر نمایاں ہوا تھا، خدا سے نشو ونما پا کر بلند ہوا، پھلا، پھولا اور دنیا کے پاکیزہ مزیدار پھلوں سے سیر ہوئی اور ضلالت کی دھوپ کے جلے ہوئے اس کے سائے میں آرام لینے لگے۔

اور کفر وشرکت کا پھُسپھُسا درخت جل کر اکھڑا تو ایسا اکھڑا کہ اب اس کا نشان تک باقی نہیں، دنیا کا کوئی مذہب جب اسلام سے مَدِّ مقابل ہوا، منہ کی کھائی اور اسلام ہمیشہ سے اپنی اسی شان پر قائم ہے اور اسی فتح مندی کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے گا۔ تمام دنیا کی متفقہ قوت بھی اس کو ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

☆☆☆

نوجوان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی
علمی اور تمدنی سرگرمیاں

عصر حاضر میں مغربی تہذیب وتمدن اور تباہ کن سائنسی ایجادات کی یلغار کے سبب جس تیزی کے ساتھ اسلامی اقدار اور روایات پامال ہو رہی ہیں اس کی نظیر عہد قریب میں نہیں ملتی۔اس کا خصوصی نشانہ امت مسلمہ کا نوجوان طبقہ ہے' آج نوجوانان اسلام کو جس طرح پستی ، بیکاری، تباہ کن کھیل کود اور منشیات کی دلدل میں ڈھکیلا جارہا ہے، اس کے تصور سے ایک غیرت مند دین دار اور مسلمان، خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہے۔

اگر عصر حاضر کے نوجوانوں، ان کی مصروفیات، خواہشات، اور تمناؤں کا موازنہ عہد رسالت کے نوجوانوں، ان کی مشغولیات اور جذبات سے کیا جائے تو حد درجہ تکلیف دہ صورتحال سامنے آتی ہے۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق محسوس ہوتا ہے۔ کہاں عصر نبوی ﷺ کے نوجوانوں کا جذبہ تعلیم وتعلم، جذبہ عبادت، جذبہ جہاد اور کہاں عصر حاضر کے نوجوان منشیات کی لت، بیکاری وکام چوری کی عادت اور تباہ کن کھیلوں کا بھوت ان کے سر پر سوار ہے۔

عصر حاضر کا نوجوان، دین سے کس قدر دور ہوتا جارہا ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ان سے پنج گانہ نمازوں کے معمولی احکام دریافت کریں، دین کے متعلق بنیادی باتیں پوچھیں تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں، ایک وہ دور تھا کہ عہد رسالت کے بچے بچے کی زبان پر قرآن کا ورد ہوتا تھا، وہ غیر معمولی حد تک دینی امور سے واقف ہوتے تھے۔ شریعت میں جوانی کی بڑی قیمت ہے، جوانی کی عبادت کامیابی وکامرانی ایک اہم سبب ہے، قیامت کے ہولناک ماحول میں جب کہ سورج بالکل سر سے قریب ہوگا، ہر شخص پسینے میں شرابور ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا اس وقت اگر کہیں سایہ ملے گا تو وہ صرف اور صرف عرش الٰہی کا سایہ ہوگا اور اس کے نیچے جن سات لوگوں کو جگہ نصیب ہوگی ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گذاری ہے۔

سات آدمی عرش کے سائے میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سائے میں رکھے گا، جس دن اس کے سائے کے سوا کہیں اور سایہ نہ ملے گا ، پہلا انصاف کرنے والا حاکم، دوسرا وہ جوان جو جوانی کی امنگ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہا، تیسرا وہ جس کا دل مسجد میں لگا رہا، چوتھے وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کیلئے دوستی رکھی اور زندگی بھر دوست رہے، پانچواں وہ مرد جسے کسی خوب صورت عورت نے (برے کام کے لئے) بلایا اس نے کہا کہ اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ مرد جس نے اللہ کی راہ میں ایسا چھپا کر صدقہ دیا کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا، بائیں ہاتھ تک کو اس کی خبر نہیں ہوئی، ساتویں وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا، اور اشک بار ہوگیا۔ (بخاری شریف) قیامت کے دن جن پانچ

چیزوں کا حساب وکتاب دیئے بغیر انسان بارگاہ ایزدی سے قدم نہیں ہلا سکے گا، ان میں ایک جوانی بھی ہے۔ (ترمذی)

پانچ چیزوں کا حساب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن انسان اپنے رب کے پاس سے قدم نہیں ہٹا سکتا، جب تک ان پانچ چیزوں کے بارے میں اس سے دریافت نہ کرلیا جائے، عمر کہاں گنوائی، جوانی کہاں گذاری، مال کہاں کمایا، اور کہاں خرچ کیا، اور اپنے علم پر کیا عمل کیا''۔ جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گذاری۔ گناہ اور بداعمال سے اپنے دامن کو بچائے رکھا، گردوپیش کے ہیجان انگیز ماحول سے اپنی پاک دامنی کو تار تار ہونے نہیں دیا، ایسا جوان اللہ تعالیٰ کے یہاں محبوب ہے، فرمان نبوی ﷺ ہے 'اللہ تعالیٰ ایسے جوان سے بے حد خوش ہوتا ہے جس میں بے راہ روی نہ ہو۔ عصر نبوی ﷺ کے نوجوان تعلیم وتعلم کے بڑے دل دادہ تھے۔ ان کی رگ رگ میں تحصیل علم کا جذبہ تھا، یہی ان کی زندگی کا اہم مقصد بن چکا تھا۔ اس کا اندازہ صرف ان چند احادیث وروایات سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت مالک بن جویریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''ہم لوگ قریب قریب ایک ہی عمر کے چند نوجوان خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، بیس راتیں آپ ﷺ کے پاس گذاریں، آپ ﷺ بہت رحم دل اور ملنسار تھے۔ جب آپ ﷺ کو احساس ہوا کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں (یا ہمیں اپنے گھر جانے کا شوق ہوا) تو آپ ﷺ نے ہم سے دریافت کیا کہ وطن میں کن کن عزیزوں کو چھوڑ کر آئے ہو؟ ہم نے تفصیل بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اچھا اب اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ، انہی میں رہو، انہیں (دین کی باتیں) سکھاؤ اور یہ حکم دو''۔ (بخاری شریف)

صحابہ رضی اللہ عنہ کا عسکری محاذ

مختصر یہ کہ عہد نبوی ﷺ میں نوجوان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دینی علوم کی ترویج واشاعت، اسلام کی دعوت وتبلیغ اور علمی، دینی وتمدنی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ دور نبوی ﷺ کے مثالی معاشرے کی تعمیر میں جہاں امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا کلیدی کردار تھا، وہاں نوجوان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شانہ بشانہ آپ ﷺ کے مشن کو عام کیا۔ بالخصوص عسکری محاذ پر میدان جہاد میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جس نے دین کی عالم گیر اشاعت میں تاریخی کردار ادا کیا۔

علم سیکھنے کا جنون

امام ذہبی سیر اعلام النبلا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد، میں نے ایک انصاری سے کہا، اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد موجود ہے، چلو ہم ان سے پوچھ کر علم حاصل کرلیں۔ انہوں نے کہا کہ سیکھ کر کیا کروگے، ان کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہوتے ہوئے تم سے کون پوچھنے آئے گا؟ خیر وہ آزمادہ نہ ہوئے تو میں نے تنہا یہ کام شروع کردیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گھروں پر جاتا دوپہر کا وقت ہوتا تو وہ اپنے گھروں کے اندر آرام فرماہوتے، میں ان کے دروازے پر اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ٹیک لگالیتا۔ گردوغبار میرے اوپر آتا رہتا، وہ صاحب نکلتے اور مجھے اس حالت میں دیکھ کر حیرت سے کہتے۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے صاحبزادے ہمیں بلالیا ہوتا خود کیوں زحمت کی، میں جواب دیتا کہ خود مجھے ہی آنے کا حق تھا۔ یہ سلسلہ جاری رہا،

ایک وقت آیا کہ میرے سامنے بھیڑ لگ جاتی وہ انصاری حیات تھے، وہ کہتے یہ نوجوان ہم سے ہوشیار ثابت ہوا۔

معاذ ابن جبل ؓ کا مقام

حضرت معاذ بن جبل ؓ ایک نوجوان صحابی ؓ تھے ہجرت کے وقت ان کی عمر کل سولہ، ستر سال رہی ہوگی نوجوانی ہی میں انہوں نے بہت کچھ سیکھ لیا تھا، بڑے بڑے صحابہ کے درمیان جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو انہی سے رجوع کرتے تھے۔ مسند احمد میں ابو مسلم خولانی کا بیان ہے، میں ایک بار اہل دمشق کی مسجد میں آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حلقے میں ادھیڑ عمر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود ہیں، ان کے درمیان ایک نوجوان بیٹھا ہے، آنکھیں سرمگیں، دانت چمک دار ہیں، اہل مجلس کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا وہ اسی نوجوان سے رجوع کرتے۔ میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا، یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا، یہ معاذ ابن جبل ؓ ہیں، اسی طرح ایک واقعہ ابو ادریس عبدی نقل فرماتے ہیں کہ ”میں ایک مجلس میں بیٹھا تھا جس میں بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے، ان میں ایک بڑی سیاہ آنکھوں اور چمک دار دانت والا نوجوان تھا، ان حضرات میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق اختلاف ہوتا اور وہ نوجوان کوئی رائے دیتا تو سب اس کی رائے سے متفق ہو جاتے۔ (مسند احمد)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عابد بھی تھے اور مجاہد بھی

عہد رسالت ﷺ کے نوجوان میں کس قدر عبادت کا جذبہ تھا اس کا اندازہ لگانے کیلئے یہ واقعات اور روایات کافی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ نوجوان صحابی تھے۔ صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کا انتہائی ذوق رکھتے تھے۔

انہوں نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر نفلیں پڑھیں گے۔ یہی عبداللہ بن عمرو ؓ بڑی کثرت سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ اس دور کے نوجوانوں میں نماز ذکر، عبادت اور تعلیم و تعلم کی عجیب وغریب امنگ ہوتی تھی۔

عہد رسالت ﷺ کے نوجوانوں میں جذبہ جہاد جوش مارتا تھا، جب بھی کسی غزوے یا جنگ کا موقع آیا اس جذبے کا اظہار رہا، کتنے ہی ایسے تھے جنہیں کمسنی کی وجہ سے شرکت سے روک دیا گیا، تو وہ آنکھوں میں آنسو لئے واپس آئے، جنگ بدر کا حال اور نوجوانوں، جذبہ عناد کا منظر حضرت علی ؓ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں: ”عتبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا یہ سب دعوت مبازرت دیتے ہوئے آگے بڑھے دو انصاری نوجوان انکے مقابلے کیلئے نکلے۔ انہوں نے نوجوانوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے بتا دیا، یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہمیں تم سے لڑنے کی کوئی خواہش نہیں، ہمیں اپنے چچا زاد بھائیوں (یعنی مہاجرین) کی ضرورت ہے“۔ (سنن ابوداؤد)

☆☆☆

بچوں کی تربیت میں
اہلِ خانہ کا کردار

ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ خاندان پہلی آماجگاہ ہے، جہاں بچہ تربیت پاتا ہے، یا تو وہ وہاں سے محبت وشفقت پاتا ہے، یا نفرت اور ناپسندیدگی سیکھتا ہے۔ بچوں کے سلوک اور معاملات میں والدین کے معاملات اور سلوک کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مراہق کے ساتھ بچے کی طرح معاملہ کیا جائے، بلکہ اس کے ساتھ پختہ کار شخص کی طرح معاملہ کیا جائے۔

یہ مرحلہ والدین اور مراہق کے درمیان دوستی بنانے کا مرحلہ ہے، چاہے مراہق مرد ہو یا عورت، باپ اور مراہق کے درمیان دوستی زیادہ گہری رہتی ہے اور ماں اور دوشیزہ کے درمیان گہری دوستی رہتی ہے اس موقع پر سیدنا حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا: ''سات سال اپنے بچوں کے ساتھ کھیلو، سات سال اپنے بچے کو ادب سکھاؤ اور سات سال اس کو اپنی صحبت میں رکھو پھر اس کو آزاد کردو''۔

والدین کو درج ذیل امور کی رعایت کرنا ضروری

۱- بچوں یا مراہقین کے سامنے نہ جھگڑیں، اسی طرح والدین کے درمیان کسی بھی طرح کے اختلاف کا احساس ہونے نہ دیں، کیوں کہ بچہ یا مراہق اختلافات سے بھرے ہوئے ماحول کو ناپسند کرتا ہے، اسی وجہ سے بچے اور مراہق کے اندر اس بات کا احساس رہنا ضروری ہے کہ والدین کے تعلقات ہمیشہ پرلطف رہتے ہیں۔

۲- ہر اختلاف کو بچوں سے دور پرسکون ماحول میں ختم کیا جائے، جس میں محبت اور احترام کی فضا ہو۔

۳- مراہق کی زندگی کے تمام امور میں والدین دخل نہ دیں، رہنمائی اور نصیحت حکم کی شکل میں نہ کریں بلکہ اس کی رائے لی جائے یا درپیش مسئلے کے مختلف حل میں اس کے ساتھ مشورہ اور گفتگو کی جائے، اور صحیح اور درست حل پر اس کو اطمینان دلائیں، وہ اس طرح کہ اس حل کی خصوصیات بیان کریں اور دوسرے حلوں کے عیوب کو نمایاں کریں۔

۴- والدین آزادی اور خود اعتمادی جیسے امور میں مراہق کی ہمت افزائی کریں۔ ۵- جب غیر ضروری اسباب کی بنیاد پر اس کو غصہ آجائے تو اس جانب اس کی نگاہیں متوجہ کریں اور غصے کے دوران قابو پانے کی اہمیت بیان کریں، تاکہ وہ سخت الفاظ اپنے منہ سے نہ نکالے یا کوئی برا کام نہ کر بیٹھے۔

۶- نوجوانوں کو پاکٹ خرچ دینے میں کنجوسی اور تنگی نہ کریں، کیوں کہ اس سے بگاڑ آتا ہے اور وہ مال کے حصول کیلئے غلط راستے اختیار کرتا ہے یا اس کو والدین کی طرف سے بے توجہی اور اپنی کم مائیگی کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح والدین زیادہ پاکٹ خرچ بھی نہ دیں۔ کیوں کہ اس سے بھی انحراف اور بگاڑ آتا ہے۔

۷- اپنے نوجوان کے فرینڈ سرکل سے واقف ہونا بھی ضروری ہے، تا کہ والدین اس بات سے واقف ہو جائیں کہ وہ کون ہیں، اور ان کے اخلاق کیسے ہیں؟

۸- فرینڈ سرکل یا ان میں سے بعض افراد کے برے اخلاق اور کاموں کے سلسلے میں نوجوان کو نصیحت کی جائے اور اس بارے میں اس سے مشورہ کیا جائے تا کہ وہ ان برے اخلاق سے باز رہے۔

۹- جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ نوجوان کا فرینڈ سرکل یا ان میں سے بعض ساتھی انحراف اور بگاڑ کا شکار ہیں تو مراہق کو اچانک ان سے دور ہونے کا حکم نہ دیا جائے، بلکہ حکمت سے کام لے کر تدریجی طور پر اس کے فرینڈ سرکل کو تبدیل کیا جائے اس میں جلد بازی نہ کی جائے، کیوں کہ حکم دینے پر وہ اپنے برے دوستوں سے دور نہیں ہوگا۔ اس کے مندرجہ ذیل طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔

● برے لوگوں کے ساتھ ملاقات کے مواقع میں کمی کرنا اور ان کے غلط سلوک اور برے اخلاق کے تئیں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا۔

● اچھے جذبات اور رجحانات اور مشترکہ امور پر توجہ دینے والوں کے ساتھ رہنے پر مراہق کی ہمت افزائی کرنا۔

● نوجوان کے رجحانات اور دلچسپیوں میں یکسانیت رکھنے والے دوسرے فرد کے درمیان ملاقات کے مواقع فراہم کئے جائیں اور مزید ملاقاتوں پر ان دونوں کی ہمت افزائی کی جائے اور نوجوانوں کو اس بات پر مطمئن کیا جائے اور ان دونوں کی صلاحیتیں یکساں ہیں اگر دونوں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے تو بہترین نتائج نکلیں گے۔ چاہے اسکول میں ہو یا ورزشی میدان میں یا دوستی میں۔

۱۰- اپنے سامنے پیش آنے والی چیزوں پر تنقید کرنے کے لئے مراہق کو اپنی عقل استعمال کرنے کی ترغیب دی جائے اور اس کی ہمت افزائی کی جائے، کیوں کہ

تنقیدی سوچ کو بڑھانے سے مراہق کی عقل میں پختگی آتی ہے اور وہ اپنی عقل کی طرف رجوع ہونے لگتا ہے۔

۱۱- مراہق میں موجود خیر کے پہلوؤں کو ابھارنا، دوستوں کی خدمت اور تعاون کرنے کی ترغیب دینا، کمزوروں کی مدد سے لطف اندوزی حاصل کرنے کا مادہ پیدا کرنا اور دوسروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی ترغیب دینا، سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نوجوان رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت دور کرے گا، جو کسی تنگ دست کے لئے آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے گا، اللہ تعالیٰ بندے کی اس وقت تک مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے جو کوئی علم کی تلاش میں ایک راستہ چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے بدلے میں جنت کا ایک راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں آپس میں اللہ کی کتاب کی تلاوت اور مذاکرہ کرتے ہوئے بیٹھتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو اپنی آغوش میں لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پاس موجودہ مجمع میں ان لوگوں کا تذکرہ فرماتا ہے کسی کو اس کا عمل سست کر دے تو اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھائے گا''۔

بچوں پر توجہ دینے میں اہل خانہ کو مندرجہ ذیل اصولوں پر بھی توجہ دینا ضروری ہے:

بچوں کی خود اعتمادی کو تقویت پہنچائی جائے

۱- امتحانات یا ان عملی موقعوں پر کامیاب ہونے کے لئے ہمت افزائی کرنا، جن کے سلسلے میں مراہق کو خوف رہتا ہے یا ان میں وہ ناکام ہو جاتا ہے۔

۲- بچے کے خیالات کا احترام کیا جائے اور اپنے کاموں کو خود سے انجام دینے کی ترغیب دی جائے، اپنے امور کی منصوبہ بندی کرنے اور اپنے فیصلوں اور قراردادوں کی تشکیل دینے کی آزادی دی جائے۔

۳- بچے کو اس حقیقت کے لئے تیار کیا جائے کہ وہ اپنی غلطیوں کو اس زاویے سے دیکھے کہ یہ غلطیاں اس کے مثبت اقدامات اور کاموں کے نتیجے میں رونما ہوئی ہیں اور اس کو بتایا جائے کہ یہ غلطیاں اس کے مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں ہیں، جب وہ اپنی غلطیوں سے واقف ہوجائے گا تو آہستہ آہستہ ان غلطیوں میں کمی آجائے گی، یہاں تک کہ وہ اپنے مقاصد تک پہنچ جائے گا۔۴- بچے میں موجود قدر شناسی کی خواہش اور ضرورت کو پورا کیا جائے، اور بچے کی ہر اس کوشش کی تعریف کی جائے جو مقصد تک پہنچانے والی ہو۔۵-انجام دہندہ کاموں میں کامیابی کا یقین دلایا جائے۔

۶- ناکامی کے احساس سے نوجوان کو دور رکھا جائے، اس کی کمیوں، خامیوں اور ناکامی پر عار نہ دلایا جائے بلکہ اس کے سامنے راستہ کھول کر اور کامیابی کو آسان بنا کر پیش کیا جائے۔۷-مختلف موقعوں پر الگ الگ مناسبتوں پر صحیح معاشرتی سلوک کے طریقوں اور اسلوبوں سے مراہق کو واقف کرایا جائے تاکہ وہ معاشرتی امور میں شریک ہونے سے بزدلی کی بنیاد پر دور نہ رہے۔۸- مراہق کو اس بات کا احساس دلائیں کہ وہ محبوب ہے اور اکثر اوقات اس کا کام صحیح انجام پاتا ہے اور وہ اپنی خامیوں اور غلطیوں سے بچنے کا اندازہ جلد ہی سیکھ جائے گا۔

بچوں کو بہترین اخلاق کی تربیت دی جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے کہ مومن آسان اور نرم خو ہو، چنانچہ آپ نے معاملات کے سلسلے میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے

جو بیچے تو فراخ دل ہو، خریدے تو فراخ دل ہو۔ فیصلہ کرے تو فراخ دل ہو۔ جب مطالبہ کرے تو فراخ دل ہو''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت والے سب نرم خو، سہل پسند اور آزاد ہوں گے''۔ کیوں کہ سخت مضبوط اور سوکھی چیز جلدی ٹوٹ جاتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو تم میں بہترین اخلاق والا ہو، نرم پہلو رکھتا ہو، جو لوگوں سے مانوس ہوتا ہو اور اس سے لوگ مانوس ہوتے ہوں''۔

شجاعت اور بہادری کی ٹریننگ دی جائے

مراہق کو حق بات کہنے میں جرأت و بہادری کی ٹریننگ دینا ضروری ہے۔ اسی طرح سوچ اور تنقید میں بھی شجاعت کی تعلیم دینا ضروری ہے، چاہے اس کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑے۔ وہ اپنے حق کا مطالبہ کرے، چاہے حق کتنا بھی چھوٹا کیوں نہ ہو، لیکن مراہق کو سب سے پہلے شجاعت اور انتہا پسندی اسی طرح جرأت اور حماقت کے درمیان پائے جانے والے باریک فرق کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ وہ تمام موقعوں پر حکمت سے کام کرے۔

اپنی اولاد کو ایثار و قربانی کا عادی بنایا جائے

دوسروں سے محبت جذباتی، پختگی کی علامت ہے اور لوگوں کیلئے خیر و بھلائی کی خواہش اور جذبہ رکھنا صحیح نوجوانوں کی علامت ہے یہ نوجوان خیر اور بھلائی میں اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دے کر اور ان سے مصیبت اور پریشانی دور کر کے لذت محسوس کرتا ہے، چاہے اس کی وجہ سے نوجوان کو نقصان اٹھانا پڑے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ'' وہ اپنے آپ پر

ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ ضرورت مند ہوں‘‘۔ کیوں کہ انسان جب اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے اور اپنی ضرورتوں کی قربانی دیتا ہے تو دراصل وہ اپنی ذات کو بلند مراتب پر لے جاتا ہے اور بھلے کاموں کی قدر و قیمت کا احساس کرتا ہے اس کی سب سے عظیم مثال صحابہ کی ہے، ایک جنگ میں بعض صحابی زخمی ہو گئے، جب ایک زخمی کے پاس پانی لے جایا گیا تو اس صحابی نے کہا: میرے پاس پڑے ہوئے دوسرے زخمیوں کو دو، جب دوسرے کے پاس پانی لے جایا گیا تو اس نے بھی یہی درخواست کی کہ میرے دوسرے زخمی بھائی کو پانی پلاؤ، ہر ایک یہی کہتا رہا، یہاں تک کہ پانی پہلے والے زخمی کے پاس واپس آ گیا، اس وقت تک تمام زخمی اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوئے شہادت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔

جب نوجوان پختگی، جذبات پر قابو پانے، بہادری، اور جرأت اور ایثار وقربانی کی ٹریننگ اور تربیت حاصل کرتا ہے تو کامل اور مکمل بن جاتا ہے۔

مراہق کو ان بلند مراتب تک پہنچانے کے لئے دی جانے والی توجہ اس کی انانیت کو کم کرنے میں معاون ہوتی ہے اور بلند مقاصد کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

ماں باپ کی نافرمانی کی سزا

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدِرُ اَنْ یُّعْجَلَ لِصَاحِبِہٖ الْعُقُوْبَۃِ مَعَ مَا یَدُ خِرُ لَہُ مِنَ الْبَغْیِ وَقَطِیْعَۃِ الرَّحْمِ.

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم اور رشتہ ناطہ توڑنے سے زیادہ کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کے کرنے والے کو جلد ہی سزا دی جائے۔ اس سزا کے ساتھ جو اس کے لئے ذخیرہ کی ہوئی ہے۔

فائدہ: یعنی ان دونوں گناہوں کی سزا جو آخرت میں مقرر کر کے محفوظ رکھی ہوئی ہے وہ تو ہے ہی دنیا میں بھی ان گناہوں کے کرنے والے کو بہت جلد سزا مل جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی ابواب القیامۃ ص: ۷۴ میں ”مَعَ مَایَدُ خِرُلَہُ فِی الْآخِرَۃِ“ موجود ہے اور حسن صحیح بھی ترمذی نے کہا ہے کہ ابوداؤد کتاب الادب ۶۷۲ میں حدیث ہے اس میں یَعْجَلَ لَہُ الْعُقُوْبَۃِ کے بعد فی الدنیا کی صراحت موجود ہے۔

عَنْ عِمْرَانِ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِی الزِّنَا وَشَرِبَ الْخَمْرِ وَالسَّرْقَۃِ؟ قُلْنَا: اَللّٰہُ

وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: هُنَّ الْفَوَاحِشُ، وَفِيْهِنَّ الْعُقُوْبَةُ اِلَّا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِيًا، فَاحْتَفَزَ، قَالَ: وَالزُّوْرُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ تم لوگ، زنا، شراب خوری اور چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ہم نے کہا اللہ بہتر جانتا ہے اوران کے رسول، فرمایا یہ بے حیائی ہے اوران میں سزا ہے، کیا میں تم کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں؟ وہ اللہ پاک کے ساتھ شریک کرنا ہے اور والدین کی نافرمانی ہے، ابھی تک آنحضرت ﷺ ٹیک لگائے تھے، اب سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا وہ جھوٹ ہے۔اور ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ جھوٹ ہے یا جھوٹی شہادت ہے اوراس کلمہ کو بار بار فرمایا، ہم لوگ کہنے لگے کاش آپ ﷺ خاموش ہوجاتے۔

(ترمذی ابواب البر والصلہ ۱۲/۲)

کبیرہ گناہوں کی تعداد مختلف ذکر کی گئی ہے ان تمام میں سے تین چیزوں کو یہاں سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔جس میں شرک باللہ کے بعد والدین کی نافرمانی کو خاص طور سے اور جھوٹی گواہی کو بہت اہتمام سے بیان کیا گیا ہے۔

ماں باپ کی دعا اور بددعا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدَيْنَ عَلٰى وَلَدِهِمَا. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین دعائیں ایسی ہیں کہ انہیں قبول ہی کرلیا جاتا ہے ان میں کچھ تردد نہیں، مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعا، اور ماں باپ کی دعا ان کے لڑکوں پر۔

یہ حدیث جامع ترمذی میں دو اسناد سے ہے ایک کے متن میں "لَا شَكَّ فِيْهِنَّ" ہے اور دوسرے میں صرف متجابات ہے "لَا شَكَّ فِيْهِنَّ" نہیں ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (ترمذی ابواب الدعوات ۲-۱۸۳)

اس حدیث میں ماں باپ کی بددعا بالضرور قبول ہونے کو بتایا گیا ہے اگلی حدیث میں ایک قصہ آرہا ہے جس میں ایک عبادت گذار لڑکے کو ماں کی بددعا لگنے کا قصہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا تَكَلَّمَ مَوْلُوْدٌ مِنَ النَّاسِ فِیْ مَهْدٍ اِلَّا عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ؟ قِيْلَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ! وَمَا صَاحِبُ جُرَيْجٍ؟ قَالَ فَاِنَّ جُرَيْجًا كُلُّ رَجُلًا وَاهِبًا فِیْ صَوْمَعَةٍ لَّهٗ، وَكَانَ رَاعِیْ بَقَرٍ يَاوِیْ اِلٰى اَسْفَلِ صَوْمَعَتِهٖ، وَكَانَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ اَهْلِ الْقَرْيَةِ تَخْتَلِفُ اِلَى الرَّاعِیْ، فَاَتَتْ اُمُّهٗ يَوْمًا فَقَالَتْ: يَا جُرَيْجُ! وَهُوَ يُصَلِّیْ، فَقَالَ فِیْ نَفْسِهٖ وَهُوَ يُصَلِّیْ: اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ، فَرَاٰی اَنْ يُّؤْثِرَ صَلَاتَهٗ، ثُمَّ صَرَخَتْ بِهٖ الثَّانِيَةَ فَقَالَ فِیْ نَفْسِهٖ: اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ، فَرَاٰی اَنْ يُّؤْثِرَ صَلَاتَهٗ، فَلَمَّا لَمْ يُجِبْهَا قَالَ: لَا اَمَاتَكَ اللّٰهُ يَا جُرَيْجُ حَتّٰى تَنْظُرُ فِیْ وَجْهِ الْمُؤْمِسَاتِ، ثُمَّ انْصَرَفَتْ فَاُتِیَ الْمَلِكُ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ وَلَدَتْ. فَقَالَ: مِمَّنْ؟ قَالَتْ: مِنْ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَصَاحِبُ الصَّوْمَعَةِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ قَالَ: اِهْدِمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَاَتُوْنِیْ بِهٖ، فَضَرَبُوْا صَوْمَعَتَهٗ بِالْفُئُوْسِ حَتّٰى وَقَعَتْ فَجَعَلُوْا يَدَهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ بِحَبْلٍ، ثُمَّ انْطُلِقَ بِهٖ فَمُرَّ بِهٖ عَلَى الْمُوْمِسَاتِ فَرَاٰهُنَّ فَتَبَسَّمَ، وَهُنَّ يَنْظُرْنَ اِلَيْهِ فِی النَّاسِ، فَقَالَ الْمَلِكُ: مَا تَزْعَمُ هٰذِهٖ؟ قَالَ مَا تَزْعُمُ؟ قَالَ تَزْعَمُ اَنْ وَلَدَهَا مِنْكَ، قَالَ: اَنْتِ تَزْعَمِيْنَ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ اَيْنَ هٰذَا الصَّغِيْرُ؟ قَالُوْ هُوَ ذَا فِیْ حُجْرِهَا،

فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ فَقَالَ: مَنْ اَبُوْکَ؟ قَالَ رَاعِیَ الْبَقَرِ. قَالَ الْمَلِکُ: اَنَجْعَلُ صَوْمَعَتِکَ مِنْ ذَھَبٍ؟ قَالَ لاَ قَالَ: مِنْ فِضَّۃٍ؟ قَالَ لاَ. قَالَ فَمَا نَجْعَلُھَا قَالَ رُدُّوْھَا کَمَا کَانَتْ. قَالَ: فَمَا الَّذِیْ تَبَسَّمْتُ؟ قَالَ: اِمْرَاً عَرَفْتُہٗ، اَدْرَکَتْنِیْ دَعْوَۃُ اُمِّیْ، ثُمَّ اَخْبَرَھُمْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے کہ کوئی بچہ گہوارہ میں نہیں کلام کیا مگر مریم کے بیٹے عیسی علیہ السلام نے اور جریج والے بچہ نے ،لوگوں نے پوچھا کہ اے حضرت! جریج والے بچے کا کیا قصہ ہے؟ فرمایا: جریج ایک عبادت گذار شخص اپنے عبادت خانے میں رہتے تھے اور جانور چرانے والا ان کے عبادت خانے کے نیچے ٹھہرتا تھا اور گاؤں کی ایک بدکار عورت چرواہے کے پاس آتی جاتی تھی۔ ایک دن جریج کی ماں آئیں جب جریج نماز پڑھ رہے تھے ماں نے پکارا اے جریج! جریج نے نماز پڑھتے ہوئے جی میں کہا کہ ایک طرف ماں ہے دوسری طرف نماز، میں کیا کروں؟ پھر ان کی سمجھ میں آیا کہ نماز کو ترجیح دوں، پس ماں کا جواب نہیں دیا، ماں نے دوبارہ پکارا، انہوں نے پھر یہی سوچا اور نماز کو ترجیح دوں، پس ماں کا جواب نہیں دیا، ماں نے دوبارہ پکارا، انہوں نے پھر یہی سوچا اور نماز کو ترجیح دی۔ ماں نے تیسری دفعہ چلا کر پکارا کہ اے جریج! جریج نے تیسری مرتبہ بھی نماز کو ہی ترجیح دی اور ماں کی پکار کا جواب نہیں دیا اس پر ان کی ماں نے کہا اے جریج! اللہ تم کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک تو رنڈیوں کا منہ نہ دیکھ لو، یہ بددعا دے کر ماں چلی گئی، پھر بادشاہ کے پاس وہ عورت لائی گئی اس وقت وہ بچہ جن چکی تھی، بادشاہ نے پوچھا یہ لڑکا کس سے پیدا ہوا؟ عورت بولی جریج سے۔

بادشاہ: کیا عبادت خانہ والا؟ بولی ہاں، بادشاہ نے لوگوں سے کہا جاؤ عبادت خانہ ڈھادو اور جریج کو پکڑ لاؤ، پس کیا تھا پھاوڑوں سے عبادت خانہ لوگوں نے گرادیا

پھر جریج کا ہاتھ گردن پر رسی سے باندھا، پھر بادشاہ کے پاس لے چلے تو رنڈیوں کے پاس سے ان کو لے کر گذرے، جریج رنڈیوں کو دیکھ کر مسکرائے اور وہ سب بھی مجمع میں جریج کو دیکھ رہی تھیں، بادشاہ نے پوچھا یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟ جریج نے پوچھا کیا کہہ رہی ہے؟

بادشاہ: یہ کہہ رہی کہ اس کا لڑکا تجھ سے پیدا ہوا ہے، جریج نے رنڈی سے پوچھا تو کہہ رہی ہے؟ رنڈی بولی ہاں۔

جریج بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کی گود میں ہے، جریج بچہ کی طرف رخ کر کے بولے تیرا باپ کون ہے؟

بچہ: جانور کا چرواہا

(پاک دامنی ظاہر ہونے کے بعد) بادشاہ نے کہا اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنوا دیتے ہیں، جریج نے کہا نہیں۔

بادشاہ: پھر چاندی کا بنوا دیں؟

جریج: نہیں جیسا پہلے مٹی کا تھا ویسا ہی دوبارہ بنوا دو۔

بادشاہ: رنڈیوں کو دیکھ کر آپ کیوں مسکرائے تھے؟

جریج: ایک بات تھی جس کو میں پہلے ہی پہچان گیا تھا وہ یہ کہ میری ماں نے مجھ کو بددعا دی تھی کہ مرنے سے پہلے مجھ کو رنڈیوں کا منہ دیکھنا پڑے، پھر جریج نے اپنی نماز پڑھنے اور حالتِ نماز میں ماں کے پکارنے اور جریج کے جواب نہ دینے کا پورا قصہ بادشاہ کو اور تمام موجودین کو بتا دیا۔ (الادب المفرد)

یہ حدیث صحیح بخاری میں تین جگہ منقول ہے اور صحیح مسلم میں بھی کتاب البر والصلہ کے دوسرے باب میں مذکور ہے وہاں کچھ اور تفصیل بھی ہے لیکن جریج کے مسکرانے کا واقعہ نہیں ہے اور نہ اس کا سبب صحیحین میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ: امام بخاریؒ نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ نفل نماز پڑھنے والا اپنی ماں کی پکار سن کر نفل توڑ کر ماں کی بات سن لے۔ صحیحین کی حدیث میں یہ بھی ہیکہ بالکل بچپن میں تین شخص کلام کئے ہیں، ایک عیسیٰؑ، دوسرے جریج والے قصہ میں ایک بچہ، جس نے اپنے ناجائز باپ کو صحیح صحیح بتلا کر حضرت جریج کی عصمت کو بچالیا، اسکے علاوہ ایک تیسرا بچہ بھی ہے مگر یہاں امام بخاریؒ کا مقصود ماں کی پکار کا جواب نہ دینے پر ماں کی بددعا سہنی پڑسکتی ہے صرف یہی ثابت کرنا مقصود ہے اسلئے تیسرے واقعہ کو یہاں نہیں بتلایا اور صرف اس ایک واقعہ کو تفصیل سے نقل کردیا اور صحیح مسلم کے آخر میں ایک چوتھے بچے کا بھی ذکر ہے جو اَصۡحَابُ الۡاُخۡدُوۡد والی حدیث میں مذکور ہے۔ (مسلم ۲/۴۱۵)

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن

اسلام اپنے متبعین پر دو طرح کے حقوق عائد کرتا ہے، ایک اللہ کے حقوق اور دوسرے بندوں کے حقوق۔ ان دونوں میں توازن برقرار رکھتے ہوئے بہتر طریقے سے انہیں انجام دینا ضروری ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر واذکار، سنن ونوافل، قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں تو اہل وعیال کی پرورش، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، مسکینوں کو کھانا کھلانا، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرنا، بے کسوں کو سہارا دینا، تنگ دستوں کی مدد کرنا اور معاشرے کے کمزور افراد کی خبر گیری کرنا وغیرہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

یہ دین کا ناقص اور غلط تصور ہے

عام طور پر حقوق کی ادائیگی میں بہت سی بے اعتدالیاں پائی جاتی ہیں۔ کچھ لوگ حقوق اللہ کی ادائیگی میں اس قدر منہمک ہوجاتے ہیں کہ بندوں کے حقوق کی

ادائیگی کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ نمازوں کی پوری پابندی کرتے ہیں، سنن ونوافل کا خوب التزام کرتے ہیں اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں رطب اللسان رہتے ہیں ان کے نزدیک اللہ کے حقوق ادا کرنا ہی اصل دینداری ہے، بندوں کے حقوق کی ادائیگی کو وہ دینی فریضہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے دنیاداری کا نام دیتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے گھر بار اور اہل وعیال کو چھوڑ کر دعوت واصلاح کے لئے طویل طویل سفر کرتے ہیں اور مہینوں گھر سے دور رہتے ہیں، انہیں اپنے اہل وعیال کی اور ان کے معاش اور ضروریات کی کوئی فکر نہیں رہتی، وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اللہ ہماری بیوی بچوں کی حفاظت اور کفالت کرے گا، یہ دین کا ناقص اور غلط تصور ہے۔

جو لوگ اللہ کے حقوق تو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں غفلت برتتے ہیں ایسے لوگ دیندار نہیں بلکہ سنگین مجرم ہیں جن کا جرم ناقابل معافی ہے۔

بتاؤ مفلس کون ہے؟

ایک موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا: اَتَدۡرُوۡنَ مَا الۡمُفۡلِسِ؟ جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا: اَلۡمُفۡلِسُ فِیۡنَا مَنۡ لَّا دِرۡهَمُ لَّهُ وَلَا مَتَاعٌ. ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم ودینار (روپیہ پیسہ) اور مال ومتاع نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الۡمُفۡلِسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ یَّاتِیۡ یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ بِصَلَاةِ وَصِیَامِ وَزَکٰوةِ وَیَاتِیۡ قَدۡ شَتِمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَکَ دَمِ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعۡطِیَ هٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ حَسَنَاتِهٖ فَاِنۡ فَنِیَتۡ حَسَنَاتِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّقۡضِیَ مَا عَلَیۡهِ اَخَذَ مِنۡ خَطَایَاهُمۡ فَطَرَحَتۡ عَلَیۡهِ ثُمَّ طَرَحَ فِی النَّارِ. (مسلم مشکوٰۃ المصابیح: ۵۱۲۷) ”میری امت کا مفلس وہ

ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ، اور زکوۃ کی ڈھیر ساری نیکیاں لے کر آئے گا مگر ساتھ ہی وہ کسی کو گالی دیا ہوگا، کسی پر الزام تراشا ہوگا، ناحق کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، جس کے نتیجے میں اس کی نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی جن پر اس نے زیادتی کی ہوگی، اور حقوق دلوائے جانے سے قبل اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کے گناہ اس کے سر تھوپ دیئے جائیں گے، پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا''۔

اہل وعیال کی کفالت دین کا اہم فریضہ

اہل وعیال کی کفالت اور ان کے حقوق کی ادائیگی ایک اہم دینی فریضہ ہے یہ سنن ونوافل سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے تو ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو پراگندہ حال پایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں (میں بناؤ سنگھار کیوں کر کر سکتی ہوں؟) اتنے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھاؤ، انہوں نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسی وقت کھاؤں گا جب کہ آپ کھائیں گے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ مجبوراً ہو کر روزہ توڑ دیا اور ان کیساتھ کھانے میں شریک ہو گئے، رات ہوئی تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ قیام اللیل کیلئے کھڑے ہوئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سوئے رہو، حضرت

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو مجبور سونا پڑا، رات کے آخری پہر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں جگایا اور کہا کہ چلو اب نماز پڑھیں، پھر دونوں نے مل کر نماز ادا کی، اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم پر اپنے رب کا حق ہے اسی طرح اپنے نفس اور اہل وعیال کا بھی حق ہے، ہر ایک کا حق ادا کرو، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا: سلمان رضی اللہ عنہ نے ٹھیک کہا۔ (بخاری)

اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی

بعض حالات میں اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی کو جہاد جیسی اہم عبادت پر مقدم کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مُحْرِمٌ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُكْتُتِبْتُ فِیْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتْ امْرَأَتِیْ حَاجَّةً قَالَ: اِذْهَبْ فَاحْجُجْ مَعَ امْرَأَتِكَ. (بخاری ومسلم: مشکاۃ المصابیح: ۲۵۱۳)

''کوئی بھی شخص کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے اور نہ ہی کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے، ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں فلاں فلاں جنگ میں اپنا نام لکھوا چکا ہوں جب کہ میری بیوی حج کا ارادہ کر چکی ہے، بتائیے میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی بیوی کے ساتھ جاؤ اور فریضہ حج ادا کرو''۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے حق میں جہاد سے افضل حج ہے، اگرچہ حج اس کے حق میں نفل ہے کیونکہ اسکی بیوی پر حج فرض ہو چکا ہے اور وہ محرم کے بغیر اس کو ادا کرے سے قاصر ہے''۔ (فتح الباری: ۹/۲۱۲)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت میں حصہ

جنگ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو (جو جنگ میں شرکت کے خواہش مند تھے) جنگ میں شرکت سے محض اس لئے روک دیا کہ وہ اپنی بیوی کی عیادت اور تیمارداری کریں، ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ بشارت بھی سنائی: اِنَّ لَکَ اَجۡرُ رَجُلٍ مِمَّنۡ شَھِدَ بَدۡرِ اَوۡ سَھۡمَہٗ. (بخاری: مشکوۃ المصابیح: ۶۰۸۱) ''تمہیں بدر میں شرکت کا بھی ثواب ملے گا اور تم مال غنیمت میں حصہ بھی پاؤ گے''۔

جنگ کے موقعوں پر اعرابی آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں شرکت سے رخصت طلب کرتے، آپ ان کے ظاہری عذر کو دیکھ کر انہیں رخصت دے دیتے۔

شیر خوار بچے نے گواہی دی

اہل وعیال کی طرح والدین کی خدمت، ان کی اطاعت وفرمانبرداری ان کے ساتھ حسن سلوک، اوران کے حقوق کی ادائیگی بھی بہت ہی اہم ہے اس میں ذرا سی غفلت بڑے نقصان کا باعث ہوسکتی ہے۔ صحیح مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے ہی عبادت گزار شخص کا واقعہ مذکور ہے، جو ماں کی خدمت میں کوتاہی کی وجہ سے ماں کی بددعا کا شکار ہوئے۔ ان عابد کا نام جریج تھا، ایک مرتبہ وہ اپنی عبادت گاہ میں مصروف عبادت تھے۔ کہ ماں ملاقات کے لئے آئی، جریج کو آواز دی، وہ نماز میں مصروف تھے، اس لئے دروازہ نہیں کھول سکے، جواب نہ پاکر ماں یہ بددعا کرتے ہوئے لوٹ گئی کہ اللہ تجھے کسی زانیہ کے ہاتھ رسوا کرائے''۔ ایک دن جریج اپنی عبادت گاہ میں تھے کہ ایک بدکار عورت آئی اورانہیں بدکاری کی دعوت دینے لگی۔

جریج نے سختی سے انکار کردیا، تو اس نے ایک چرواہے سے اپنی ہوس کی آگ بجھالی، جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہوگئی، جب اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے؟ (یعنی کس نے تیرے ساتھ بدکاری کی) تو اس نے جریج کا نام لیا۔ لوگوں نے جیسے ہی جریج کا نام سنا تو آپے سے باہر ہوگئے، ان کے گرجا گھر کو ڈھادیا، اورانہیں قید کردیا۔ جب جریج کو حقیقت واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے وضو کیا اوراس دودھ پیتے بچے کو طلب کیا اوراس سے پوچھا کہ بتا تو کس کی کارستانی کا نتیجہ ہے؟ (قدرت نے اس بچے کو قوت گویائی دی) اس بچے نے کہا: میرا فلاں چرواہے کے نطفے سے ہوں۔ بے زبان بچے کی زبان سے یہ سننا تھا کہ لوگوں کو یقین ہوگیا کہ جریج واقعی بے گناہ ہیں انہیں اپنی غلطی پر ندامت ہوئی اوران کے دلوں میں جریج کی عقیدت اور بڑھ گئی، انہوں نے جریج سے درخواست کی کہ ہم آپ کے لئے سونے کا گرجا بنادیتے ہیں، جریج نے کہا کہ نہیں میرے لئے مٹی کا گرجا ہی کافی ہے''۔

اس واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ والدین کے حقوق سے غفلت کا انجام کس قدر سنگین ہوتا ہے''۔

والدین کی خدمت اور جہاد

والدین اگر اولاد کی خدمت کے محتاج ہوں تو جہاد جیسی عبادت پر ان کی خدمت کو ترجیح دی گئی ہے۔ صحابی رسول عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَفِیۡھِمَا فَجَاھِدۡ۔ ''جاؤ ان کی خدمت کرو جہاد کا ثواب پاؤ گے''۔ (ابوداؤد: ۲۵۲۹)

اس حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والدین کیساتھ حسن سلوک ایک اہم دینی فریضہ ہے اور یہ جہاد سے افضل ہے اس میں ان لوگوں کیلئے دلیل ہے جن کی رائے یہ ہے کہ اگر والدین مسلمان ہوں تو جہاد میں شرکت کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے''۔ (شرح النووی: ۳۳۳/۸) ایک مسلمان پر معاشرے میں پائے جانے والے مختلف افراد کے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں احادیث میں ان حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جن کو ادا کئے بغیر وہ نہ صحیح معنوں میں مسلمان ہوسکتا ہے اور نہ قیامت کے دن نجات پاسکتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھے گا: اے ابن آدم! میں بیمار تھا، تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں کیسے تیری عیادت کرسکتا تھا۔ تو تو رب العالمین ہے، پروردگار کہے گا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں بھوکا تھا، تو نے مجھے نہیں کھلایا، بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا، تو تو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں پیاسا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پلاتا، تو تو رب العالمین ہے۔ پروردگار کہے گا: میرا فلاں بندہ پیاسا تھا اگر تو اسے پلاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا''۔ (مسلم: مشکوٰۃ: ۱۵۲۸)

حقوق العباد اور حقوق اللہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک عورت صوم وصلاۃ کی پابند ہے اور صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرتی ہے مگر

ساتھ ہی اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی رہتی ہیں (ایسی عورت کا انجام کیا ہوگا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی عورت جہنم میں جائے گی۔ اس کے برعکس ایک عورت ایسی ہے جو زیادہ نوافل کا اہتمام تو نہیں کرتی۔ (صرف فرائض پر اکتفا کرتی ہے) مگر پڑوسیوں کا حق ادا کرتی ہے، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت جنت میں جائے گی''۔ (صحیح الترغیب والترہیب، حدیث نمبر ۲۵۶۰)

جس طرح حقوق العباد سے بے پرواہ ہوکر صرف حقوق اللہ کی ادائیگی پر توجہ دینا نقصان دہ ہے۔ اسی طرح حقوق اللہ سے بے اعتنائی برتتے ہوئے صرف حقوق العباد پر توجہ دینا بھی اجر وثواب سے محرومی کا باعث ہے۔ عبداللہ بن جدعان زمانہ جاہلیت میں بڑا خدمت گزار آدمی تھا مگر حقوق اللہ کی ادائیگی سے بے پروا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرمؐ سے اسکے متعلق پوچھا کہ ابن جدعان زمانۂ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ چیز اس کو فائدہ پہنچائے گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہا: رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِيْئَتِیْ يَوْمِ الدِّيْنِ . کفار ومشرکین کی ڈھیر ساری نیکیاں اسی لئے ضائع ہوں گی کہ انہوں نے اللہ کے حقوق کو نہیں پہچانا اور ان کو ادا کرنے میں کوتاہی کی''۔

اسلام کا اپنے متبعین سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ دونوں کے حقوق پوری طرح ادا کریں اور ان دونوں میں توازن برقرار رکھیں، ایک کی ادائیگی کی وجہ سے دوسرے کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ مولانا محمد یوسف اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

دونوں حقوق اسلامی کردار کے دو رُخ ہیں

''دیندار مسلمان وہ ہے جو اللہ اور بندے دونوں کا حق ادا کرتا ہے بات یہ نہیں ہے کہ عبادت کرنے والے کو بندگان خدا کے حقوق ادا کرنے چاہئے۔ یہ اندازہ بہت

ڈھیلا ڈھالا ہے،اس سے اصل حقیقت کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی۔ جسطرح یہ انداز بیان صحیح نہیں ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرنے والے کو نماز اور روزے کا بھی پابند ہونا چاہئے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ کا حق اور بندے کا حق ایک ہی اسلامی کردار کے دورخ ہیں، جسطرح سکے کے دورخ ہوتے ہیں اور یہ کہنے کی بات نہیں ہوتی کہ سکے کا اگر یہ رخ ہے تو وہ بھی ہونا چاہئے بلکہ سکہ تو ہوتا ہی وہ ہے جس کے دورخ ہوں۔ اسلامی عقائد کے سرچشمے سے جس طرح عبادات کے اہتمام کا جذبہ ابھرتا ہے اسی طرح انسانی حقوق کا احساس بھی لازماً پیدا ہوتا ہے اور ایمان باللہ کے عقیدے سے بیک وقت کردار کے یہ دونوں حسین رخ جنم لیتے ہیں''۔ (شعور حیات: بحوالہ اسلام دین اعتدال:۱۴۲)

رسول اکرم ﷺ کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے درمیان توازن کا حسین سنگم تھی۔ آپ ﷺ حقوق اللہ کی ادائیگی میں اس قدر محنت کرتے کہ لوگوں کو ترس آتا، لوگوں کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا ۔ ''کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟'' اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی آپ ﷺ بے مثال تھے، اہل وعیال کے لئے بھی وقت دیتے، گھر کے کاموں میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور معاشرے میں پائے جانے والے پریشان حال افراد کی دست گیری فرماتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکُلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔ (بخاری، کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ) ''آپ ﷺ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور مصیبت کے دنوں میں متاثرہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں''۔

یہ پاکیزہ نمونہ داعیٔ اعظم کی زندگی میں

مولانا یوسف اصلاحی لکھتے ہیں: ''اللہ اور بندوں کے حقوق کا مثالی احساس اور مطلوب امتزاج وہ پاکیزہ نمونہ ہے جو ہمیں داعی اعظم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قیام گاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں، گھر کے لوگوں سے مختلف قسم کی گفتگوئیں ہورہی ہیں اور ایک خوشگوار ماحول ہے کہ اسی دوران مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اذان کی آواز سنتے ہی آپ ﷺ یکا یک اس طرح اٹھ جاتے ہیں گویا گھر کے یہ سارے لوگ اجنبی ہیں اور آپ ﷺ کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اللہ سے حسن تعلق کا رخ ہے۔ دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے: آپ ﷺ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ دل وابستگی سے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں اور بے اختیار آپ ﷺ کا جی چاہتا ہے کہ قراءت کچھ اور طویل کردیں کہ اسی دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے، آواز سنتے ہی آپ ﷺ نماز مختصر کردیتے ہیں کہ ماں کے نازک دل کو بچے کے رونے کی وجہ سے کہیں تکلیف نہ پہنچ جائے''۔

(شعور حیات: بحوالہ اسلام دین اعتدال:۱۴۳)

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن

اسلام کا تصور دین حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن پر قائم ہے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کی دوری کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا وہ صحیح اور متوازن تصور نہیں پایا جاتا جس کی نشان دہی اسلام نے کی ہے۔ مسلمان عملاً دو طبقوں میں بٹ چکے ہیں۔ ایک طبقہ صرف حقوق اللہ کی طرف توجہ دیتا ہے، اسے حقوق العباد سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ اور اسی کو وہ دین داری کی معراج

سمجھتا ہے۔ دوسری جانب ایک طبقہ ایسا ہے جو حقوق العباد کی ادائیگی ہی کو مقصد زندگی سمجھتا ہے، حقوق اللہ کے معاملے میں وہ بڑی غفلت کا شکار ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ دونوں طبقے اپنے اپنے رویے کو عین اسلام سمجھتے ہیں، اپنی روش کا سنجیدگی سے جائزہ لینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جب کہ اسلام کی تعلیم اس بے اعتدالی سے پاک ہے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے صحیح مفہوم اور مقام کو سمجھیں، ان کی ادائیگی میں اسوہ رسول ﷺ کو ملحوظ رکھیں اور کتاب وسنت کی مذکورہ تعلیمات کی روشنی میں اپنی اصلاح فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆

استاد کی عظمت اور فضیلت

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس نے مجھے ایک حرف بھی بتایا میں اس کا غلام ہوں، وہ چاہے مجھے بیچے، آزاد کرے یا غلام بنائے رکھے''۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے اس جہاں میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. کہہ کر حضور ﷺ کی شان بحیثیت معلم بیان کی ہے، خود رسالت مآب ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ ''میں استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔ اسلامی نظام تعلیم میں استاد کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ معلم کی ذات ہی علم ارتقاء سے وابستہ ہے۔ نئی نسل کے مستقبل کی تعمیر کے سلسلے میں استاد کی مثال ایک کسان اور باغبان کی سی ہے۔

استاد قوم کے محافظ ہیں علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ معلم کی عظمت واہمیت کے عکاس ہیں۔ ''استاد دراصل قوم کے محافظ ہیں کیوں کہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اور ان کو ملک کی خدمت کے قابل بنانا انہیں کے سپرد ہے۔ سب محنتوں سے اعلیٰ درجہ کی محنت اور کارگزاریوں میں سے سب سے زیادہ بیش قیمت کارگزاری ملک کے معلموں کی کارگزاری ہے۔ معلم کا فرض سب فرائض سے زیادہ مشکل اور اہم ہے۔

کیونکہ تمام قسم کے اخلاقی، تمدنی اور مذہبی نیکیوں کی کلیدی اس کے ہاتھ میں ہے اور ہر قسم کی ترقی کا سرچشمہ اس کی محنت ہے''۔

ہنری (Henry) کا کہنا ہے ''معلم فروغ علم کا ذریعہ ہے لیکن اس کے علم سے فائدہ وہ نیک بخت اٹھاتے ہیں جن کے سینے ادب واحترام کی نعمت سے مالا مال ہوں کیونکہ ادب ایک درخت ہے اور علم اس کا پھل۔ اگر درخت ہی نہ ہو تو پھل کیسے لگے گا؟ اب ملت اسلامیہ کی قابل قدر، قد آور چند شخصیات کے احوال واقوال کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کی درخشندہ مثالیں قائم کیں۔ اور جو ہمارے لئے مشعل راہ بھی ہیں:

ابن عباس کے استاد ابیُ بن کعب رضی اللہ عنہ

خلیفہ چہارم امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس نے مجھے ایک حرف بھی بتایا میں اس کا غلام ہوں، وہ چاہے مجھے بیچے، آزاد کرے یا غلام بنائے رکھے''۔ ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ ''عالم کا حق یہ ہے کہ اس کے آگے نہ بیٹھو اور ضرورت پیش آئے تو سب سے پہلے اس کی خدمت کے لئے کھڑے ہو جاؤ''۔ مفسر قرآن حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ معارف قرآن کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر جاتے تو ان کے دروازے پر دستک نہ دیتے بلکہ خاموشی سے ان کا انتظار کرتے۔ حتی کہ وہ اپنے معمول کے مطابق باہر آتے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بات گراں گذری۔ ایک دن کہنے لگے ''آپ نے دروازہ کیوں نہ کھٹکھٹایا تاکہ میں باہر آجاتا اور آپ کو انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑتی''۔ آپ نے جواب میں کہا ''عالم کا اپنی قوم میں مقام ایسا ہی ہے جیسے نبی ﷺ کا مقام امت میں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ادب کے بارے میں فرمایا (اے دروازہ

نبوت پر آوازیں لگانے والو) اگر تم صبر کرتے یہاں تک کہ میرے رسول خود باہر تشریف لاتے''۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ پھر ان کی سواری کے لئے خچر لایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رکاب تھام لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے ابن عم رسول اللہ ﷺ! آپ ہٹ جائیں، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''علماء اور اکابر کی عزت اسی طرح کرنی چاہئے''۔ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے استاد امام حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے درمیان سات گلیوں کا فاصلہ تھا۔ لیکن آپ کبھی ان کے گھر کی طرف پاؤں کر کے نہیں سوئے۔ آپ دوران درس اپنے استاد کے بیٹے کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی تھیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر کی روئی دھنتے، دودھ اور ترکاری خرید کر لاتے اور اس طرح کے بہت سے کام کرتے تھے۔

اساتذہ کرام کے آداب

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اثنائے گفتگو ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نکل آیا۔ ان کا نام سنتے ہی آپ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ بات نازیبا ہوگئی کہ نیک لوگوں کا ذکر ہو اور ہم اس طرح بیٹھے رہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس بڑی باوقار ہوتی تھی، تمام طلبہ مؤدب بیٹھتے، یہاں تک کہ ہم لوگ کتاب کا ورق آہستہ الٹتے کہ کھڑکھڑاہٹ کی آواز پیدا نہ ہو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے نماز پڑھی ہو اور اپنے استاد سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعا نہ مانگی ہو۔ ایک روایت ہے کہ آپ ہر نماز کے بعد پہلے امام اعظم کیلئے دعاء مغفرت کرتے تھے پھر اپنے والدین کیلئے۔

آپ فرماتے مجھے اپنے استاد حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کبھی پانی پینے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ہارون رشید نے عالم دین کا اکرام کیا

ہارون الرشید کے دربار میں کوئی عالم تشریف لاتے تو بادشاہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ درباریوں نے کہا کہ اس طرح سلطنت کا رعب جاتا رہتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اگر علماء دین کی تعظیم سے رعب سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔ ایک دفعہ ہارون الرشید نے ایک نابینا عالم کی دعوت کی اور خود ان کے ہاتھ دھلانے لگا۔ اس دوران میں عالم صاحب سے پوچھا، آپ کو معلوم ہے کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ عالم نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر ہارون الرشید نے جواب دیا میں نے یہ خدمت خود انجام دی ہے۔ اس پر عالم دین نے کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا بلکہ جواب دیا کہ ہاں آپ نے علم کی عزت کے لئے ایسا کیا ہے۔ اس نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے۔

ہارون الرشید نے اپنے بیٹے مامون کو علم و ادب کی تعظیم کے لئے امام اصمعی کے سپرد کر دیا تھا۔ ایک دن ہارون اتفاقاً اس کے پاس جا پہنچا دیکھا کہ اصمعی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون الرشید نے برہمی سے کہا: میں نے تو اسے آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے آپ نے شہزادے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔

حضرت یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔ (آداب المتعلمین ص:۱۰)

اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے: جو شخص علم حاصل کرنے میں ایک لمحہ کی ذلت برداشت نہ کر سکے، وہ پھر ساری عمر جہالت کی ذلت میں زندگی گزار دیتا ہے۔

علامہ اقبال کی نظر میں استاد کی اہمیت

مولوی سید میر حسن اقبال کے اساتذہ میں وہ باکمال شخصیت ہیں جنہوں نے آپ کی تربیت میں یادگار کردار ادا کیا، جب اقبال کو ''سر'' کا خطاب دیا جانے لگا تو آپ نے کہا کہ پہلے میرے استاذ سید میر حسن کو شمس العلماء کا خطاب دیا جائے تب میں یہ خطاب قبول کروں گا۔ اسی طرح بیماری کے دنوں میں ڈاکٹروں کے بے حد اصرار کے باوجود آپ نے اپنے استاد محترم کے کہنے پر گردے کا آپریشن نہیں کروایا۔ ایک دفعہ اقبال اپنے چند دوستوں کے ہمراہ گلی میں بیٹھے تھے کہ اچانک انہوں نے دور سے مولوی صاحب کو آتے دیکھا تو جلدی سے ان کے پاس پہنچے، اس حالت میں کہ ان کے پاؤں میں جوتا بھی نہ تھا۔ اقبال ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے حتی کہ مولوی صاحب کو ان کے گھر پہنچا کر واپس آئے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار کہا تھا کہ یورپ کا کوئی عالم یا فلسفی ایسا نہیں جس سے میں نہ ملا اور کسی نہ کسی موضوع پر بلا جھجک بات نہ کی ہو لیکن نہ جانے کیا بات ہے کہ شاہ جی (مولوی سید میر حسن) سے بات کرتے ہوئے میری قوت گویائی جواب دے جاتی ہے۔ بہر کیف خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین اسلام میں استاذ کو جو بلند مقام حاصل ہے دیگر مذاہب میں اس کا تصور بھی محال ہے۔

☆☆☆

دورِ حاضر کیلئے امام الانبیاء علیہ السلام کی پیشین گوئیاں

قال ابن جرير فی تهذيب الآثار حدثنی ابو حميد المحمصی احمد بن المغيره حدثنا عثمان بن سعيد عن محمد بن مهاجر حدثنی الزبيدی عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی الله عنها انها قالت يا ويح لبيد حيث يقول ذهب الدين يعاش فی اكنافهم، وبقيت فی خلف كجلد الا جرب قالت عائشة رضی الله عنها لو ادرک زماننا هذا؟ قال عروة رحم الله عائشة فكيف لو ادركت زماننا هذا؟ ثم قال الزهری: رحم الله عروة فكيف لو ادرک زماننا هذا؟ ثم قال الزبيدی: رحم الله الزهری فكيف لو ادرک زماننا هذا؟ وانا اقول رحم الله الزبيدی فكيف لو ادرک زماننا هذا؟ قال ابوحميد قال عثمان: نحن نقول رحم الله محمدا فكيف لو ادرک زماننا هذا؟ قال ابن جرير قال لنا ابوحميد رحم الله عثمان فكيف لو ادرک

زماننا هذا؟ قال ابن جرير: رحم الله احمد بن المغيرة: فكيف لو ادرک زماننا هذا؟ (کنزل العمال:۵۷۸/۱۴)

قال العبد الضعيف الجامع: رحمهم الله جميعاً فكيف لو ادركوا زماننا هذا؟ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ لبید کا یہ شعر پڑھا۔

ذهب الذين يعاش فی اكنافهم

وبقيت فی خلف كجلد الا جرب

وہ لوگ رخصت ہوگئے جن کے زیر سایہ زندگی بسر ہوتی تھی اور میں نالائق لوگوں میں پڑا رہ گیا ہوں۔ جیسا کہ خارشی اونٹ تنہا کھڑا ہوتا ہے۔

اگر وہ ہمارا زمانہ دیکھتے تو کیا کہتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تعجب کی کیا بات ہے اگر لبید ہمارا زمانہ دیکھ لیتا تو کیا کہتا؟ عروہ نے فرمایا اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانے کو دیکھ لیتیں تو کیا کہتیں؟ زہری نے فرمایا: اللہ عروہ پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانے کو پالیتے تو کیا کہتے؟ زبیدی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زہری پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ محمد بن مہاجر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زہری پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ابوحمید کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ عثمان بن سعید نے فرمایا: اللہ تعالیٰ محمد پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانے کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ابن جریر کہتے ہیں کہ عثمان بن سعید کے شاگرد ابوحمید نے فرمایا اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ احمد بن مغیرہ پر رحم فرمائے اگر وہ ہمارے زمانہ کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ یہ حقیر

گناہگار مرتب عرض کرتا ہے اللہ جل شانہ اس سب پر رحم فرمائے اگر یہ حضرات ہمارا زمانہ دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟

فتنہ منافقین کا صفایا کر دیتا ہے

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَکْرَھُوْ الْفِتْنَۃَ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّھَا تَبِیْرُ الْمُنَافِقِیْنَ. (رواہ ابونعیم، کنز العمال، ج۱۱ص۱۸۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتنہ کو ناگوار مت سمجھو کیونکہ وہ منافقین کی ہلاکت کا باعث ہے۔

فائدہ: حدیث بالا سے فتنوں کا ایک بہت بڑا فائدہ معلوم ہوا کہ اس سے مومنین ومنافقین کی پہچان ہو جاتی ہے۔ مومن فتنہ سے سرخ رو ہو کر نکلتا ہے اور مناقق اس میں مبتلا ہو کر دنیا وآخرت کی ہلاکت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

زمانۂ فتنہ میں دین پر قائم رہنا آسان نہیں ہوگا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْ عَلٰی النَّاسِ زَمَانَ الصَّابِرِ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہِ کَالْقَابِضِ عَلٰی الْجَمْرِ. (ترمذی ج۲،ص۵۰طبع فاروقی کتب خانہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسمیں دین پر ثابت قدم رہنے والے شخص کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی شخص مٹھی میں انگار بھر لے۔

فائدہ: یہ واقعی اللہ کے سچے پیغمبر نے بالکل سچ فرمایا آج دینی تعلیمات کی پابندی بالخصوص حرام سے مکمل طور پر بچنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ (اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ) دین پر استقامت میں جو اندرونی وبیرونی مشکلات ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔

فتنوں کی جگہوں سے دور رہنے میں خیر ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، سَتَکُوْنُ فِتَنَ الْقَاعِدِ فِیْھَا خَیْرُ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمِ فِیْھَا خَیْرُ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرُ مِّنَ السَّاعِیْ، مَنْ تَشَرَّفَ لَھَا تَسْتَشْرِفُہُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاءَ اَوْ مَعَاذًا فَلْیُعْذِبُہُ.

(بخاری کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تکون فتن القاعد فیہا، الخ، ج:۲،ص:۱۰۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب فتنے ظاہر ہوں گے جو شخص بیٹھا ہوگا وہ کھڑے ہوئے شخص سے اور کھڑا شخص چلنے والے سے اور چلنے والا شخص دوڑ کر جانے والے سے بہتر ہوگا۔ جو ان کا نظارہ کرے گا وہ اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے جس شخص کو اس (وقت) کوئی پناہ گاہ ملے وہ اس میں چلا جائے۔

فائدہ معلوم ہوا کہ صرف نظارے بازی یا شوقیہ طور پر فتنہ کے موقع پر جانا بھی خطرہ سے خالی نہیں اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی ہے کہ فتنوں سے جس قدر دور رہیں دین کی سلامتی کے لئے بہتر ہے۔

زمانہ فتنہ سے متعلق اہم ہدایات

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَمْلِکُ عَلَیْکَ لِسَانِکَ وَاجْلِسُ فِیْ بَیْتِکَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تَنْکِرُ وَعَلَیْکَ بِخَاصَّۃِ نَفْسِکَ وَدَعْ عَنْکَ اَمْرَ الْعَامَّۃِ. (المستدرک للحاکم، ج:۴،ص:۵۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (زمانہ فتنہ میں) اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ اچھے کام کرتے رہنا برے کام چھوڑ دینا۔ اپنی فکر رکھنا اور لوگوں کے معاملات میں نہ پڑنا۔

فائدہ: آخری ہدایت اس مخصوص وقت سے متعلق ہے جب کہ اچھی بات کہنے سننے سے کوئی فائدہ مرتب ہونے کی اور دوسروں سے اس پر عمل کرنے کی سرے سے کوئی امید نہ ہو۔

فتنوں کے زمانے میں کہاں جائیں؟

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتَّبِعُ بِهَا شَعْفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یُفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

(بخاری باب من الدین الفرار من الفتن، ج:۱، ص:۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں مسلمان کا سب سے اچھا مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر چلا جائے گا۔ (اس کا مقصد) اپنے دین کو فتنوں سے بچا کر لے جانا ہوگا۔

فائدہ معلوم ہوا کہ جب فتنوں کا مقابلہ ممکن نہ ہو اور اپنے دین وایمان کی حفاظت ناممکن ہو جائے تو آبادی سے دور گوشہ نشینی میں ہی عافیت ہے۔ ممکن ہے کہ اس طرف بھی اشارہ ہو کہ ہم شہروں کی پرآسائش زندگی کی عادت ڈالنے کے بجائے آبادی سے دور اور فطرت سے قریب پرمشقت مقامات پر رہنے کا بھی حوصلہ رکھیں۔

دین پر استقامت کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَّ مِنْ وَّرَائِکُمْ زَمَانِ صَبْرِ لِلْمُتَمَسِّکِ فِیْهِ اَجْرُ خَمْسِیْنَ شَهِیْدًا مِّنْکُمْ. (کنزالعمال ج:۱۱، ص ۱۱۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بعد صبر کا زمانہ آئے گا جو شخص اس زمانے میں دین سے مضبوطی کے ساتھ چمٹ جائے گا اس کو تم میں سے پچاس شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔

فائدہ رحمت خداوندی کی وسعت دیکھئے کہ پرفتن زمانے میں استقامت دین پر پچاس شہداء صحابہ کی برابر اجر وثواب کی خوشخبری دی جارہی ہے۔

زمانہ فتنہ میں دعاؤں کا اہتمام

عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاتِیْ عَلَیْکُمْ زَمَانٌ لَا یُنْجِیْ مِنْهَا اِلَّا اللّٰهُ اَوْ دُعَاءٌ کَدُعَاءِ الْغَرِیْقِ.

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، کنز، ج:۱۱، ص:۱۵۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس کی مشکلات سے صرف اللہ ہی کی ذات بچا سکے گی یا ایسی دعا جیسی سمندر میں ڈوبنے والا شخص کرتا ہے۔

فائدہ: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ اصل حل اللہ کی طرف سے رجوع اور اللہ جل شانہ سے گڑگڑا کر مانگنے میں ہے۔

☆☆☆

ظاہر سے زیادہ باطن کی اصلاح ضروری ہے

جس انسان کے اندر جس قدر ہمدردی ہوگی اسی قدر اصلاح کی راہیں ہموار ہوں گی۔انبیاء نے اپنے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کیلئے اسی ہتھیار کو استعمال کیا۔قوم نے انہیں جادوگر، شاعر، پاگل، جھوٹا جیسے کتنے ہی برے القاب سے خطاب کیا مگر نبی ان باتوں پر غضب ناک ہونے کی بجائے پوری ہمدردی کے ساتھ کہتے:

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ (الاعراف:۶۷) ''اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں ہے''۔ **يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلاَلَةٌ** (الاعراف:۶۱)

''اے میر قوم! مجھ میں ذرا بھی گمراہی نہیں ہے''۔

اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی غم خواری اپنی قوم سے انتہا کو پہنچ چکی تھی۔سورہ شعراء میں فرمایا گیا:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ. (الشعراء:۳)

''ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ اپنی جان کھو دیں گے''۔

ہمدردی کا یہی وہ جذبہ تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے عرب جیسے بگڑے ہوئے معاشرے کی ایک قلیل مدت میں اصلاح فرمائی۔

داعی کا ہمدرد ہونا ضروری ہے

مصلح کے اندر اگر ہمدری کے جذبات ہوں تو اصلاح کا فریضہ بہت ہی آسان ہوجاتا ہے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں موجود تھے کہ ایک نوجوان آیا۔آپ ﷺ سے کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ وہاں موجود سارے لوگ اس کو ڈانٹنے اور برا بھلا کہنے لگے۔آپ ﷺ نہ برہم ہوئے اور نہ ڈانت ڈپٹ کی بلکہ بڑے پیار و محبت کے ساتھ اس سے کہا: قریب آؤ۔ وہ شخص آپ ﷺ کے قریب ہوگیا۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کے ساتھ زنا کرے؟ اس نے کہا: میں اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔آپ ﷺ نے کہا کہ لوگ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی ان کی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔تم جس سے زنا کرنا چاہتے ہو، وہ بھی تو کسی کی ماں ہوگی، وہ کیسے پسند کرے گا کہ اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا جائے؟ پھر آپ ﷺ نے کہا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بیٹی کے ساتھ کوئی بدکاری کرے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔تو آپ ﷺ نے کہا کہ لوگ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی زنا کرے۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہاری بہن، پھوپھی یا خالہ کے ساتھ بدکاری کرے۔اس نے ہر بار یہی کہا نہیں۔ ہرگز نہیں۔آپ ﷺ نے کہا: لوگ کیسے پسند کریں گے کہ کوئی ان کی بہن، پھوپھی یا خالہ کے ساتھ بدکاری کرے۔پھر آپ ﷺ نے اس کے سینہ پر دست شفقت پھیرتے ہوئے اس کے حق میں یہ دعا کی: اَللّٰهُمَّ

اغْفِرْ ذَنْبَهٗ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ وَحَصِّنْ فَرْجَهٗ. ''اے اللہ! اس کے گناہ کو بخش دے اس کے دل کو پاک کردے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما''۔ (السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۷۰)

حضور ﷺ کے دل میں ہمدردی

اپنی قوم اور معاشرے کے افراد کے تعلق سے آپ ﷺ کے دل میں ہمدردی کے جو جذبات موجزن تھے، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، آپ ﷺ نے ان جذبات کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے: ''میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، کیڑے مکوڑے اور پتنگے ادھر ادھر سے آکر اس میں گرنے لگے، وہ شخص ان پتنگوں کو آگ میں گرنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا مگر وہ اس پر غالب آجاتے، میری مثال بھی اس آدمی ہی کی طرح ہے میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ تمہیں آگ سے دور کر رہا ہوں مگر تم ہو کہ اس میں گرے جا رہے ہو''۔

(بخاری: باب الانتہاء عن المعاصی)

ایک مصلح کے دل میں اسی طرح کی تڑپ اور ہمدردی ہونی چاہئے۔ باطن کی اصلاح پر زور: ظاہر سے زیادہ باطن کی اصلاح اہم ہے۔ کیوں کہ انسان کا ظاہر اس کے باطن کے تابع ہوتا ہے، باطن کی اصلاح ہو جائے تو پھر ظاہر کی اصلاح آسان ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ. (مسلم: باب أخذ الحلال وترک الشبہات)

''سن لو! جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے گا اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا، (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) سن لو! وہ دل ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ بعثت کے بعد مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں

آپ ﷺ کی توجہ ظاہری چیزوں کی اصلاح سے زیادہ باطن کی اصلاح پر تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مدینہ میں اصلاح معاشرہ کے سخت سے سخت احکام نازل ہوئے تو اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو دشواری نہیں ہوئی۔ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ عرب کی جرائم پیشہ قوم جرائم سے ایسے باز آگئی کہ کبھی نفس یا شیطان کے فریب میں آکر گناہ سرزد بھی ہو گیا تو دربار نبوی میں حاضر ہو کر نہ صرف اعتراف جرم کیا بلکہ سزا کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ موجودہ دور میں اس کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

غریب مسلمان کی فضیلت

حضرت ابوکنود یعنی عبد اللہ بن عامر ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ’’اور ان لوگوں کو اپنے سے دور مت کریں جو اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ اپنے رب کا چہرہ (رضامندی) چاہتے ہیں ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ آپ پر نہیں اور آپ کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ ان پر نہیں، پھر اگر آپ ان کو اپنے سے دور کریں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے‘‘۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’قبول اسلام سے پہلے حضرت اقرع بن حابس تمیمی اور حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کمزور (نادار) مسلمانوں کی جماعت میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور ایسے ہی کچھ اور دوسرے غریب اور کمزور مومنوں کے ساتھ تشریف

فرما ہیں۔ جب انہوں نے ان حضرات کو نبی ﷺ کے اردگرد بیٹھے دیکھا تو انہیں حقیر جانا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے تنہائی میں بات کی اور کہا۔

’’ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ (الگ سے) تشریف رکھیں تاکہ اہل عرب کو ہماری فضیلت اور بلند مقام کا پتہ چلے کیوں کہ آپ کے پاس عرب کے لوگ ہمیں ان غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھیں، اس لئے جب ہم آپ کے پاس آیا کریں تو آپ انہیں اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں، جب ہم فارغ ہو جائیں تو پھر آپ چاہیں تو ان کے ساتھ بھی تشریف رکھیں‘‘۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ٹھیک ہے‘‘۔

انہوں نے کہا: ’’ہمیں اس معاہدے کی ایک تحریر لکھ دیجئے‘‘۔

نبی ﷺ نے لکھنے کا سامان طلب فرمایا اور لکھنے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا۔ ہم غریب مسلمان ایک طرف بیٹھے تھے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام اترے اور وحی کی آیات سناتے ہوئے۔ فرمایا: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ. (سورہ انعام:۵۲)

پھر اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جو اس وقت غیر مسلم تھے اور فرمایا۔ ترجمہ ’’اور اسی طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ لوگ انہیں دیکھ کر کہیں کیا ہم میں یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو ان سے زیادہ نہیں جانتا؟‘‘

پھر فرمایا: وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ. (سورہ انعام:۵۴)

ترجمہ: ''اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ دیجئے تم پر سلام ہو۔ تمہارے رب نے مہربانی کو اپنے ذمے لازم کرلیا ہے''۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اس کے بعد ہم نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن جب وہ وقت آتا جو نبی ﷺ کے اٹھنے کا روزمرہ کا ہوتا تھا تو ہم خود ہی نبی ﷺ کو چھوڑ کر اٹھ جاتے تھے تاکہ آپ ﷺ بھی تشریف لے جاسکیں۔''

☆☆☆

دنیا کا کوئی بھی نظام

علم کے بغیر درجۂ کمال کو نہیں پہنچتا

جناب محفوظ عزیزی صاحب ملی اتحاد، نئی دہلی میں لکھتے ہیں کہ

اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے مسلم معاشرہ کی عجیب حالت ہوتی جارہی ہے۔ بچوں کی ایک بڑی تعداد گلی کوچوں میں گھومتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ ان کی صحیح ترتیب نہ کرنے کی وجہ سے ان میں کھیل کود کا شوق زیادہ بڑھتا جارہا ہے اور تعلیم کی طرف رجحان کم ہوتا جارہا ہے۔ اچھی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کے حسین ترین لمحات برباد کررہے ہیں۔ ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ان کے یہاں ناچ گانے کا شوق زیادہ بڑھتا جارہا ہے جو مسلمانوں کی صفات نہیں۔ بڑے بزرگوں کی بے شعوری کا عالم یہ ہے کہ دن بھر دفتر میں کام کرکے جب واپس گھر آتے ہیں تو بازار کا رخ کرتے ہیں اور اپنے بقیہ اوقات خوش گپیوں میں گزار دیتے ہیں اور عورتوں کی بے شعوری کا عالم بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔ انکے یہاں نہ تو پردہ کا لحاظ ہے اور نہ نماز کا خیال جو عورتیں اپنا زیادہ وقت بازار میں بغیر کسی کام کے بھٹکنے میں گذار دیتی ہیں۔

اپنی اولاد کی تربیت کیسے کرسکیں گی؟ آج حالت یہ ہوگئی ہے کہ جب بھی کسی مسلم بستی کا پتہ لگانا ہو تو جہاں سب سے زیادہ خرافات ہو رہے ہوں، سمجھ جایئے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے۔ اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنا گویا اپنے ہی ہاتھوں دین اسلام کو نقصان ہے اس سے صرف اولاد ہی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرے کا نقصان ہوتا ہے، پوری قومیت کا نقصان ہوتا ہے، معاشرہ کی اصلاح کا پہلا قدم اولاد کی تربیت ہے کیونکہ انہیں سے خاندان، معاشرہ اور ملک وجود میں آتا ہے، یہ بچے کل جوان ہوکر ملک میں ترقی اور امن وسلامتی کا ماحول قائم کریں گے ان میں سدھار لائیں گے اور باطل کے خلاف نبرد آزما ہوں گے۔ اسلئے انکی تربیت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

والدین اپنے بچوں کو ہر طرح کے لباس پہناتے ہیں اور ان کو ہر طرح کے عادات واخلاق کے متحمل بناتے ہیں، جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے، اور ان ساری عادات کو نہیں بدلتا تو والدین اسے کوستے ہیں کہ یہ ہماری بات نہیں مانتا لیکن انہیں کون بتائے کہ یہ سب آپ ہی کی فراخدلی کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان تعلیم کے میدان میں ہر طبقہ سے پیچھے نظر آرہے ہیں۔ ان میں کچھ علم کی طرف راغب ہیں بھی تو ایسے علم کی طرف جن سے ان کا مستقبل تاریک نظر آرہا ہے اور یہ صحیح رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ دوسری قومیں انہیں پیچھے کرکے آگے بڑھتی جارہی ہے۔ صبح کے وقت ریڈیو اور ٹی وی پر کفریہ گانے سن سن کر مزے لیتے ہیں اور طرح طرح کے خرافات میں ملوث رہتے ہیں۔ اب اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اندر صحیح اور غلط کے فیصلہ کرنے کا کتنا امتیاز باقی رہ گیا ہے اور کیا اس طرح کی قوم کبھی کامیاب ہوسکتی ہے۔

دنیا کا کوئی بھی نظام علم کے بغیر اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا، کوئی بھی قوم علم کے بغیر عزت نہیں پاسکتی کیوں کہ علم روشنی ہے، صحیح اور غلط کے درمیان حد فاصل ہے اسی کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو بامقصد بنا سکتے ہیں اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے

اور اسی کے ذریعے ہم سخت سے سخت دل کو موم بنا سکتے ہیں۔ جہالت اور گمراہی عزت وآبرو اور سب سے زیادہ دین کا نقصان ہے۔ ہمیں چاہے کہ بچوں کو علم سے آراستہ کریں اور ضرورت کے مطابق دنیاوی تعلیم بھی دلائیں لیکن ایسا بھی نہ ہوں کہ دینی تعلیم سے منہ موڑ کر صرف دنیاوی تعلیم پر دھیان دیں۔ مسلمانوں کے لئے دینی تعلیم لازمی ہے۔ گاؤں گاؤں میں دینی مکتب قائم کئے جائیں، کیونکہ آج بھی بہت ایسے دیہات ہیں جہاں پر تعلیم کا معقول انتظام نہیں ہے۔ اب ایسے وقت میں اسلام کی بقا کے لئے مدارس اور مکاتب کا قائم کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ صرف مدارس اور مکاتب کا قائم کردینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ انہیں فعال اور متحرک بنانا بھی بہت ضروری ہے دنیاوی تعلیمی اداروں سے صرف پیسہ کمانا مقصد نہ ہوں بلکہ ان کے ذریعے بچوں کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کیا جائے تاکہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ حکومت کے مقابلہ جاتی امتحانوں میں کامیاب ہوسکیں۔

ان اداروں میں اساتذہ کا کردار یہ ہونا چاہئے کہ وہ بچوں پر زیادہ سے زیادہ دھیان دیں اور ان کی اچھے ڈھنگ سے ذہن سازی کریں، ایسا نہ ہوں کہ وہ بچوں کیساتھ تضیع اوقات کرکے ان کا مستقبل تباہ برباد کرڈالیں۔ علم میں دلچسپی کو باقی رکھنے اور بچوں کی تشنگی کو بجھانے کیلئے لائبریری کا قیام ہو جس سے بچے بروقت فائدہ اٹھاسکیں۔ علماء کرام اور ذمہ داران حضرات عوام میں بیداری لانے اور بچوں میں تعلیمی رجحان کو عام کرنے کیلئے خاص طور پر توجہ دیں اور ماحول سازگار بنائیں۔

☆☆☆

آج شیخ الہندؒ کی حکمتِ عملی کی ضرورت

جناب محمد عیسیٰ منصوری صاحب ماہنامہ دارالسلام جون ۲۰۱۲ء کے کالم میں لکھتے ہیں کہ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کارکردگی، رول اور حکمت عملی سب سے نمایاں ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد ملت اسلامیہ کو رام راج یا برہمن سامراج کا لقمہ تر بننے سے بچایا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں برٹش امپائر کے استحکام اور اسلام کے خلاف انگریز و ہندو ملی بھگت کے بعد ملت اسلامیہ کے بقاء و رہنمائی کا پروگرام دیا۔ برصغیر کی تاریخ میں آپ کا کردار سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نہ صرف مدرسہ دیوبند کے پہلے طالب علم تھے بلکہ بانی مدرسہ دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی علمی، فکری و عملی جانشین بھی تھے۔ ۱۸۵۷ء کی شکست کے بعد برٹش امپائر اور برہمن سامراج نے ملی بھگت کر کے ملت اسلامیہ کو غلام اور شودر بنانے کی منصوبہ بندی کر لی تھی۔ ملت اسلامیہ ہند کسی محاذ پر دشمن کا سامنا کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔ اور حوصلہ ہار چکی تھی کیونکہ ۱۸۵۷ء میں علماء مشائخ اور دینی جذبہ رکھنے والے مسلمان ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں قتل

اور پھانسی چڑھ گئے یا کالا پانی وسلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیئے گئے۔ ایسے نازک حالات میں ملت اسلامیہ کے لئے اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے والے جان فروش طبقہ (علماء حق) نے ملت کے زخموں کو مندمل ہونے اور ایک نئی نسل کی تیاری کے لئے نئی حکمت عملی پر عمل شروع کر دیا۔ وہ حکمت عملی یہ تھی کہ کچھ عرصہ کے لئے دشمن کے سامنے سے ہٹ کر اسے غافل کر دیا جائے اور تعلیم و تربیت اور جذبۂ جہاد سے لیس ایک اور نسل تیار کی جائے۔ اس مشن کی خاطر دیوبند میں مدرسہ اور گنگوہ میں خانقاہ کے نام سے کام شروع ہوا، بقول حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ”میں نے دشمن کو دھوکہ میں رکھنے کیلئے اپنے مشن پر علم کی چادر ڈال دی ہے۔“ اور بقول حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ”حضرت الاستاذ نے یہ مدرسہ محض درس و تدریس کیلئے قائم نہیں کیا تھا؟ بلکہ شاملی کی شکست کے بعد تلافی کیلئے یہ پُر حکمت اقدام تھا۔

شیخ الہند کی پالیسی اور حکمتِ عملی

آج بھی ہم حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی پالیسی و حکمت عملی کے دور میں ہیں، برصغیر میں دین کے تمام ترشعبوں کا سلسلہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر منتہیٰ ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا شبیر احمد عثمانی، بیسویں صدی کے تقریباً سب ہی اکابر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور تربیت یافتہ تھے۔ ان اکابرین نے ملت اسلامیہ کے تحفظ و بقاء احیاء و سربلندی کے لئے الگ الگ محاذ سنبھالا، حضرت مدنی کا اصل محاذ یہ تھا کہ برصغیر اور عالم عرب سے انگریز کو نکالا جائے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کام تصوف کو بدعات محدثات عجمی و بیرونی اثرات سے پاک وصاف کر کے قرآن و سنت کے عین مطابق بنا دیا جائے، حضرت

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کام ملت اسلامیہ کو کلمہ نماز اور دین کی مبادیات سے آشنا کرانا اور ان کے ایمان کو تازہ اور قوی کر کے انہیں پورے دین پر مستقیم کرنا تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے دور میں جب عالم اسلام سے حدیث اور علوم حدیث ختم ہو رہے تھے، ملت اسلامیہ میں حدیث کے علوم کا احیاء کیا، یہ سب ہی اکابر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

دیوبندیت کس کو کہتے ہیں؟

بانی مدرسہ دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملت اسلامیہ ہند کی بقاء وسربلندی کے لئے خاکہ تیار کرنے کے بعد زیادہ وقت نہیں ملا۔ آپ چالیس سال کی عمر میں جوار رحمت میں پہونچ گئے، آپ کے مشن کی تکمیل حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کی، آج دیوبندیت کے لئے اگر کوئی ہستی کامل آئیڈیل ونمونہ ہے تو وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ دیوبندیت نام ہے چار اوصاف کا۔ (۱) علم کامل (۲) عمل کامل (۳) تعلق مع اللہ تقوی (تصوف واحسان) (۴) حمیت وغیرت کامل (جذبۂ جہاد وحریت) آج ہم علمی، عملی، فکری ہر اعتبار سے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہیں، آج برصغیر کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے علماء آپ کے شاگردوں کے تیار کردہ ہیں۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مشن

یاد رہے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد صرف مسلمانان برصغیر کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے تھی، آپ خوب سمجھتے تھے کہ برصغیر سے انگریز کے قدم اکھڑتے ہی وہ عرب ممالک اور دیگر مسلم ممالک پر قبضہ برقرار نہیں رکھ سکے

گا، چنانچہ آپ نے اپنے رازدار شاگرد رشید حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو جس مشن پر روانہ کیا تھا وہ عالمی مشن تھا۔ جس میں جرمنی (یوروپ) سے اسلحہ، خلافت عثمانیہ سے عسکری مدد، افغانستان سے راہداری فوجی اور قبائلی علاقوں سے جانباز سپاہی لے کر مقرر تاریخ، مقرر دن ووقت پر پورے برصغیر میں انگریز کے ایک ایک فرد کو صاف کر کے ملک کو آزاد کروانا تھا۔ حکومت کو اپنے خفیہ اداروں سے تھوڑی سی بھنک مل گئی، اسی لمحہ ڈاکٹر انصاری صاحب نے خفیہ میسیج بھیجا، آپ گرفتاری سے قبل فوراً حجاز نکل جائیں، حجاز میں آپ خلافت عثمانیہ کے ترکی گورنر (مدینہ) غالب پاشا اور ان کے واسطہ سے خلافت عثمانیہ کے وزیر جنگ انور جمال پاشا سے ملاقات کر کے اپنے مشن کو آگے بڑھا رہے تھے۔

دوسری طرف برطانوی شعبہ انٹلی جنس نے لارنس آف عربیہ کے ذریعہ عربوں کو ترکوں سے آزادی کا جھانسہ دے کر حجاز میں ترکی مقرر کردہ حکمراں شریف کو غداری پر آمادہ کرلیا، خلافت عثمانیہ کے ان غداروں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء کو قید کر کے برطانیہ کے حوالے کردیا، اس طرح آپ تقریباً ساڑھے تین سال مالٹا میں قید رہے آپ نے قید میں جو صعوبتیں اٹھائیں، بڑھاپے میں آپ کا جسم زار ونزار ہو گیا اور متعدد موذی امراض لگ گئے، چنانچہ رہا ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو جسم کی ساری توانائی ختم ہو چکی تھی، بمشکل ساڑھے پانچ ماہ زندہ رہے وہ بھی مسلسل صاحب فراش اور وجع المفاصل، پیچش، بواسیر، تپ، لرزہ جیسے متعدد موذی امراض کا شکار رہے۔ لیکن آپ اپنے مقاصد سے ذرا غافل نہیں ہوئے آپ کی فکر وکارکردگی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی فکر، حکمت عملی اور پالیسی کے اعتبار سے اس وقت عالمگیر (گلوبلائزیشن) دور میں تھے جب کہ یورپ محض نیشنلز (وطنیت) کے دور میں تھا۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے رہا ہوئے

آپ ۸؍جون ۱۹۲۰ء کو مالٹا سے رہا ہو کر بذریعہ شپ (بحری جہاز) ممبئ رپورٹ پہنچے، ممبئ میں دو روز نہایت مصروف گذارے، بندرگار سے مولانا شوکت علی اور تحریک خلافت کے ہزاروں پرجوش رضا کار شاندار جلوس کی شکل میں خلافت کمیٹی کے مرکزی دفتر واقع محمد علی روڈ لے گئے، ممبئ میں بھارت کی اہم سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں اور مشاہیر سے آپ نے ملاقاتیں کیں جن میں مہاتما گاندھی اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے رہنما شامل تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس پورے برصغیر میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ کا کوئی رہنما نہیں تھا، نہ صرف طبقہ علماء میں بلکہ کانگریس کمیونسٹ وسوشلسٹ پارٹیوں سمیت سب ہی نے آپ کو اپنا عظیم رہنما تسلیم کیا، دیوبند جا کر بھی آپ تمام سیاسی لیڈروں سے رابطہ میں رہے لیکن مدرسہ دیوبند کو حکومت کے غیض وغضب سے بچانے کے لئے آپ نے اپنے رابطے انتہائی خفیہ رکھے، آپ نے دیوبند میں مدرسہ کے دور میں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا جسے کوٹھی کہا جاتا تھا۔

کانگریس کمیونسٹ وسوشلسٹ اور دیگر پارٹیوں کے رہنما حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ومشورہ کے لئے عموماً گہری رات کے بعد خاموشی سے آتے اور کوٹھی میں ٹھہر جاتے، آپ آدھی رات کے بعد ان سے چپکے سے ملاقات فرما لیتے، سرحد کے خدائی خدمت گار (خان عبدالغفار) کو حکم تھا کہ دیوبند نہ آئیں بلکہ دیوبند سے پہلے یا بعد کے اسٹیشن پر اتریں، آپ وہیں پہنچ کر ملاقات کرلیں گے۔

نئی حکمتِ عملی اور پالیسی

اسارٹ مالٹا کے دوران آپ ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے مسلسل غور وخوض فرماتے رہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں واپسی پر آپ نے اپنی پالیسیوں (حکمت عملی) کو یکسر تبدیل فرما دیا۔ آپ کی نئی حکمت عملی و پالیسی کے دو بنیادی ستون تھے۔ ایک عسکریت کے بجائے ڈائیلاگ، آپ نے دیکھا کہ عالم کفر دن بند طاقتور اور عالم اسلام کمزور و بے بس ہوتا جا رہا ہے۔ اور اپنوں (مسلمانوں) میں غداری و بے وفائی آگئی ہے۔ (ریشمی رومال کی تحریک اپنوں کی غداری ہی سے ناکام ہوئی) چنانچہ ایک قابل جرنیل کی طرح آپ نے جنگ کی حکمت عملی تبدیل کی، آپ مسلسل دیکھ رہے تھے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے مسلمان جہاد نعرہ لگا کر برطانیہ عظمی سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہے کیونکہ انگریز برادران وطن (ہندو) کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کی جہادی تحریکیوں کو کچل دیتا تھا، ہندوستان میں ہندو انگریز کا ہاتھ تھام کر ایک مضبوط اور طاقتور قوم بن رہا تھا اور مسلمان ٹکرا ٹکرا کر ختم ہو رہے تھے اسی لئے آپ کی نئی حکمت عملی یہ تھی کہ ڈائیلاگ کے ذریعہ برادران وطن کو آزادی کی جدوجہد میں ساتھ لیا جائے، آپ جانتے تھے کہ مسلمان تو پیچھے رہ کر بھی اپنے حصہ سے زیادہ قربانیاں دیں گے مگر ہندو قوم مسلمان لیڈرشپ میں قربانی نہیں دے گی، آپ نے قیادت کے لئے ہندو (مہاتما گاندھی) کو آگے کیا کیونکہ جب تک اکثریت ساتھ نہیں دیتی انگریز کو برصغیر چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے دوسری حکمت عملی یہ اختیار فرمائی کی لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے مقتدر طبقات اور شرفاء کو انگریز کی سوچ وفکر اور طرز زندگی کا وارث بنا دیا تھا۔ آپ نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف دست شفقت بڑھا کر انہیں اپنا ترجمان اور اپنی سوچ وفکر اور امنگوں کا وارث بنا لیا، اس

لئے آپ انتہائی ضعف وبیماری کے باوجود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تشریف لے گئے تاکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے درد وفکر میں شریک کر کے انہیں انگریز کے خلاف کھڑا کریں۔ آپ کے ضعف ونقاہت کا یہ عالم تھا کہ آپ دیوبند سے پالکی کی میں لیٹ کر روانہ ہوئے۔ نقاہت کی وجہ سے خطبہ صدارت نہیں پڑھ سکتے تھے جو مولانا شبیر احمد عثمانی نے بڑھا جس میں آپ نے فرمایا:

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں آپ کا خطبہ

”میں نے اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر لبیک کہا کہ اپنی ایک گمشدہ متاع کو یہاں پانے کا امیدوار ہوں“۔

پھر فرمایا: ”اے نونہالان وطن! جب میں نے دیکھا کہ میرے اس درد کے غم وخوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں، مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ ہیں تو میں نے اور میرے چند احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا“۔

اسی خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا: ”آپ میں جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی بھی وقت کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا! ہاں بے شک یہ کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا کہ لوگ نصرانیت (مغربیت) کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب یا مذہب والوں کا مذاق اڑاتے ہیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگتے ہیں ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا اچھا ہے“۔

طبقۂ علماء نے شیخ الہند کی حکمتِ عملی فراموش کردی

آپ کے بے قرار دل سے نکلی صدا نے جدید طبقہ کے دل کو مسخر کر لیا چنانچہ جب آپ نے ترک موالات یعنی برطانوی حکومت سے ہر طرح کا تعاون ختم کرنے کی اپیل کی تو یونیورسٹی کے بہت سے طلباء نے یونیورسٹی سے رشتہ توڑ لیا، یہ واقعہ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کا ہے اسی طرح دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ مسلمانوں کی دوسری بڑی یونیورسٹی حضرت شیخ الہند ؒ کی بدولت وجود میں آئی، غرض حضرت شیخ الہند ؒ نے مالٹا سے واپسی پر برصغیر کی ملت اسلامیہ کو دو بنیادی پالیسیاں عطا کی:

(۱) ڈائیلاگ

(۲) جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو قریب کر کے انہیں اپنا ترجمان بنانا۔

اگر ہم ڈائیلاگ کی راہ پر ہوتے تو آج عالمگیریت کے دور میں اقوام عالم سے ڈائیلاگ کے ذریعہ قرآن کے مطابق انسانی مسائل کا حل پیش کر رہے ہوتے، اسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ عالمی حالات کو جتنا سمجھتا ہے قدیم طبقہ نہیں اور جدید طبقہ کے پاس وہ زبان واسلوب ہے جسے اقوام عالم سمجھتی ہیں، صرف اس کے پاس قرآن وسنت کی صحیح رہنمائی نہیں ہے۔ اگر یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں ملت اسلامیہ کی کشتی موجودہ حالات کے بھنور سے نکل سکتی ہے۔

کاش! حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی نے کچھ اور مہلت دی ہوتی تو آپ کسی حد تک قدیم وجدید کی خلیج پاٹ پاتے۔ سب سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ طبقہ علماء نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کی حکمت عملی فراموش کر دی، نہ ڈائیلاگ جاری رہا نہ جدید تعلیم یافتہ کو قریب کر سکے، بلکہ دونوں طبقات میں دن بدن فاصلہ بڑھتا گیا۔

سپہ سالار اور جانباز سپاہی

بندہ نے ایک بار حضرت مدنی کے ایک شاگرد رشید اور بڑے عالم دین سے پوچھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی ذمہ داریوں، سینکڑوں مریدوں کی تربیت، تصنیف وتالیف، وعظ وتقاریر کے ساتھ ساتھ سیاسی اور جنگ آزادی کے جس عملی میدان میں زندگی گذاری، برسہا برس تک جیلوں، مقدمات، سیاسی پروگراموں اور میٹنگوں میں بنفس نفیس شرکت فرماتے رہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ایک بھی اس راستہ پر نظر نہیں آتا، تو ان کا جواب تھا ایک ہوتا ہے سپہ سالار جو فوج کو لڑانا جانتا ہے اور ایک ہوتا ہے سپاہی جو اپنی ذات سے موت تک لڑتا رہتا ہے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سپہ سالار تھے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جانباز سپاہی۔ البتہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جس میدان کے سالار تھے ان میں آپ نے سینکڑوں، ہزاروں جانشین چھوڑے مثلاً ہزار ہا احادیث پڑھانے والے اور ڈیڑھ سو کے قریب تصوف واحسان کے میدان میں خلفاء۔

ایک بڑا المیہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے شاگردوں نے (جو بلاواسطہ یا بالواسطہ تقریباً تمام ہی علماء دیوبند ہیں) آپ کی جدید پالیسی کے دونوں نکات پر توجہ نہیں دی، اگر طبقہ علماء ۱۹۲۰ء کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی پالیسی کے دونوں نکات پر کار بند ہوکر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنا لیتے تو برصغیر کی تاریخ مختلف ہوتی۔ ہماری غفلت کے سبب اس جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسماعیلی رافضیوں نے علماء کے خلاف استعمال کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک جنگ آزادی میں

ساری قربانیاں مولوی نے دی، جب ان قربانیوں کا پھل ملنے اور آزادی کا وقت قریب آیا تو اسماعیلی آغا خان (جو پشتینی طور پر ہمیشہ سے برطانیہ کا آلہ کار وایجنٹ تھا) نے انگریز کے وفادار غلاموں کو ساتھ لے کر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ قائم کرکے برصغیر کے مسلمانوں کا ترجمان بن بیٹھا۔ ہماری چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں رافضی شیعہ ہمارے اصل دشمن رہے ہیں، بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ: ''رافضیوں نے ہر دور میں یہودیوں سے زیادہ نقصان پہنچایا، سلطان نورالدین زنگی ہوں یا سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمود غزنوی ہوں یا شہاب الدین غوری ان سب کو اسلام کی بقاء کے لئے پہلے اسماعیلی رافضیوں کا اقتدار ختم کرنا پڑا، آج کل ملک شام میں یہی اسماعیلی آغا خانی اہل سنت کا قتل عام کررہے ہیں، یاد رہے موجودہ آغا خان (جو اسماعیلیوں کا زندہ خدا اور زندہ قرآن کہلاتا ہے) کا باپ ۱۹۶۰ء میں فرانس کے شہر کینز میں فوت ہوکر وہیں دفن ہوا، پھر اس کی وصیت کے مطابق ۱۲ سال بعد ۱۹۷۲ء میں اس کی لاش دمشق (شام) منتقل کرکے دفن کی گئی، ان رافضیوں اور علماء دشمن لابی نے علماء کے خلاف پروپیگنڈہ کا وہ طوفان اٹھایا کہ مولوی کے نام اور شکل کو گالی بنادیا، ڈیڑھ سو سال سے آزادی کی جنگ لڑنے والے اور ہر طرح کی قربانی دینے والے غدار اور ہندو وانگریز کے ایجنٹ قرار پائے، آزادی کی جنگ میں کبھی جن کے انگریزی تھری پیس سوٹ کی استری پر شکن تک نہیں پڑی، جو سر سے پیر تک انگریزیت میں ڈوبے ہوئے اور شراب اور خنزیر کے گوشت کے رسیا تھے، وہ مجاہد اسلام قرار پائے۔

۱۹۳۷ء کے الیکشن میں بھی لیگ کو مکمل شکست ہوئی تھی، تحریک پاکستان کا دورانیہ کل ٦.٧ سال (۴۰ء–۴۷ء) ہے اس دور میں جھوٹے پروپیگنڈے کی وہ بھرمار برصغیر کے مسلمانوں کی عقل وسمجھ مفلوج کردی گئی کہ یہ رافضی ٹولہ (جو ہمیشہ سے خلفاء

ثلاثہ اور اہل سنت کا ازلی دشمن رہا ہے) خلافت راشدہ قائم کرنے جا رہا ہے، ان رافضیوں کو قائد بنانے کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ برصغیر کے مسلمان (اہل سنت) کو تین ٹکڑوں میں بانٹ کر بے حیثیت کر دیا گیا اور تینوں جگہ اب تک مسلمان سنیوں کا خون بہہ رہا ہے، بھارت جو سینکڑوں قوموں اور مذاہب کا ملک تھا جن کے عقائد و رسوم ورواج حتی کہ خدا تک الگ الگ تھے، انگریز نے ان سب کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ہندو کے نام پر جمع کر کے مٹھی بھر برہمن سامراج کو دنیا کی عظیم الشان سلطنت (جو اشوک اعظم کی سلطنت سے تین گنا بڑی ہے) وارث بنا دیا، دوسری طرف پاکستان بنتے ہی علماء کو ٹیشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا گیا، پھر علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ کو زہر دے کر راستے سے ہٹا دیا گیا، پارلیمنٹ کے پہلے ہی اجلاس میں شرکت کے بعد مولانا عثمانی ؒ نہایت غم وغصہ کے عالم میں لوٹے کہ اسمبلی کی پوری کارروائی انگریزی میں تھی، میں کچھ سمجھ نہیں پایا کیا رہنمائی کروں؟ یاد رہے مسلم لیگ کی بنیاد (۱۹۰۶ء) سے ہی کاروائی بزبان انگریزی ہوتی تھی کیونکہ آغا خان اور ان کے معنوی فرزند قائد اعظم کی زبان انگریزی ہی تھی، لیگ ٹوڈیوں اور خان بہادروں کی پارٹی تھی، کاش اس وقت بھی علماء کرام اپنے مدارس میں انگریزی کو بحیثیت ایک زبان کے شامل کر لیتے کہ آغا خان اور قائد اعظم کے بجائے بنائے ہوئے پاکستان ایک رافضی حکومت ہے جسے رافضی زرداری ان قبر پرست سجادہ نشینوں کے مدد سے چلا رہا ہے، جو بباطن رافضی وشیعہ ہیں، اسی طرح ایم کیو ایم کے اکثر بااختیار لوگ رافضی ہیں، ہماری پوری چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ رافضی اپنا سب سے بڑا دشمن، اہل سنت مسلمانوں کو سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کا ہمیشہ یہود ونصاریٰ سے گٹھ جوڑ رہا ہے، آپ دیکھیں گے کہ عالم عرب اور عالم اسلام کو اصل چیلنج رافضیت کی طرف سے درپیش ہوگا، ایران کو عربوں کے مقابلہ پر ایٹمی طاقت بنایا جا رہا ہے اور

ایران ومغرب کی تکرار مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے خفیہ ڈپلومسی کے لبادہ میں مخفی نورا کشتی ہے، کاش حضرت شیخ الہند ؒ کے جانشین اس محاذ پر نا کام نہ ہوں۔

مولوی ہار گیا

بندہ گذشتہ دنوں حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری ؒ کے ملفوظات پڑھ رہا تھا، حضرت بار بار نہایت رنج وغم سے فرماتے ”مولوی ہار گیا“ اور یہ مولوی اس وقت تک ہارتا رہے گا جب تک حضرت شیخ الہند ؒ کی پالیسی پر نہیں آتا اور عصری تقاضوں سے آگاہ نہیں ہوتا، آج ہمارے دار العلوموں کی تعداد ہزاروں میں پہنچ گئی، اگر یہ لاکھوں میں پہنچ جائے تب بھی حضرت شیخ الہند ؒ کی حکمت عملی سے گریزاں رہ کر ہم ہارے ہوئے ہی رہیں گے، اگر فارغ ہونے والے علماء دین ایک دو فیصد اس کام کے لئے تیار کر لئے جائیں تو انشاء اللہ مسئلہ حل ہے۔

بندہ نے بہت غور کیا تو اس کی بہت بڑی وجہ جو سمجھ میں آئی ہے وہ ہے دور زوال کا نصاب تعلیم جب کہ دور عروج میں ہمارے فقہاء فقہ تقدیری کے عنوان سے سینکڑوں سال بعد پیدا ہونے والے ہزار ہا مسائل کا حل پیش کرتے تھے، گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دور (عروج) کے علماء وفقہاء اپنی سوچ وفکر کے اعتبار سے اپنے زمانہ سے سینکڑوں برس آگے تھے پھر دور زوال میں زمانہ کی ضرورتوں اور تقاضوں سے دور ہوتے گئے حتی کہ سترہویں صدی آتے آتے اپنے زمانہ کے تقاضوں سے آنکھیں بند کر کے بالکلیہ ماضی کے علوم وفنون سے وابستہ ہو گئے، یعنی عقلیات وفلسفہ کے ان مسائل میں الجھے رہے جو دوسری تیسری صدی ہجری کے مسائل تھے، اسی طرح اپنے دور کے نظریاتی، فکری، اقتصادی مسائل وفلسفوں کے بجائے دوسری تیسری صدی ہجری کے نظریاتی وفکری بحثوں جبریہ، قدریہ، خارجیہ، معتزلہ شکیہ جیسے

نظریات وافکار ہمارے مدارس میں زیر بحث رہے جب کہ دور جدید انیسویں صدی سے ہماری نئی نسل لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کی بدولت اسلامی فلاسفہ ومفکرین کے نام تک نہیں جانتی، اس کے بجائے یہ گذشتہ تین چار صدیوں میں مغرب میں پیدا ہونے والے مفکرین وفلاسفہ اور جدید علمی سائنسی نظریات ہی سے واقف ہے جیسے ڈان، نیوٹن، ہیگل، فرائڈ کے نظریات اور کیپٹل ازم کمیونزم، لبریزم، ترتیت سیکولرزم، ڈیموکریسی سے متاثر ہے، اسی طرح قدیم وجدید طبقہ سے واقفیت ہی نہیں ہوگی تو وہ حل کس طرح پیش کریں گے، ہمارے دور عروج کے علماء ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ، رازی رحمۃ اللہ علیہ، غزالی رحمۃ اللہ علیہ، ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ یونانیوں کے عقلی علوم وفنون، منطق وفلسفہ خود یونانیوں سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

اسلئے وہ اپنے اپنے دور میں ملت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی کر پائے اور مغربی (یونانی) علوم وفلسفوں کی مرعوبیت ومضر اثرات سے بچا سکے۔ یہ اس دور کے مغربی وعصری علوم تھے جو آج تک مقدس بن کر ہمارے گلے کا ہار بنے ہوئے ہیں جب کہ یہ قدیم نظریات وفلسفہ خود یونان ومغرب میں چار پانچ سو سال سے متروک ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ جدید نظریات وسائنس نے لے لی ہے، ہمارے علماء کرام جدید نظریات وفلسفوں سے الرجک ہیں۔

خدارا نئی نسل میں ایسے علماء تیار کریں

بندہ نے شروع میں عرض کیا تھا کہ ہم آج بھی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت عملی اور پالیسیوں کے دور میں ہیں، اگر ہم آپ کی عصری حاضر کے لئے دو نکاتی پالیسی پر کار بند ہو جائیں تو ملت کی صحیح رہنمائی کے اہل ہو سکتے ہیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے مدارس میں کم از کم دو چار فی صد تو ایسے علماء نکلیں جو عصری علوم

وفنون، فکر وفلسفیانہ نظریات وتقاضوں سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں اور نئی نسل کو مطمئن کر سکیں، ایسے علماء تیار کرنے کے لئے بے انتہا محنت کرنی ہوگی اور از سر نو نئی نسل بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو دشمنان اسلام استعمال کرتے رہیں گے۔

الحمدللہ پاکستان کے حالیہ دورے میں امید کی ایک کرن نظر آئی، جامعۃ الرشید سمیت ملک کے متعدد شہروں میں نئی نسل کے علماء کرام نے ملک کی یونیورسٹی کے باصلاحیت نوجوانوں کو اپنا کر دینی وعصری موضوعات پر تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ گویا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت عملی پر کام شروع ہو گیا، ان علماء کرام کی خدمت میں بندہ کی نصیحت یا وصیت یہ ہے کہ اس فیلڈ (میدان) کے تمام افراد انہیں خود تیار کرنے ہوں گے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی پوری ٹیم خود آپ کو تیار کردہ شاگردوں پر مشتمل تھی، اگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بنے بنائے افراد نہیں ملے تو آپ کو بھی نہیں ملیں گے، کیونکہ یہ کام قرون وسطی کے مرتب کردہ نصاب تعلیم کے بس کا ہے ہی نہیں۔

☆☆☆

برطانوی کلمہ خواں

دیارِ مغرب میں حق کی پکار

برطانیہ میں انجام شدہ حالیہ تحقیقات کے مطابق اس ملک میں دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مذہبی ریسرچ سنٹر ''فیس مٹرز'' نے اپنی انجام شدہ تحقیق میں اعلان کیا برطانیہ میں ہر سال ۵ ہزار افراد کی تعداد سے مسلمانوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ایک تھنک ٹینک کی ۲۰۰۹ء کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں اسلامک شرعی کونسل کے تحت اس طرح کے کم سے کم ۸۵ ادارے کام کر رہے ہیں اور گزشتہ تین سے پانچ برسوں میں یہاں آنے والے کیسوں میں تین گنا سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ برطانیہ میں یہ شرعی کونسلیں ۱۹۸۲ء سے کام کر رہی ہیں جو صرف سول معاملات ہی کا حل نکالتی ہیں تاہم انہیں برطانوی قانون کے مطابق نہ تو کسی طرح کے قانونی اختیارات حاصل ہیں اور نہ ہی یہ کسی طرح کا جرمانہ لگا سکتی ہیں۔ ۲۸ سالہ برطانوی شہری عمر شیخ کا کہنا ہے کہ کاروبار میں جب ان کے اپنے برطانوی مسلم پارٹنر کے ساتھ

تنازعہ پیدا ہوا تو انہوں نے برطانوی عدالت کے بجائے شرعی عدالت میں جانے کا فیصلہ کیا۔ اس سے نہ صرف میرے اسلامک اصول پورے ہوتے تھے بلکہ برطانوی عدالتوں کے مقابلے میں یہاں فیصلہ بھی جلدی اور سستا ہوا۔ شرعی عدالت میں انہیں انصاف مفت جب کہ برطانوی عدالتی نظام میں وقت کے ساتھ ساتھ ہزاروں پونڈ کا خرچہ ہوتا۔ مسائل کے شرعی حل کی جانب لوگوں کے رجحان کو دیکھتے ہوئے برطانوی وکلاء کی کئی کمپنیوں نے اسے فائدے کا کاروبار سمجھ کر لوگوں کو شرعی مسائل پر مشورے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ شرعی کونسلوں کی طرف جانے والوں میں اکثر پچاس برس سے کم عمر کے لوگ ہیں جو برطانوی مسلمان تو ہیں لیکن اپنی اسلامی شناخت کو بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں ۔ برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی اردو کے مطابق اس رجحان کو دیکھتے ہوئے برطانیہ میں شرعی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے، تاہم وہیں کئی گروپوں کی طرف سے اس کی مخالفت بھی کی جا رہی ہے اور اس سسٹم کو ختم کرنے کی مہم چلا رہے ہیں۔

یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ

۵ کروڑ ۱۰ لاکھ آبادی کے ساتھ انگلستان یونائیٹڈ کنگڈم کا سب سے بڑا ملک ہے۔ یورپی یونین میں انگلستان کی آبادی چوتھے نمبر پر سب سے زیادہ ہے اور دنیا بھر میں ۲۵ ویں نمبر پر آتی ہے۔ فی مربع کلومیٹر آبادی کی گنجائیت ۳۹۵ر افراد ہے جو یورپی یونین میں مالٹا کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ برطانیہ میں ۲۸ لاکھ مسلمان رہتے ہیں اور ان برطانوی مسلمانوں کا شرعی احکام پر عمل پیرا ہونا کوئی چھوٹی خوشخبری نہیں، یاد رہے کہ برطانیہ میں انجام شدہ حالیہ تحقیقات کے مطابق اس ملک میں دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مذہبی ریسرچ سنٹر ''فیس مٹرز'' نے اپنی

انجام شدہ تحقیق میں اعلان کیا برطانیہ میں ہر سال ۵ ہزار افراد کی تعداد سے مسلمانوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ واضح رہے کہ ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپگنڈہ کا آغاز کیا گیا جس کا مقصد دین اسلام کو اجڈ قرار دیا جانا تھا، مگر رپورٹیں شاہد ہیں کہ دن بہ دن یورپ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ فقط اسلام کے فطری بنیادی اصولوں وعقائد کی بنا پر ہے جو انسانوں کو اس دین سے قریب کر رہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں ایک لاکھ کے قریب افراد اپنا مذہب چھوڑ کر مسلمان ہوگئے ہیں۔ ان میں سفید فام خواتین کی بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ ''فیتھ میٹرز آرگنائزیشن'' کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۱ء تک ۶۰ ہزار برطانوی باشندوں نے اسلام قبول کیا تھا، جب کہ اب یہ تعداد ۹۰ ہزار سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ برس برطانیہ میں ۵۲۰۰/افراد نے اسلام قبول کیا۔ ۱۲۲/نومسلموں سے کئے گئے سروے کے مطابق گزشتہ سال مسلمان ہونے والوں میں سے ۵۶ فیصد سفید فام برطانوی باشندے ہیں اور ان میں ۶۲ فیصد سفید فام خواتین بھی شامل ہیں اور مسلمان ہونے والوں کی اوسط عمر ۲۷ سال ہے۔

اسلام کے بغیر زندگی بے مقصد تھی

رپورٹ کے مطابق نومسلم افراد کی بڑی تعداد نے شکوہ کیا ہے کہ انہیں مسلمان بننے کے فوراً بعد اپنے خاندانوں کی جانب سے سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تاہم ان کا رویہ بتدریج درست ہوتا گیا۔ نومسلموں کی ایک بڑی تعداد خود کو برٹش اور مسلمان تصور کرتی ہے۔ اور اسے برطانوی معاشرے اور کلچر میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ یہ نومسلم سمجھتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے قبل ان کی زندگی بے مقصد تھی۔

برطانیہ ان ''کمیونٹیز'' کا وطن ہے جو مسلم دنیا کے تقریباً ہر ملک سے تعلق رکھتی ہیں اور ہر کمیونٹی کی اپنی تاریخ، ثقافت اور روایات ہیں۔ سب سے بڑی ''کمیونٹیز'' جنوبی ایشیا سے آئی ہیں لیکن ان کے علاوہ عرب اور افریقی کمیونٹیز کے ساتھ ساتھ جنوب مشرقی ایشیا، بلقان اور ترکی کے مسلمان بھی یہاں آباد ہیں۔

برطانیہ میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت

ایسے بھی کئی مسلمان ہیں جو دوسرے مذاہب سے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ کمیونٹیز پورے جزائر برطانیہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور برطانیہ کی معاشی ثقافتی اور سیاسی زندگی کے ہر شعبے میں ان کی نمائندگی موجود ہے۔ چھوٹے کاروباروں سے ریسٹورینٹس، لاء اور اکاؤنٹنسی سے انفارمیشن ٹیکنالوجی، نیشنل ہیلتھ سروس سے تدریس، ٹرانسپورٹ اور پبلک سروسز، سیاست اور میڈیا سے کھیل تک مسلمان برطانیہ کے کثیر النسل اور کثیر العقائد معاشرے میں ایک بیش بہا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مسلمان برطانیہ میں سب سے بڑی مذہبی اقلیت ہیں۔

انٹرنٹ سے لی گئیں معلومات کے مطابق برطانوی مسلمانوں کی تعداد اب بڑھ کر ۲.۸ ملین کے قریب ہوچکی ہے۔ برطانیہ کی بے شمار مسلمان کمیونٹیز گویا نسلی پس منظر کا ایک خزانہ ہیں۔ ۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۱۱.۲ فی صد مسلمان، سفید فام، ۶.۹ فی صد سیاہ فام، سیاہ فام برطانوی، ۷۴ فی صد ایشیائی، ایشیائی برطانوی اور ۷.۵ دیگر، ہیں تقریباً ۵۰ فیصد مسلمان برطانیہ ہی کی پیدائش ہیں اور ۵۰ فیصد کی عمر ۲۵ سال سے کم ہے۔ مسلمانوں کی گنجان آبادی اگرچہ بڑے شہروں میں پائی جاتی ہے لیکن اب یہ کمیونٹیز برطانیہ بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔

برطانیہ میں مسلمانوں کے کھانے پسندیدہ

برطانوی مسلمانوں کے روایتی کھانوں اور ان کے ملبوسات نے برطانوی ثقافت پر گہرا اثر پڑا ہے۔لوگوں کے خریداری اور کھانے پینے کے انداز بدل گئے ہیں اور وہ انوکھے نئے ذائقوں اور اجزاء سے متعارف ہوئے ہیں۔ برطانیہ میں پہلا کری ہاؤس ۱۸۰۹ میں لندن میں کھلا اور آج وہ کھانے جنہیں 'انڈین' کہا جاتا ہے قوم کے پسندیدہ کھانے بن چکے ہیں۔البتہ یہ اور بات ہے کہ ان کھانوں میں سے جو برطانیہ کے 'انڈین' ریسٹورینٹس میں پیش کئے جاتے ہیں، درحقیقت زیادہ تر بنگلہ دیشی اور پاکستانی مسلمانوں کے تیار کردہ ہوتے ہیں۔

ترکی، لبنان اور مراکش کے روایتی کھانوں کی مقبولیت میں بھی اب اضافہ ہورہا ہے۔مسلمانوں کے ملبوسات نے عالمی فیشن کو بھی متاثر کیا ہے۔ملبوساتی مارکیٹ میں مسلمانوں کی ملبوسات کی اپنی شاپس نے ایک خاصی بڑی جگہ بنالی ہے۔ کثیر مسلمان آبادی والے بڑے شہروں جیسے بریڈفورڈ، لیسٹر اور برمنگھم میں تو واقعہ یہی دیکھنے میں آتا ہے۔ برطانیہ کے مسلمان منظم انداز میں زندگی گزار رہے ہیں اور وہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنی نمائندگی کیلئے مصروف تگ ودو ہیں،تمام گروپوں میں مسلمان سب سے کم عمر ہیں۔

۲۰۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۴ فیصد مسلمان ۱۶ سال سے کم عمر ہیں،نوجوانوں اور طلبہ کی کئی تنظیمیں انکی ضروریات کی تکمیل کیلئے وجود میں آچکی ہیں۔ گزشتہ عشرے میں مسلمان برطانیہ میں عام سیاسی دھارے میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوتے رہے ہیں۔

برطانیہ کے مسلمان قومی اور سیاسی دھارے میں شامل

مسلمان کونسلروں میئروں اور ارکین پارلیمنٹ کی تعداد روز افزوں ہے۔اور اس طرح یورپ بھر میں برطانیہ میں سب سے زیادہ مسلمان اراکین پارلیمنٹ ہیں۔ برطانیہ میں کئی مسلمان فلاحی ادارے ہیں جو بنیادی طور پر مسلمان اکثریت والے ممالک اور ان خطوں کو جن کا برطانوی مسلمانوں سے تعلق ہو ہنگامی انسانی امداد اور ترقیاتی تعاون فراہم کرتے ہیں۔ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مشہور تنظیم ''اسلامک ریلیف'' ہے جو ۱۹۸۴ء میں ایک غیر سرکاری تنظیم ''این جی او' کے طور پر وجود میں آئی۔ اسلامک ریلیف ''ڈیزاسٹر ایمرجنسی کمیٹی'' کی ممبر ہے جو بڑے پیمانے پر ہونے والی بین الاقوامی انسانی اپیلوں میں رابطے کا کام کرتی ہے۔

یہ ۲۰۰۴ء کے ایشیائی سونامی اور ۲۰۰۵ء کے پاکستانی زلزلے جیسی تباہیوں سے نمٹنے میں بڑی موثر ثابت ہوئی ہے۔ برطانیہ عالمی اسلامی سرمایہ کاری کے مرکز کی حیثیت اختیار کرنے کی طرف تیزی سے گامزن ہے۔ برطانوی بنک اب اسلامی بنکاری میں تقلید کررہے ہیں اور لندن میں اب کسی بھی مغربی سرمایہ کاری مرکز کے مقابلے میں زیادہ تعداد میں بھی اب اسلامی کاروباری خدمات کی فراہمی میں قیادت کررہی ہیں جن میں انگلش کمرشل لا کو ایک منتخبہ قانون کی حیثیت دی گئی ہے۔

اور معروف وممتاز برطانوی مسلمان ہوگئے

برطانیہ میں مسلمانوں کی تاریخ ۱۰۰۰ سال سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ہے۔جنوب مشرقی آئرلینڈ میں نویں صدی کے ایک بروچ ہے جس پر بسم اللہ کندہ کیا ہوا تھا اور آٹھویں صدی میں شاہ اوفا کے دور کے سکوں کی دریافت سے جن پر کلمہ

شہادت کی مہر تھی، تاریخ کے اس کم جانے پہچانے دور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ البتہ برطانیہ میں مسلمانوں کا پہلا بڑا گروپ اٹھارویں صدی کی ابتدا سے پہلے تک نہیں آیا۔ یہ گروپ بھارت سے آیا تھا، اگلے ۲۰۰ سال میں تجارت اور کاروبار کی بدولت برطانیہ اور مسلم ممالک میں روابط بڑھے، خاص طور پر جب برطانوی تجارتی جہازوں نے غیر ملکی عملے کو بھرتی کرنا شروع کیا۔

۱۸۴۲ء تک تقریباً ۳۰۰۰ مسلمان جنہیں ''لشکری'' کے نام سے جانا جاتا تھا، ہر سال برطانیہ آنے جانے لگے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے شادی کر لی اور کارڈف، لورپول، گلاسگو اور لندن جیسے شہروں میں بس گئے اسلامی عقیدے کی بڑھتی ہوئی کشش کچھ ایسی تھی کہ کئی ممتاز برطانوی مسلمان ہوگئے۔ ان میں ہیڈلی کے پانچویں بیرن اور ایک مشہور سول انجینئر لارڈ ہیڈلی، جنہوں نے کشمیر کے پہاڑی علاقے میں بارہ مولا اور سرینگر کے درمیان سڑک کی تعمیر کی تھی۔ ایک وکل اور شاعر ولیم کوئیلیم، جنہوں نے برطانیہ کی پہلی مسجد بنائی اور ایک ناول نگار اور قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کرنے والے محمد مار ماڈیوک پکتھال شامل تھے۔

دنیائے اسلام کی ذمہ داری

برطانیہ کی پہلی باقاعدہ تعمیر شدہ مسجد کا افتتاح ووکنگ، سرے میں ۱۸۸۹ میں ہوا۔ مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی برطانیہ میں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں شروع ہوئی۔ تارکین وطن زیادہ تر جنوبی ایشیا سے تعلق رکھتے تھے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد محنت کشوں کی کمی پوری کرنے کیلئے آئے تھے۔ وہ زیادہ تر لندن میں اندرون شہر علاقوں، مڈلینڈز کے صنعتی شہروں اور لنکا شائر، یارکشائر اور اسٹریتھ کلائیڈ کے ان شہروں میں آباد ہوئے جو پارچہ بانی کے مرکز تھے۔ آج برطانیہ میں رہنے والے

مسلمان وسیع اور گونا گوں قومیتی اور ثقافتی پس منظر کے حامل ہیں۔ انکی آبادی میں ایک خاصی تعداد اسلام قبول کرنے والے برطانویوں اور یورپی افراد کی ہے۔ مسلمان کمیونٹیز پورے برطانیہ میں پھیلی ہوئی ہیں البتہ لندن مانچسٹر، برمنگھم اور بریڈفورڈ میں انکی آبادی گنجان ہے۔ بہرحال مغرب میں مسلمانوں کی بڑھتی تعداد اور اس پر مستزاد یہ کہ برطانوی مسلمانوں کا اپنے تصفیہ طلب مسائل کا تصفیہ اور ان کا حل شرعی عدالتوں میں تلاش کرنا مسلم دنیا کو دعوت فکر فراہم کرتا ہے اور اس نیک رجحان کے نتیجے میں دنیائے اسلام پر کتنی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ محتاج وضاحت نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان حوالوں سے مسلمان ممالک اپنی ذمہ داری سے کبھی عہدہ برآں ہوگے؟

(مصباح، ص:۳۲)

☆☆☆

حسنِ اخلاق کیا ہے؟

اخلاق عربی لفظ ہے۔اس کے معنی ہے ملنساری وتہذیب وغیرہ۔معنی کے لحاظ سے اس لفظ کا دائرہ فکر وعمل بہت بڑا وسیع ہے یہ لفظ انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں اپنا نہایت مفید دخل رکھتا ہے۔اخلاق خوب صورت دلوں پر اثر کرنے والی میٹھی بول چال، بزرگوں، ہم عمروں، بچوں، دوستوں، ساتھیوں اور ان کے مقام ورتبہ اور عمر کے لحاظ سے ہر ایک سے تہذیب کے دائرہ میں سلیقہ وتمیز وشعور سے پیش آنے، ملنے جلنے کے خوشگوار وپسندیدہ طور طریقہ سکھاتا ہے۔نرمی اور شریں کلامی سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

حسن اخلاق کہنے کو تو صرف دو لفظ ہیں لیکن اس میں انسان کی کامرانی وکامیابی چھپی پڑی ہے، ہمارے نبی ﷺ کی پوری زندگی انہیں دو الفاظ پر محیط ہے۔ حضور ﷺ ہمیشہ تبلیغ کے موقعہ پر نہایت حلیمی اور بردباری سے بات کرتے تھے۔ فریق مخالف کتنا ہی غلط بولتا یا غصہ کرتا آپ حسن واخلاق کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ پورا عرب تھوڑے ہی عرصے میں ان کے زیر نگیں آ گیا۔

میٹھی زبان سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے

حسن اخلاق اور تہذیب کے دائرہ میں رہ کر شیریں کلامی ایسا ہتھیار ہے جو زندگی میں ہر محاذ اور ہر مورچہ پر کامیابی وفتح کا ضامن ہے۔شیریں زبانی سے سنگدل سے سنگدل دشمن کو بھی آسانی سے موم کیا جاسکتا ہے۔خوش اخلاق انسان کی ہر شخص دل سے قدر وعزت کرتا ہے۔آس پڑوس اپنے بیگانے چھوٹے بڑے سب ایسے شخص سے دلی ہمدردی اور محبت کا سلوک وبرتاؤ کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔جو خوش اخلاق ہوتا ہے اس کے برعکس بداخلاق بدزبان جس کا اخلاق اچھا نہ ہو یہ تہذیب ہو جسے بات چیت کرنے کا شعور وسلیقہ نہ ہو ایسے شخص کی عوام کی نگاہوں میں اور سماج میں عزت ووقعت نہیں ہوتی اور نہ ہی ایسے شخص کو ضرورت پڑنے پر اپنے ساتھیوں دوستوں اور عزیموں کی ہمدردی اور خلوص حاصل ہوتا ہے۔تاریخ میں بڑے بڑے لوگوں نے کامیابیاں حاصل کی ہیں اور اس تعلق سے ایک مشہور مقولہ ہے:

’’زبان شیریں ملک گیریں‘‘ یعنی میٹھی زبان سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے۔

مشہور سائنس داں نیوٹن کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے کتے نے اس کا لیمپ اہم کاغذات پر گرا کر نیوٹن کے سارے کاغذات جلا دیئے۔ جو اس کی دن رات کی محنت کا ریکارڈ تھے۔لیکن نیوٹن نے صرف اتنا ہی کہا کہ کتّے کو معلوم نہیں اس نے میری دن رات کی محنت برباد کردی۔

اچھا اخلاق انسان کا زیور ہے

ایسی صورت میں یہ حقیقت تسلیم کرنی ہی پڑتی ہے کہ واقعی اچھا اخلاق انسان کا زیور ہے اور ایسا خوبصورت اور قیمتی زیور جس کی آب وتاب اور چمک دمک کبھی ختم نہیں

ہوتی تازندگی قائم رہتی ہے۔حسن اخلاق کے بارے میں ارشاد باری ہے''اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی، تم برائی کو بہتر سے بہتر روش کے ذریعہ دفع کرو تم دیکھو گے کہ جس سے تمہاری دشمنی ہے وہ یکا یک تمہارا گہرا دوست بن گیا ہے''۔(حم السجدہ) احادیث نبوی ﷺ میں متعدد جگہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی حسن اخلاق کے تعلق سے آیا ہے''میں اسلئے بھیجا گیا ہوں تاکہ محاسن اخلاق کی تکمیل کروں''۔(موطا امام مالک)

''کامل ایمان والا وہ ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے بہتر ہے''۔(ترمذی)

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں''۔(بخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور حسن خلق''۔(ترمذی)

حضرت محمد ﷺ اپنی دعاؤں میں بھی حسن خلق کے تعلق سے دعاء کیا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ سے یہ دعا کرنی ثابت ہے کہ''اے اللہ مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے، اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا اور مجھ سے برے اخلاق کو دور کردے، تیرے سوا کوئی اسے دور نہیں کرسکتا۔(احیاء العلوم، ج:۳)

حضور ﷺ کا اخلاق کے ساتھ جب یہ سوال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ''حضور ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے''۔

حضرت محمد ﷺ کے بیشمار واقعات حسن اخلاق کے تعلق سے احادیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں جو ہمیں حسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔

حسن خلق کی ائمہ تصوف کے یہاں بڑی اہمیت ہے۔سید مصطفیٰ عروسی لکھتے ہیں:''جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب اور محبوب بندوں کو جن انعامات سے نوازا ہے ان میں بہت بڑی نعمت حسن خلق ہے۔''

مشہور بزرگ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حسن خلق''چہرے کی بشاشت، ایذا رسانی سے پرہیز اور انفاق مال کا نام ہے''۔

تمہیں کسی سے مخاصمت نہ رہے

واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ''خلق عظیم یہ ہے کہ تم اپنی ذات کے لئے کسی سے مخاصمت نہ کرو اور نہ تمہاری ذات سے کسی کو مخاصمت ہو۔یعنی حسن خلق صرف نظر اور عفو درگزر کا نام ہے''۔حسن خلق کی نشانی کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ''ہر انسان اپنے عیوب سے ناواقف ہوتا ہے، جب وہ تھوڑا سا مجاہدہ کرکے بڑے سے بڑے گناہ اور بے حیائی کی باتوں کو ترک کردیتا ہے تو بسااوقات وہ یہ خیال قائم کرلیتا ہے کہ اس نے اپنے نفس کو مہذب اور اپنے اخلاق کو اچھا بنالیا۔لہٰذا اب وہ مجاہدے سے مستغنی ہوگیا حالانکہ اس کا یہ خیال صحیح نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مومنوں اور منافقوں دونوں ہی کی صفات بیان کی ہیں، یہ صفات بالعموم یا تو حسن خلق کا ثمرہ ہیں یا سوء خلق کا۔ان آیتوں کو سامنے رکھ کر ہر شخص کو اپنے اخلاق کا جائزہ لینا چاہئے۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ''المومنون'' کی ابتدائی آیتوں۔''سورہ الانفال رکوع:۱، آیت:۲-۳'' سورہ توبہ رکوع:۱۴، کی آیت: ''اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ'' کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ جس شخص پر اپنی حالت مشتبہ ہوگئی ہو اسے اپنے نفس کو ان آیات پر پیش کرنا چاہئے اگر وہ تمام صفات اس میں پائی جاتی ہوں تو یہ حسن خلق کی علامت ہے اور اگر تمام صفات مفقود ہوں تو موجود پر اللہ کا شکر ادا کرے اور مفقود کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ کرے۔

اس کے بعد انہوں نے چند حدیثیں نقل کی ہیں جن میں حضور ﷺ نے مومنوں کی صفات بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ مومن وہ ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو

اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یا یہ کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یا تو اچھی باتیں بولے یا خاموش رہے۔

بزرگوں کے عجیب وغریب واقعات

واقعات کا انسانی قلب پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے اس لئے ذیل میں حسن خلق کے چند واقعات دیئے جا رہے ہیں۔ فضیل بن عیاض کا ایک قول ہے ''اگر میرے ساتھ کوئی خوش اخلاق گنہگار ہو تو مجھے اس کی صحبت اس عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے جو بداخلاق ہو'' اور بداخلاق عابد کا حصہ کثرت ذکر اور کثرت صوم وصلوٰۃ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ وہ اپنی بداخلاقی کی وجہ سے کسی کی نصیحت برداشت نہیں کرسکتا وہ اپنی ظاہری عبادت میں مگن ہوتا ہے اگر اسے نصیحت کی جائے تو کچھ اور نہ ہو جب بھی کم سے کم نصیحت کرنے والے کا عناد اس کے دل میں ضرور پیدا ہو جائے گا اس سے اس کی توقع کم ہے کہ وہ نصیحت قبول کرے اور حق کی طرف پلٹ آئے''۔

''حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ شہر کے قریب بعض جنگلوں میں گئے وہاں ان کی ملاقات ایک ''فوجی'' سے ہوئی۔ اس نے ان سے پوچھا کہ آبادی کدھر ہے، انہوں نے قبرستان کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس نے سمجھا کہ اس کیساتھ مذاق کیا گیا ہے اور پھر اس نے ان کو بہت مارا۔ وہ آگے بڑھا تو اسے کچھ لوگ ملے اور انہوں نے کہا کہ ابھی تم جسے مار رہے تھے وہ خراسان کے زاہد، ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ سن کر وہ انکے پاس واپس آیا اور معذرت کرنے لگا، انہوں نے کہا کہ جب تم نے مجھے مارا تھا تو اسی وقت میں نے تمہارے لئے جنت کی دعا کی تھی اس نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا کہ مجھے یقین تھا کہ اس زدوکوب پر اللہ مجھے اجر دے گا تو میں نے پسند نہیں کیا کہ تمہاری وجہ سے تو مجھے خیر ملے اور میری وجہ سے تمہیں کوئی شر پہنچ جائے۔

''عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گاہک مجوسی تھا وہ ان کی دکان پر کپڑے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا، وہ اسے لے لیا کرتے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ اپنی دکان سے کہیں گئے اور اسی اثنا میں وہ مجوسی آیا اس نے اپنے کپڑے لئے اور کھوٹے سکے دیئے۔ عبداللہ کے شاگرد نے سکے واپس کئے تو پھر اس نے کھرے سکے حوالے کئے۔ جب عبداللہ آئے اور شاگرد سے پوچھا کہ اس مجوسی کا کرتا کہاں ہے؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا تم نے برا کیا۔ ایک عرصے سے میں کھوٹے سکے لے کر صبر کر رہا تھا، میں وہ سکے لیتا اور کنویں میں ڈال دیتا کہ کہیں پھر کسی کو ان سے دھوکہ نہ دیا جائے''۔ ''احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کو راستے میں ایک شخص گالیاں دینے لگا وہ خاموشی سے سنتے رہے، جب وہ اپنے محلے کے قریب پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا اگر کوئی گالی باقی ہو تو وہ بھی دے لو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے محلے کا کوئی نادان میرے نام گالی سن کر تمہیں تکلیف نہ پہنچائے۔'' حسن اخلاق کے حوالے سے یہ تفصیلی گفتگو یقیناً ہمیں کچھ سوچنے پر مجبور کرے گی اور ہم اس خیال سے متفق ہوں گے کہ حسن اخلاق سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے۔ (ماخوذ)

☆☆☆

وقت زندگی ہے!

مسافر تباہ حال بستی سے گزرا تو پکار اٹھا: اب بھلا اس اوندھے منہ پڑی، کھنڈر بستی کو کیسے دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا؟ خالق نے کہا: خود ہی مشاہدہ کرلو فوراً اسے اور اس کی سواری کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ پورے سو سال مردہ حالت میں گزر گئے۔ پھر خالق نے اپنی قدرت سے مردہ جسم میں دوبارہ روح پھونکی اور پوچھا: کیا خیال ہے، کتنا عرصہ گزر گیا؟ سو (۱۰۰) سال تک مردہ پڑے رہنے والے مسافر نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔

خالق نے بتایا: تم نے پورے سو سال گزار دیئے۔ اب میری قدرت کا ایک منظر دیکھو، تمہارا گدھا بھی سو برسوں میں پیوند خاک ہو گیا ہے لیکن تم اپنے ساتھ جو کھانا لے کر جا رہے تھے وہ جوں کا توں پڑا ہے باسی تک نہیں ہونے دیا گیا اور اب دیکھو ہم تمہارے گدھے کو کیسے زندہ کرتے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے راکھ بنی، ہڈیوں کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا، پھر ان پر ماس اور چمڑا مڑھ دیا گیا، تازہ دم سواری پھر سے تیار تھی، مسافر پکار اٹھا: پروردگار میں بخوبی جان گیا کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

انسانی زندگی قلیل ہے

سورہ بقرہ میں تفصیل سے بیان کئے گئے اس واقعے سے کئی اسباق حاصل ہوتے ہیں، لیکن ایک اہم حقیقت جو اس منظر کی طرح دیگر کئی قرآنی مناظر سے بھی واضح ہوتی ہے، یہ ہے کہ گزرا ہوا وقت جتنا بھی طویل کیوں نہ ہو، مختصر ہی محسوس ہوتا ہے، بندہ اس حقیقت کا مشاہدہ واظہار آخرت میں بھی کرے گا اور قرآن کریم کے الفاظ میں یہی تکرار کرے گا: ''پروردگار ہم تو دنیا میں ایک آدھ ہی دن گزار کر آئے ہیں''، ہم تو بس اتنی دیر دنیا میں رہے کہ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر سکے، بس چند ساعتیں ہی گزاری ہیں، صرف چاشت کی کچھ گھڑیاں گزریں، حالانکہ ان سب لوگوں نے معمول کی زندگی گزاری ہوگی اور ان میں سے ایک بڑی تعداد کی پیٹھ پر گناہوں کا خوف ناک انبار لدا ہوگا۔

گزرا وقت مختصر لگنے اور گزرنے والا وقت تیز رفتار ہونے کا مشاہدہ انسان کو دنیا میں بھی ہر وقت ہوتا رہتا ہے، جتنی بھی عمر گزر جائے، آنکھیں بند کر کے دیکھیں تو کل کی بات لگتی ہے، ابتدائی بچپن کی یادیں بھولے بسرے مناظر، گاہے اچانک مجسم وقت کا حساب کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ اچھا! اتنا عرصہ گزر گیا۔

حضور ﷺ کی پیشین گوئی

تازہ مثال دیکھ لیجئے ابھی کل ہی ساری دنیا میں نئی صدی کے آغاز کا غلغلہ تھا، نئے ہزارے، نئے ملینیم اور اکیسویں صدی کے بارے میں مختلف تجزیے اور تبصرے کئے جا رہے تھے، طرح طرح کے دعوے، خدشے اور منصوبے سامنے آ رہے تھے، وقت کی ایک ہی کروٹ میں آج ہم اس صدی کے پہلے ۱۲ سال پورے کر چکے ہیں،

یکم جنوری ۲۰۱۳ء میں موجودہ ہر شخص صدی کے بارہ برس مکمل کر چکا ہے، پل جھپکنے میں گزرنے والے اس عرصے کا مطلب ہے کہ ہم میں سے ہر شخص نے ہزاروں دن گزار لئے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں یہ اطلاع دے دی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ سال مہینے کی طرح گزر جائے گا، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ ایک دن، ایک ساعت کی طرح گزرتا دکھائی دے گا۔ (احمد و ترمذی)

تیزی سے گزرتا یہ وقت ہی انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے لیکن انسان اسی قیمتی متاع کے بارے میں ہی سب سے زیادہ غافل ہے، رسول اکرم ﷺ کے ایک ارشاد کے مطابق، اللہ کی عطا کردہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے کا شکار ہیں۔: ’’صحت اور وقت فرصت‘‘ صحت کی نعمت بھی اسی وقت قیمتی لگتی ہے۔ جب بندہ اس سے محروم ہونے لگے، ایک عرب محاورہ کے مطابق صحت صحت مندوں کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو صرف بیماروں کو دکھائی دیتا ہے اور وقت کے بارے میں عرب شاعر کہتا ہے:

دقات قلب المرء قائلة له

ان الحیاة دقائق وثوان

ہر دن مخلوق میں منادی کرتا ہے

ترجمہ: ’’دل کی دھڑکنیں بندہ کو ہر دم سمجھا رہی ہیں کہ زندگی تو فقط یہی منٹ اور سکنڈ ہیں۔‘‘

ہر طلوع ہونے والا دن مخلوق میں منادی کرتا ہے:

’’یا ابن آدم انا خلق جدید وعلی عملک شھید آفتزود منی فانی اذا مضیت لا اعود الی یوم القیامة‘‘

اے ابن آدم! میں نئی تخلیق ہوں، میں تمہارے عمل پر گواہ بنایا گیا ہوں تم مجھ سے جتنا استفادہ کر سکتے ہو کر لو، میں چلا جاؤں گا تو پھر قیامت تک واپس نہیں لوٹوں گا۔

صرف یہی نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ تیزی سے گزرنے والے ان لمحات کے بارے میں ہر انسان جواب دہ ہوگا، روز محشر کسی شخص کو تب تک قدم نہیں ہٹانے دیئے جائیں گے جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ جو مہلت عمر تمہیں دی گئی تھی وہ کہاں فنا کی؟ عرب شاعر پھر یاد دلاتا ہے:

یسر المرء ما ذھب اللیالی　　وکان ذھابھن له ذھابا

بندہ خوش ہوتا ہے کہ روز و شب گزر گئے، حالانکہ ان کا گزرنا خود بندے کا اپنی ہستی سے گزرتے چلے جانا ہے۔

نئی صدی کے بارہ برس کیسے گذرے

نئی صدی کے ۱۲ برس پلک جھپکتے مکمل ہو گئے، لیکن اگر سرسری سا جائزہ بھی لیں تو اس دوران عالمی، علاقائی اور ملکی سطح پر بہت بڑی بڑی تبدیلیاں رو پذیر ہو چکی ہیں، نائن الیون کے بعد ایک نئی دنیا وجود میں آ چکی ہیں اس نئی دنیا میں الفاظ کے معانی واصطلاحات کے مفہوم اور روایات واقدار سے لے کر مختلف عالمی بلاک، ملکوں کے نقشے اور اپنے عہد میں سیاہ وسفید کے مالک بہت سے اصحاب اقتدار تک تبدیل ہو چکے ہیں خود کو سپریم اور عالمی قوت سمجھنے والا امریکا، عراق اور افغانستان میں اپنا نشہ قوت ہرن کروا چکا ہے۔ یہ اور بات کہ خود فریبی اور جھوٹی انا اب بھی اسے اعتراف جرم وشکست سے روک رہی ہے۔

مختلف معاشی، سیاسی اور معاشرتی بحرانوں کی فہرست طویل ہو سکتی ہے لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی بہت اہم ہے اسی عشرے میں مفلوک الحال، بے نوا فلسطینیوں

نے مزاحمت، جدوجہد کے الفاظ کو نئے مطالب عطا کیئے ہیں، غزہ میں محصور ۱۵/لاکھ فلسطینیوں نے حقوق انسانی کے جھوٹے دعویداروں کے مکروہ چہرے سے مکروفریب کا پردہ نوچ ڈالا ہے، بچوں، بوڑھوں اور خواتین نے بھی دنیا کو سکھا دیا ہے کہ زندگی کی تمام راہیں مسدود کردی جائیں، تب بھی صرف اللہ تعالیٰ کے سہارے کیسے جیا اور آگ بڑھایا جاتا ہے۔

ملک اور قوم سنگین بحرانوں کی دہلیز پر

تصویر کے یہ دونوں رخ اور ان کے بہت سارے مزید پہلو بہت اہم ہیں لیکن ہم اگر مجموعی طور پر دیکھیں تو ملک، قوم اور امت سب سنگین بحرانوں کی دہلیز پر کھڑے ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ قوم، ملک اور امت آخر کیسے تشکیل پاتے ہیں؟ کیا افراد کے بغیر بھی کوئی قوم یا امت تشکیل پاسکتی ہے؟ تو پھر کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم سب کو ہمیشہ دوسروں کے سر ذمہ داری ڈالنے اور تباہی کا رونا روکر بیٹھ جانے کے بجائے، فرداً فرداً میدان میں آنا ہوگا، فرد میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں، آپ کے اہل خانہ، دوست واحباب، اہل محلّہ، اہل علاقہ، یہی سب افراد بالآخر قوم اور امت کی تشکیل کرتے ہیں اگر ہم میں ہر فرد سوچے ہر فرد اس بات کا جائزہ لے کہ جتنی عمر گزر گئی اس میں ایک فرد کی حیثیت سے اس نے اصلاح ونجات کی خاطر کیا کیا؟ حالیہ بارہ برس ہی کو دیکھ لیجئے ہم ذرا دیکھیں کہ ان ہزاروں دنوں میں ہم میں سے ہر فرد نے کیا کارنامہ انجام دیا؟ اپنے اور اپنے اردگرد بسنے والے افراد کے دل میں کتنا احساس زیاں پیدا کیا؟ اسی سوال کے جواب میں ہماری بہت سی مصیبتوں کا علاج چھپا ہوا ہے۔

ایک ایک لمحہ رب کی قربت کا مستحق

آیئے ۱۲ سال کے اس عرصے کی اہمیت رسول اکرم ﷺ کے اس فرمان مبارک کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی معروف حدیث میں فرمایا: ”كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، تَمْلَآنِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ“۔ ”دو کلمے ایسے ہیں کہ ادا کرنے میں انتہائی آسان ومختصر لیکن قیامت کے روز میزان میں انتہائی وزنی، رحمٰن کو انتہائی محبوب اور اپنے اجر وثواب سے زمین وآسمان کے مابین پوری فضا کو بھر دینے والے ہیں اور وہ دو کلمے ہیں: ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ“۔ خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا محسوس کرکے سکون واطمینان کے ساتھ یہ تسبیح ادا کرنے میں زیادہ سے زیادہ چھ سیکنڈ لگتے ہیں، کیا ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ ۱۰ سال میں ہم رب ذوالجلال سے کیا اور کتنا کچھ حاصل کرسکتے تھے۔

اگر ہم میں سے ہر فرد یہ فیصلہ کرلے کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہنا ہے اسے سب کی بھلائی چاہنا ہے سب کیلئے سراسر خیر ثابت ہونا ہے، ہر حرام سے بچنا ہے، رب ذوالجلال، اس کے حبیب ﷺ اور اس کی کتاب مجید کی محبت کو دیگر تمام محبتوں پر غالب کردینا ہے اس کو اپنی تمام ذمہ داریاں تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دینا ہے خود ہی اس راہ پر نہیں چلنا جہاں تک آواز پہنچتی ہے خیر کی اس آواز کو پہنچانا اور عام کرنا ہے، اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی وقت کا ایک ایک لمحہ رب کی قربت کا مستحق بننے کی سعی کرنا ہے، اگر نبی اکرم ﷺ کا ہر امتی یہ پختہ فیصلہ کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہوئے اس پر عمل شروع کردے تو یقیناً آنے والا وقت ہمارا ہوگا اور آخرت کی سرخروئی اس سے بھی پہلے یقینی ہوجائے گی۔ (ماخوذ) ☆☆☆

اسلام کے نام پر وحشیانہ دشمنی

جناب ایوب حامد صاحب کالم نگار، ماہانہ شمس الاسلام بھرہ پاکستان، اکتوبر، نومبر ۲۰۱۲ء میں رقم طراز ہیں کہ آج میں جس مسئلے پر قلم اٹھا رہا ہوں۔ وہ انتہائی ضروری بھی ہے اور بے حد نازک بھی۔ یہ انتہائی ضروری اس لئے ہے کہ اگر اس مسئلے پر فوری توجہ نہ دی گئی تو یہ مسلمان امت اور بالخصوص پاکستانی قوم کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے اور اس لئے بھی کہ جو افراد اس میں ملوث ہیں ان کی آخرت کو ہمیشہ کے لئے برباد کر سکتا ہے اور بے حد نازک اس لئے ہے کہ اس پہ لکھنا پل صراط پہ چلنے کے مترادف ہے کہ الفاظ کے استعمال میں ذرا سی بے احتیاطی ہوئی تو بہت سے لوگ میرے بارے میں غلط تصورات قائم کر بیٹھیں گے۔

میرے رہبر نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ دین کی اصل ''خیر خواہی'' ہے اور اس خیر خواہی میں اللہ بھی شامل ہے اللہ کا رسول ﷺ بھی امت مسلمہ کے کار پرداز بھی اور امت مسلمہ بھی۔ میری یہ تحریر اپنی ناقص بساط کے مطابق امت مسلمہ کی اسی خیر خواہی کی ادنی سی کوشش ہے۔ مزید آں اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے آقا و مالک نے اپنی کتاب حکیم میں یہ حکم دیا ہے کہ:

انصاف کو ہر حال میں عزیز رکھو

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ دار پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ (النساء:۱۳۵)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی خاطر انصاف کے علمبردار گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ''۔ (المائدہ:۸) اس مالک کو تو انصاف اتنا عزیز ہے کہ وہ اپنی خاص صفت ''**قَائِمًا بِالْقِسْطِ**'' کے طور پر بیان کرتا ہے اور وہ سورۃ الحدید میں ہمیں بتاتا ہے کہ رسولوں کو بھیجنے میں اس کا خاص مقصد ہی زمین پر لوگوں کو انصاف کے ساتھ رہنا سکھانا تھا:

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف نشانیوں اور واضح ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں''۔ (الحدید:۲۵)

اس تحریر میں میری گذارشات بھی اسی عدل و انصاف کی علمبرداری اور گواہ بننے کی حقیر سی کوشش ہیں۔ لیکن آگے چلنے سے پہلے اپنے بارے میں کچھ ضروری باتیں مختصراً بتا دوں تا کہ آپ میری گذارشات کو صحیح نقطہ نظر سے جانچ سکیں۔

صحابہ انسانی خدمت کے خوگر

میں راسخ العقیدہ سنی (اہل سنت والجماعت) مسلمان ہوں اللہ کا کروڑ ہا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس اپنی رحمت سے مجھے نبی امی ﷺ کا امتی بنایا۔ مجھے رسول اکرم ﷺ کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے جن میں آپ ﷺ کے چاروں خلفاء راشدین، آپ کی چاروں بیٹیاں دونوں داماد اور نواسے بھی شامل ہیں۔ سب سے محبت اور انس

ہے اور میں مانتا ہوں کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معاشرہ انسانی تاریخ کا بہترین معاشرہ تھا جیسا کہ خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''خیر القرون قرنی''، اور حق یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہ ہی سے ہمیں اسلام کا صحیح واکمل نمونہ ملتا ہے۔

اس تمہید کے بعد گزارش یہ ہے کہ ہمارا وہ دین جو دنیا میں قیام وعدل انصاف اور امن کے لئے آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ جو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہ جو محبت اور شفقت سے نوع انسانی کی خدمت کے خوگر تھے اب لوگ انہی کے نام پر اور ان کی ناموس کے نام پر ایسے ایسے مظالم ناانصافیاں اور بربریت کا مظاہرہ کررہے ہیں کہ ان کے ذکر سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کبھی ناموس رسالت کے نام پر کبھی ناموس قرآن کے نام پر اور کبھی ناموس صحابہ رضی اللہ عنہ کے نام پر لوگوں کو اذیتیں دے دے کر مار دیا جاتا ہے۔ لوگوں کو بسوں سے اتار کر بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ کیا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈر نہیں لگتا جو قیامت کے روز ان تمام مظلوموں کا حمایتی ہوگا جن کو بغیر کسی ثبوت جرم کے اور بغیر کسی اسلامی عدالت کے حکم سے وحشیانہ طور پر قتل کیا جا رہا ہے؟

انسانی قتل گناہِ کبیرہ ہے

اس وقت وہ کیا کریں گے جب وہی رسول ﷺ وہی قرآن وہی صحابہ رضی اللہ عنہ کی ناموس کے نام پر ظلم کیا گیا تھا ان کے خلاف اللہ کی عدالت میں مدعی بن کر کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ اسے استغاثہ کر رہے ہوں گے کہ اے باری تعالیٰ اے مالک یوم الدین ان لوگوں نے ہمارے نام پر بے گناہوں کا جانیں لے کر ہماری ناموس پر دھبہ لگایا اور ظلم کے لئے ہمارے نام کا ناروا استعمال کیا۔ اے انصاف کو قائم کرنے والے ان کو قرار واقعی سزا دے کر مظلوموں کے ساتھ انصاف کر اور ہمارا

نام بھی ان کی کرتوتوں سے پاک فرما۔ اب بسوں سے اتار کر قتل کرنے کے تازہ ترین واقعات کا ذرا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لے لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے قتل کو سب سے سنگین اور کبیرہ گناہوں کی صف میں رکھا ہے اور مسلمانوں کو واضح طور پر حکم دیا ہے۔ ''کسی کو ناحق قتل مت کرو''۔ (الانعام:۱۵۳ اور بنی اسرائیل:۳۳) یعنی قتل کے ساتھ حق کی قید لگا کر یہ واضح کر دیا کہ کسی کو قتل کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں ہوگی جب کسی شخص نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جس کی سزا اسلامی قانون کی رو سے موت ہو اور اس قانون کے مطابق اسے اسلامی عدالت شہادتوں اور ثبوت کی بنیاد پر واجب القتل قرار دے کر سزا نافذ کروائے۔ اس کا استثناء صرف حالت جنگ میں ہے۔ حالت جنگ سے مراد بدامنی اور غیر قانونیت کا ماحول نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد مسلمانوں اور غیر مسلموں کی اعلان شدہ جنگ ہے۔

اسلام ان صورتوں کے علاوہ کسی قتل کی صحیح قرار نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ ہر قتل اللہ کے احکام کی نافرمانی ہے حرام ہے اور سنگین ترین گناہ کبیرہ ہے۔ آپ یہ بھی نوٹ کریں کہ اس حکم میں مسلم یا غیر مسلم صحیح العقیدہ یا بدعقیدہ مومن یا کافر، اچھے مسلمان یا برے مسلمان کسی ایک فرقے کے مسلمان یا کسی دوسرے فرقے کے مسلمان کی کوئی تمیز نہیں کی گئی بلکہ صرف انسانی جان لینے کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ گناہ کبیرہ اتنا سنگین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

حملہ کرنے والے اللہ کے غضب کا شکار

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا''۔ (المائدہ:۳۲) اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے جرائم پر بھی

قتل کا نفاذ صرف اسلامی حکومت اور عدالت کے ذمہ داران کا کام ہے۔ کسی فرد کا قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اسلام میں ہرگز کوئی اجازت نہیں ہے۔

ممکن ہے کوئی یہ سوچے کہ چونکہ پاکستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے لہٰذا وہ جس عالم، امام، مجتہد یا امیر کے ساتھ منسلک ہے وہ ان کے لئے بمنزلہ اسلامی حکومت ہے اور وہ اس کے اطاعت میں لوگوں کو قتل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ گمراہ کن خیال ہے۔ اس طرح کی گروہ بندیوں اور بیعتوں سے فرقے تو بن جاتے ہیں، اسلامی حکومت وجود میں نہیں آتی، ایسے لوگوں کے احکام کے تحت مسجدوں پہ امام بارگاہوں پہ یا مدرسوں پہ حملے کرنے والے اللہ کا غضب کما رہے ہیں جو انہیں جہنم میں ذلیل و خوار کر کے جلائے گا۔

انسانی جان کا احترام لازم ہے

لیکن بفرض محال اگر پاکستان میں یا اسکے کسی علاقے میں کوئی فرقہ قابض ہو کر اپنی حکومت بھی بنا لے تب بھی وہ حکومت یا اس کا کوئی کارندہ عدالتی نظام اور شہادتوں اور ثبوتوں کے ذریعے باقاعدہ عدالتی فیصلہ کئے بغیر کسی کی جان لینے کا مجاز نہیں ہوگا۔ عدالتی انصاف کے بغیر اگر کسی کو قتل کیا جائے گا تو یہ قاتل اللہ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے جہنم رسید ہوگا۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس سنگین جرم کو یہ کہہ کر جائز بنانے کی کوشش کریں کہ فلاں فلاں فرقے کے لوگوں کے عقائد غلط ہیں لہٰذا وہ کافر ہیں اور فتنہ پھیلا رہے ہیں۔ اول تو یہ دلیل سرے سے غلط ہے لیکن بفرض محال محض دلائل کی خاطر اگر مان لیا جائے کہ فلاں فرقے کے لوگ واقعی کافر ہیں تو قرآن کے کس قانون کی رو سے یا حضور اکرم ﷺ کی کس سنت کی رو سے جائز ہے کہ آپ جس کافر کو جہاں چاہیں پکڑ کر قتل کر دیں؟ اور اس میں نہ عورتوں کو چھوڑیں نہ بچوں کو؟

رسول اکرم ﷺ کا طریقہ تو یہ تھا کہ کافروں کی بھی جانیں بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثالیں بے شمار ہیں۔ طائف کا معاملہ دیکھ لیجئے وہ لوگ اس کے مستحق تھے کہ اللہ کے فرشتے ان کو پہاڑوں کے درمیان کچل کر برباد کر دیتے مگر آپ ﷺ نے رحمدلانہ طریقہ پسند کیا۔ تاکہ ان کو اور ان کی اگلی نسلوں کو مستقبل میں اسلام نصیب ہو سکے۔ اور ویسا ہی ہوا وہ سب مسلمان ہوئے۔ جنگ بدر کے قیدیوں کا معاملہ آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انصاف کی بات کی کہ ان لوگوں کی کرتوتوں اور جرائم کے پیش نظر ان کو قتل کر دیا جانا ہی مناسب ہے۔ مگر آپ ﷺ کے چہرے پہ ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رحمدلانہ تجویز کو پسند کیا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور ان میں سے کتنے لوگ بعد میں مسلمان ہو کر شمع رسالت کے پروانے بنے۔ فتح مکہ کے لئے کی جانے والی لشکر کشی کا جائزہ لے لیجئے۔ نبی رحمت ﷺ نے ان پر اس طریقہ سے چھاپہ مارا کہ وہ لڑ کر مرنے کی بجائے ہتھیار ڈال کر صلح کر لیں اور پھر اتنا ہی نہیں ان میں سے بدترین لوگوں کو بھی معاف کر کے ان کے دل جیت لئے اور وہ ہمیشہ کے لئے رحمت اللعالمین کے شیدائی بن گئے اور تو اور جب اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک کے کٹر وفاداروں کو چار مہینے کا آخری نوٹس دیا۔ تب بھی یہ چھوٹ رکھی کہ وہ اگر گھر جا کر اسلام و قرآن سیکھ کر آخری فیصلہ کرنا چاہیں تو انہیں مزید موقع فراہم کر دیا جائے۔

اسلام کو خونخوار بنا کر پیش نہ کرو

دین اسلام کا طریقہ تو یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کو بسوں سے اتار کر بلا دریغ قتل کرنے والے کس دن کے پیرو ہیں؟ آخر وہ اپنے خود ساختہ مذہب پر چلنے کے جرم میں اللہ کے عذاب سے کیسے بچیں گے؟ اس پر مستزاد یہ کہ ان لوگوں کی ناحق قتل

وغارت سے اسلام دشمنوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا موقع ملتا ہے اور وہ ان مظالم کی خبریں اچھال اچھال کر ہمارے پیارے دین اور پیارے رسول اللہ ﷺ کو مطعون کرتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اپنے سے دوسرے فرقے کے لوگوں کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے قتل کرتے ہیں وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے کر دین اسلام کی تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں قتل ناحق کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے مظالم کو مذہبی رنگ دے کر اسلام کو خونخوار اور ظالمانہ مذہب کا نام دیتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم اللہ تعالیٰ کو شدید طور پر ناراض کرنے والا ہے اگر ایسے لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو اس کے خوف سے کانپتے ہوئے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔

قتل وغارت گیری اسلام کی خدمت نہیں

مندرجہ بالا باتیں ان تمام لوگوں پر نافذ ہوتی ہیں جو فرقہ پرستی کے جنون میں دوسرے فرقوں پر حملے کر کے قتل وغارت کرتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو لوگوں کے شناختی کارڈ دیکھ کر محض ناموں کی بنیاد پر انتخاب کرتے ہیں کہ کن لوگوں کو قتل کیا جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اور احکام کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں ناموں کی بنیاد پر کسی کے عقیدے کا فیصلہ کرنے والے علم کی بجائے گمان کی بنیاد پر فیصلے کرنے کا جرم بھی کرتے ہیں۔ جو بجائے خود اللہ کی نافرمانی اور گناہ ہے۔ گمان اور شک کی بنیاد کیئے جانے والا یہ فیصلہ قاتل کو خود غارت کرنے والا ہے۔ کیونکہ کئی نقوی، علوی، حسین، حیدر، علی، عباس ناموں والے سنی بھی ہوتے ہیں اور کئی محمد احمد، مصطفیٰ مجتبیٰ وغیرہ جیسے ناموں والے لوگ شیعہ بھی ہوتے ہیں۔ اب آپ اس لحاظ سے دیکھئے کہ قاتل آخر اپنے فرقے کے لوگوں کو تو مومن سمجھتا ہے پھر اگر اس نے محض ان کے ظاہری نام کی بنیاد کسی اپنے ہی فرقے کے مومن کو مار دیا تو سورہ نساء کی رو سے قاتل ہمیشہ ہمیشہ کے

لئے جہنمی ہو گیا۔ ہم یہ دلیلیں محض اس لئے دے رہے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور کچھ کیا جا رہا ہے اس کی غلطی فرقہ پرستوں کی ہر ذہنی اپج کے لحاظ سے واضح ہو جائے۔ ورنہ اللہ پر ایمان رکھنے والا کے لئے تو صرف پہلی دلیل ہی کافی ہے کہ ہمارے مالک نے ہمیں سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ کسی کی ناحق جان لی جائے۔

ہمارے اس مضمون لکھنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مخلص مسلمان کو کسی نے ایسی غلطی فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اس قسم کا قتل وغارت اسلام کی خدمت ہے تو اس کو علم ہو جائے کہ یہ اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے والے کام ہیں جن سے فوراً توبہ کرنا چاہیئے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ جو لوگ اس طرح کے قتل وغارت میں ملوث ہیں وہ اصل میں اسلام دشمن طاقتوں کے ایجنٹ ہیں اور یہی بات حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ سچا مسلمان تو اپنے رب کے احکامات کے ایسے پرخچے اڑا ہی نہیں سکتا اور نہ اتنا ظالم ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے واقعات سے تو صرف اسلام دشمن طاقتوں ہی کے مقاصد پورے ہوتے ہیں۔ وہ یہی چاہتے یں کہ پاکستانیوں کو آپس میں فرقہ واری کے ذریعے اتنا لڑوا دو کہ وہ آپس میں ہی کشت وخون کرتے ہوئے تباہ ہو جائیں۔ اس طرح وہ پاکستان کو تباہ کر کے اس کے قدرتی وسائل اور اس کے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ بین الاقوامی امت مسلمہ کو بھی کمزور اور تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام دشمن قوتوں کا ایجنٹ کون؟

مثال کے طور پر اگر پاکستان میں شیعہ سنی فساد کی آگ لگا دی جائے تو ایران پر حملہ کرتے ہوئے پاکستان کے ذریعے دراندازی کر کے اس طرف سے بھی ایران

کے خلاف محاذ کھولا جاسکتا ہے اور سنی مسلمانوں کو ایران کی امداد کرنے سے بھی باز رکھا جاسکتا ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کا منصوبہ یہ ہے کہ ایک ملک کو باری باری تباہ کر دیا جائے اور مسلمانوں کو اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کو آسکیں۔ پھر وہ اپنے ایجنٹوں سے اس طرح کے حملے کروا کر پوری دنیا میں اسلام کے خلاف سخت نفرت اور تعصب بھی پھیلاتے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارے ملک کے چند لوگوں کو بیوقوف بنا کر اور ان سے اس طرح کی دہشت گردی کے کام کروا کر ایک چال سے متعدد مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ جو لوگ کسی وجہ سے ان کے ہتھے چڑھتے ہیں ان کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں کہ آخر وہ اپنے لوگوں کا خون کر کے اپنے ملک و معاشرے کو تباہ کر کے اپنے مذہب کو بدنام کر کے خود جہنم کما کر اور اپنی آخرت برباد کر کے اپنے دشمنوں کو کیوں کامیاب کرا رہے ہیں؟ یاد رکھیں کہ جو امام، امیر، عالم، مجتہد، ذاکر وغیرہ کے روپ میں آپ کو ان جرائم کی طرف رغبت دلائے، فوراً سمجھ لیں کہ وہ شیطان ہے اور اسلام دشمن قوتوں کا ایجنٹ ہے۔

ہمارا عزم یہ ہونا چاہئے کہ ہم ان دجالی قوتوں کو ناکام کریں۔ آپس میں کشت وخون کر کے اللہ کو ناراض کرنے اور جہنم کا سامان کریں۔

اتحاد اور اتفاق کا درس ضروری

اس کے لئے ہماری تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام اور رہنماؤں سے درخواست ہے کہ وہ اس سلسلے میں فرائض ادا کریں اور اس کے لئے اپنے خطبات، دروس، تقریروں اور محفلوں کو استعمال کرتے ہوئے نہ صرف وہ اپنے اپنے فرقے کے لوگوں کو قتل ناحق کے عواقب سے ڈرائیں۔ ان کو اتحاد امت کا سبق سکھائیں اور آپ کو اسلام دشمن قوتوں کا آلہ کار بننے سے خبردار کریں بلکہ اس قسم کے واقعات کا اثر

زائل کرنے کے لئے موثر عملی اقدامات بھی کریں۔ مثلاً جب کبھی قتل وغارت یا تشدد کا واقعہ ہو تو قاتل کے مزعومہ فرقے کے علماء اور رہنما اس دہشت گردی کی پُر زور مذمت کریں اور مقتولین کے جنازوں میں شرکت کریں اور ان کے ورثاء سے ہمدردی کے لئے جائیں اور ان کی حتی الوسع مالی امداد کریں جب کہ مظلوم فرقے کے علماء اور رہنما اپنے پیروکاروں کو صبر و ضبط کی اپیلیں کریں اور ان کو جوابی اقدامات سے باز رکھیں۔ اگر ہمارے علماء و رہنما اس قسم کا رویہ اپنائیں گے تو انشاء اللہ امید ہے کہ ہم اسلام دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے ان نیک مقاصد میں کامیاب کرے اور امت کو اکٹھا ہونے کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

مولانا عبدالسمیع ندویؒ

اپنی خدمات کے آئینے میں

"ریاست کرناٹک کے معروف عالم دین مولانا عبدالسمیع ندوی صاحب، بارہ سال کی طویل علالت کے بعد ۷؍۱ماہ قبل شہر بنگلور میں انتقال فرما گئے۔ مولانا مرحوم کی حیات وخدمات پر یہ مضمون ان کے ایک فرزند جناب سعید احمد آفتاب صاحب نے روانہ کیا ہے مولانا مرحوم سے حضرت حبیب الامت کے خصوصی تعلقات تھے۔"

الحاج حافظ وقاری مولانا عبدالسمیع ندوی رحمۃ اللہ علیہ ریاست کرناٹک کیلئے محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ریاست کے ممتاز علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

پیدائش

ضلع مظفر نگر کے قصبہ کوال میں ۱۹۴۲ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کے والد ماجد متقی پرہیزگار اور دینی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے شعور کی آنکھیں کھولیں، بچپن میں مسجد میں تقاریر سن کر آپ کے دل میں یہ شوق جاگا کہ میں بھی اسی طرح تقریر کروں اور دین کی خدمت کروں۔

تعلیم: بس یہی شوق تھا کہ آپ نے مدرسہ میں پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حافظ محمد فاروق اور حافظ محمد احمد صاحب سے قرآن کے کچھ پارے حفظ کئے۔ پھر مدرسہ حسینیہ تاولی، ضلع مظفر نگر میں قاری محمد شوکت علی چلکانوی اور حافظ محفوظ الرحمٰن صاحب سے کچھ قرآن حفظ کیا۔ مدرسہ امدادالعلوم میرٹھ چھاؤنی میں حافظ خلیل احمد کی شاگردی میں باقاعدہ حفظ قرآن مکمل کیا۔ دوران تعلیم ہی آپ نے پاکستان کا سفر کیا اور مولانا احمد علی لاہوری سے ملاقات کی۔ جامع مسجد عیدگاہ محلّہ میرٹھ سے آپ نے حافظ محمد قاسم صاحب کے ساتھ مل کر ہفت روزہ "منظر" شائع کیا، آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے اور کامل تخلص کیا کرتے تھے۔

۱۹۶۱ء میں فیض عام انٹر کالج میں دینی تعلیمی کانفرنس میں مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا۔ ان کی تقریر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ مصمم ارادہ کرلیا کہ اب ان کو مدرسہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں پڑھنا ہے فوری لکھنو پہنچے۔ لیکن دارالعلوم میں داخلہ نہ ہوسکا۔ اور مجبوراً دارالمبلغین، پاٹانالہ لکھنو میں داخلہ لے لیا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ بالترتیب حسین آباد کی مسجد اور فاروقی مسجد، راجہ بازار لکھنو میں امامت بھی کی۔ اپنی تعلیم کے مکمل اخراجات خود برداشت کرتے، بالآخر محنت اور مکمل جدوجہد کے بعد ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں آپ کا داخلہ ہوگیا۔

اساتذہ: آپ نے وہاں مولانا وجیہ الدین، مولانا حبیب الرحمٰن سلطانپوری، مولانا اجتبیٰ ندوی، مولانا سعید الرحمٰن ندوی، مولانا محمد رابع ندوی، مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی، مولانا حبیب اللہ پالنپوری وغیرہ سے زانوائے تلمذ طئے کیا۔ ۱۹۶۹ء میں آپ نے دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اور قاری محمد الطاف حسین صاحب فرقانیہ چوک لکھنو سے اعمٰی قرآن مجید کی مشق کی۔ **اکابر**: ۱۹۶۴ء میں مجلس مشاورت کے اجلاس میں مفتی عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ،

ابوالوفا شاہجہاں پوری ؒ، مولانا عروج احمد قادری ؒ، مولانا وحید الدین قان ؒ، مولانا منظور نعمانی ؒ اور مولانا شاہ وصی اللہ ؒ سے استفادہ کیا۔ دس سال کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ساتھ دیوبند گئے، وہاں حسین احمد مدنی ؒ سے ملے۔ ۱۹۵۸ء میں مولانا عبد القادر رائے پوری سے سہارنپور میں بیعت ہوئے، مولانا محمد یوسف کاندھلوی ؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ؒ، مولانا قاری محمد طیب ؒ سے بھی مستفید ہوئے۔

جماعت اسلامی: ندوہ کے دورانِ تعلیم ہی آپ جماعت اسلامی ہند سے وابستہ ہوگئے۔ جماعت کے اجتماعات میں شرکت کرتے، ۱۹۷۸ء میں آپ باقاعدہ جماعت اسلامی کے رکن بن گئے۔ تحریک سے پختہ اور سچی وابستگی کی وجہ سے ہمیشہ آپ نے دین کی بے لوث خدمات انجام دیں جماعت کے کام بڑی دلچسپی سے کرتے، جتنے بھی اجتماعات ہوتے تمام میں آپ کا درس قرآن ضرور ہوتا۔ سیرت پر جب آپ تقریر کرتے تو رقت طاری ہوجاتی۔ خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ لوگ دور دور سے آپ کو سننے آتے۔ جلسوں میں بلاتے اور آپ سے مستفید ہوتے۔ کئی غیر اقوام آپ سے متاثر ہوکر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ دین سے دور اور غفلت میں پڑے ہزاروں نوجوان آپ سے متاثر ہوکر دین دار ہوگئے۔

صفات: یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ بہت صاف گو اور حقیقت پسند تھے۔ بے باک، نڈر اور حق گو تھے، بہت خوش مزاج، نرم دل اور ملنسار تھے، لوگ آپ سے مل کر بہت خوش ہوتے اور بار بار ملنے کی تمنا رکھتے۔

امامت و خطابت: جون ۱۹۷۷ء میں آپ سرزمین کرناٹک کی مشہور ومعروف جامع مسجد سٹی میں عارضی طر پر خطیب مقرر ہوئے۔ آپ نے بالترتیب ڈھولکی مسجد میرٹھ، میدہ محلّہ لال کرتی کی مسجد میرٹھ، گھنٹہ گھر نالہ والی مسجد میرٹھ، مسجد

حسین آباد لکھنو، جامعہ اسلامیہ بھٹکل، درس گاہ اسلامی مورانو اضلع بارہ بنکی، مسجد ارے ہلی ضلع ہاسن، کچھی میمن مسجد، منگلور، سلطانی جامع مسجد، چتر ادرگہ جامعہ سلطانیہ تر ادرگہ، مسجد اعلیٰ آرٹی نگر، بنگلور، شاہ عنایت مسجد گوری بدنور، مسجد سعد بن ابی وقاص، بنگلور، جامع مسجد اڑپی، جامع مسجد تیرتھ ہلی، ضلع شیموگہ، مدرسہ ہدایت العلوم تیرتھ ہلی، وغیرہ میں امامت، خطابت و مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

مدارس کا قیام: آپ کئی مدرسوں کے بانی بھی ہیں، جس میں جامعہ اسلامیہ قصبہ مورنہ، ضلع مظفر نگر، اردو مانٹیری اسکول، مظفر نگر، مدرسہ ریاض العلوم، اڑپی، اور مدرسہ رشیدیہ، بنگلور قابل ذکر ہیں۔

خطابت: جامع مسجد ملیشورم، مسجد اعظم ٹمکور، مسجد معمور، کورمنگلا، اور جامع مسجد السور میں بحیثیت خطیب رہے۔

رفقاء: آپ کے رفقاء میں مولانا سراج الحسن حفظہ اللہ، مولانا ابوالبیان حماد حفظہ اللہ، مولانا سید جلال الدین انصر عمری حفظہ اللہ، کاکا سعید احمد عمری حفظہ اللہ، مولانا سید سلیمان ندوی حفظہ اللہ، ابراہیم سعید ؒ، مولانا خالد ندوی غازی پوری حفظہ اللہ، مولانا یعقوب بیگ ندوی ؒ، مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی حفظہ اللہ، اقبال ملا حفظہ اللہ، لیاقت ملا حفظہ اللہ، مولانا ذکریا والا جاہی حفظہ اللہ، مولانا منور مظاہری حفظہ اللہ، قاری مظفر حفظہ اللہ اور ڈاکٹر سعد بلگامی حفظہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

طویل علالت: ۱۹۹۹ء دوران نماز جمعہ جامع مسجد السور میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا، آپ نے اس حملہ کے باوجود نماز کو بڑے اطمینان کے ساتھ مکمل کیا، اور فوری اپنے گھر آرٹی نگر پہنچے، یہاں پہنچ کر حالت زیادہ خراب ہوگئی، طبیب کو بلایا گیا دوا کی گئی، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا جسم کا دایاں حصہ بیکار ہو چکا تھا، زبان بھی متاثر ہوئی، اور آپ کی قوت گویائی بھی جاتی رہی، بالآخر شفاء اسپتال میں داخل کیا گیا، لیکن مرض

بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ۸ دن بعد بھی جب افاقہ نہ ہوا تو اسپتال سے رخصت کردیا گیا، گھر میں دور دور سے حکیم آئے، نہ جانے کتنے علاج کردیئے گئے، کئی شفاخانوں کے چکر لگائے گئے، لیکن شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

انتقال: ساڑھے بارہ سال کی طویل اور مشقت زدہ علالت کے بعد ۱۳؍ستمبر ۲۰۱۰ء کو آپ اس دارفانی سے کوچ کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے، آمین یارب العالمین۔

پسماندگان: آپ نے اپنے پیچھے بیوہ پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑی ہیں، جن میں دو عالم دین ہیں، رشید احمد عمری ندوی حفظہ اللہ، جو ابوبکر صدیق مسجد ملپے (اڑپی) میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، جب کہ خلیل احمد ندوی قرآنی تعلیمات کو عام کررہے ہیں، بڑے بھیا شکیل مسجد مکرم، سلطان پالیہ کی خدمت کررہے ہیں چھوٹے بھائی فرید احمد ذہنی طور پر معذور ہیں، اور راقم الحروف (سعید احمد) طباعت وکتابت میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ والد صاحب کی مغفرت کرے ان کے درجات کو بلند کرے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اور ہم تمام متعلقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔ اور تمام بچوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہ بانی کرے

☆☆☆

برما کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی داستان

برما یا میانمار- ایک ایسا ملک جہاں کی سرزمین اکثر مسلم خون سے رنگین رہتی ہے، جہاں کی فضا میں عورتوں کی سسکیاں صاف سنائی دیتی ہیں، جہاں کا ماحول بچوں کی چیخوں سے ہمیشہ بوجھل رہتا ہے، جہاں بوڑھوں کی آنکھیں آنسو بہاتے بہاتے خشک ہوچکی ہیں، جن کے کاندھیں لاش ڈھوتے ڈھوتے مفلوج ہوچکے ہیں، جہاں صبح کا سورج دیکھنے کے بعد رات کا چاند دیکھنا سب کا نصیب نہیں، جہاں کے مسلمان اپنی زمین کو چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ کیوں کہ کوئی بھی ملک ان کو اپنی سرحد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا، کوئی ان کے آنسو پونچھنا تو دور کی بات ان آنسوؤں کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا، جہاں کی سرزمین ان کے لئے تنگ ہوچکی ہے، نہ اپنی مرضی سے جی سکتے ہیں نہ اپنی مرض سے مرسکتے ہیں، زندگی موت سے بدتر اور موت تڑپ تڑپ کے جینے کا دوسرا نام ہے جہاں مسلمانوں کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ مسلمان ہیں، صرف ایک رب کو پوجنے والے ہیں، اور شاید اسی لئے ان کی چیخیں دنیا کو سنائی نہیں دیتیں، ان کا بہتا ہوا خون میڈیا کو نظر نہیں آتا، ان کی لاشوں کے انبار سے نہ سلامتی کونسل کو فرق پڑتا ہے نہ اقوام متحدہ کو، ان کی مظلومیت پر نہ کوئی تنظیم آواز اٹھاتی ہے نہ کوئی

تحریک! شاید اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں، اسی لئے ایک مذہبی ملک ہونے کے باوجود اس ملک میں مذہب اسلام پر ہر طرح کی پابندی ہے۔

نویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی آمد

برما میں مسلمانوں کی آمد نویں صدی عیسوی میں ہوئی تھی، یہ وہ وقت تھا جب اسلام کی کرنیں عرب سے نکل کر فارس، چین اور یورپ کی تاریکیوں کو چھانٹ رہی تھیں، اس وقت اسلام کی کرنوں نے برما کی سرزمین کو بھی منور کیا۔ برما سے متصل بیس ہزار مربع میل پر مشتمل ایک مسلم علاقہ ہے جسے ''اراکان'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اس خطہ کا قدیم نام ''روہنگ'' ہے جسکی نسبت سے وہاں کے مسلمان ''روہنگیا'' کہلاتے ہیں۔ یہ صوبہ شمال میں چین سے اور شمال مشرق میں بنگلہ دیش سے ملتا ہے جو کہ ایک مسلم ملک ہے، حالیہ دنوں میں جب روہنگیا مسلمانوں کو بنگلہ دیش کی مدد کی سخت ضرورت تھی تو وہاں کی وزیر اعظم حسینہ واجد نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے سے انکار کر دیا اور اپنی سرحدوں کے بند کرنے کا بھی اعلان کر دیا، ۱۷۸۴ء میں روہنگ پر برما نے تسلط قائم کیا، اس کے بعد ۱۸۲۴ء میں یہ علاقہ برطانوی سامراج کے زیر اقتدار آ گیا، ۴۸-۱۹۴۷ء میں جب انگریزوں کا یہاں سے انخلاء ہوا تو برما حکومت نے دوبارہ روہنگ کو اپنے قبضہ میں لے لیا، دوسری جنگ عظیم میں روہنگ ایک اہم محاذ تھا، اس جنگ میں ایک بڑی تعداد موت کا شکار ہوئی، اور باقی لوگوں میں سے ایک جم غفیر نے یہاں ہجرت کی یا جبری انخلا پر مجبور ہوئے، تاہم اس وقت ایک محتاط اندازہ کے مطابق روہنگ میں تقریباً ۸ لاکھ مسلمان آباد ہیں، یہ مسلمان وہ ہیں جو برما کے قانون، ذات و مذہب کے اعتبار سے وہاں کے اصل باشندے ہیں، لیکن موجودہ وقت میں انہیں قانونی طور ملک کی شہریت بھی حاصل نہیں ہے، ان کے علاقے محدود

کر دیئے گئے ہیں، شہری ترقیات میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے۔ حکومت میں ملازمت اور تعلیم کے دروازے ان پر بند ہیں، اپنی آپ بیتی اور ظلم وستم کی داستاں وہ دنیا سے بیاں بھی نہیں کر سکتے، عالمی افق پر روہنگیا مسلمانوں کا شمار ایسے باشندوں میں ہوتا ہے جن کا اپنا کوئی مسکن نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان مسلمانوں کو اقوام متحدہ کی جانب سے دنیا کی سب سے پسماندہ اور استحصال شدہ اقلیت قرار دیا گیا ہے، اس کے علاوہ برما کا ہر فوجی ٹولہ منظّم اور طویل المیعاد منصوبوں کے تحت گزشتہ چھ سات دہائیوں سے مسلمانوں کی دینی وثقافتی ارتداد کیلئے کوشاں ہے، تاہم مسلمانوں کو اپنے دین سے چمٹے رہنے میں ہی اپنی کامیابی کا یقین ہے، مدارس کا نظام موجود ہے اور دینی رہنمائی کیلئے صحیح علماء کی کاوشیں بھی ہیں اور یہ دینی بیداری اور اسلامی حمیت ہی ہے کہ وہ آج اپنے مذہب پر قائم ہیں اگرچہ آئے دن قیامت صغریٰ برپا ہوتی ہے۔

گزشتہ ۶۰ سالوں سے قتل عام

روہنگیا میں مسلمانوں کا قتل عام کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ خون کی یہ ہولی گزشتہ ساٹھ سالوں سے کھیلی جارہی ہے، ۱۹۴۱ء میں اراکان کے ضلع اکیاب میں بدھسٹوں نے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی، پھر ۲۶/مارچ ۱۹۴۲ء کو اراکان کے ضلع ریکھائن میں بسنے والے روہنگیا مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا، جس کا سلسلہ تقریباً تین مہینوں تک چلتا رہا، مارچ سے لے کر جون تک ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کو شہید کیا گیا، جب کہ کئی لاکھ مسلمان بے گھر وبے آسرا ہو گئے، اس کے بعد ریکھائن میں دوسری بار ۱۹۵۰ء میں قیامت ٹوٹ پڑی اور بڑے پیمانے پر بربریت کا ننگا ناچ ناچا گیا، تیسری بار ۱۹۷۸ء میں فوجی حکومت نے خونیں آپریشن کی شروعات کی اور ایک لاکھ کے قریب مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، کئی

لاکھ اپنے گھروں سے بے دخل کردیئے گئے، ۱۹۹۱ء میں چوتھی دفعہ پھر مسلمانوں کو تختہ مشق بنایا گیا، ان کے خون سے اراکان کی سڑکیں سرخ ہوگئیں، لاشوں پر لاشیں بچھادی گئیں، اور ایک بہت بڑی تعداد موت کے گھاٹ اتاردی گئی، ۱۵/مئی ۲۰۰۱ء کو بدھوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کو نشانہ بنایا، گیارہ مسجدیں مسمار کردیں۔ چارسو سے زائد گھروں کو آگ لگادی، اور دوسو افراد کو موت کے گھاٹ اتاردیا گیا، جن میں سے بیس افراد وہ تھے جو مسجد میں نماز ادا کررہے تھے انہیں اس قدر پیٹا گیا کہ وہ جان کی بازی ہار گئے۔ بدھوں کا مطالبہ تھا کہ مسلمانوں کی مسجدوں کو مسمار کردیا جائے جسے حکومت نے سارے عالمی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے منظوری دیدی، جس کے نتیجہ میں متعدد مسجدیں زمیں بوس کردی گئیں، بعض کو مقفل کردیا گیا، مسلمان اپنے گھروں میں عبادت کرنے پر مجبور ہوگئے، اور ایک بڑی تعداد نے وہاں سے ہجرت کرلی، آج لاکھوں کی تعداد میں برمی مسلمان تھائی لینڈ اور بنگلہ دیش کی سرحدوں پر خیموں میں زندگی گزاررہے ہیں۔

حالیہ فسادات کی شروعات

روہنگیا میں حالیہ فسادات کی شروعات اپریل ۲۰۱۲ء میں ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ ریکھائن کے بااثر بدھ بھگشوؤں نے دولڑکیوں نے اسلام قبول کیا، ان کا یہ اقدام اپنے خاندان اور برادری کے بالکل خلاف تھا اور ان وحشیوں کے لئے بہت بڑا دھچکا تھا، چنانچہ انہیں ہرطرح سے ڈرایا دھمکایا گیا، اور اسلام چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، ان کا معاشرتی بائیکاٹ بھی کیا گیا، لیکن ان کی ہرطرح کی زیادتیوں کے باوجود ان لڑکیوں نے اسلام سے پھرنا گوارہ نہ کیا، ان کے اس انکار کی وجہ سے ان بھگشوؤں کے اندر اسلام کے خلاف نفرت کا جولا پھوٹ رہا تھا وہ پھٹ پڑا اور مسلم نسل کشی کا

منصوبہ تیار کیا گیا، پھر یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مسلمانوں نے دو بدھسٹ لڑکیوں کی عصمت دری کے بعد انہیں قتل کردیا، مسلمانوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا گیا، پوسٹر چھاپے گئے، پمفلٹ تقسیم کئے گئے، لوگوں کو مشتعل کرکے فسادات کا سلسلہ شروع کردیا گیا، اور پھر ۲ جون ۲۰۱۲ء کو رنگون میں گیارہ مسلمانوں کو ایک بس سے اتار کر ان کو قتل کردیا گیا، اس بربریت پر جب مسلمانوں نے مظاہرہ کیا تو ان کی آواز کو دبانے کی پوری کوشش کی گئی اور پھر فسادات کی ایک لہ چل پڑی۔ اس ردعمل میں برما کی فوج نے معاملہ کو رفع کرنے کے بجائے مظاہرین پر تشدد کا رویہ اختیار کیا، جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے، ایک رپورٹ کے مطابق تقریباً ۲۵ ہزار سے زائد مسلمان شہید کئے جاچکے ہیں، ۵۰۰ سے زیادہ بستیاں نذرآتش کی جاچکی ہیں، ہزاروں نوجوان لاپتہ ہوچکے ہیں۔

برمی مسلمانوں کا قصور

برمی مسلمانوں کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں، اگر وہ عیسائی یا یہودی ہوتے یا کم از کم گوری چمڑی والے ہوتے تو ان فسادات کے نتیجہ میں پوری دنیا میں کہرام مچ جاتا، عالمی میڈیا آسمان سر پر اٹھالیتا، نیٹو افواج امن عالم کا ڈھنکا پیٹتی ہوئی وہاں پہنچ جاتی، امریکی قیادت کے دورے ختم ہونے کا نام نہ لیتے، یورپی یونین فوراً اس سے پیشتر برما حکومت پر پابندیاں عائد کردیتی، اقوام متحدہ حکومت کی پامالی کی قراردادتیں منظور کرتا ہوا خزانوں کے منہ کھول دیتا، حقوق انسانی کی تنظیمیں حرکت میں آجاتیں، اور ان کے نمائندے ایک ایک مظلوم کے ساتھ کھڑے ہوکر تصویریں اترواتے، اور عالمی ایوارڈ حاصل کئے جاتے۔ تُف ہے سیکولرزم کے ان پیروکاروں پر جن کا قبلہ مغرب، جن کا خدا پیٹ اور جن کا مذہب پیٹ کے نیچے کی خواہشوں کے سوا

کچھ نہیں انہیں ہندوستان کے کسی دور دراز علاقہ میں ایک پٹتی ہوئی عورت تو نظر آجاتی ہے لیکن نسلوں سے خون میں نہاتے ہوئے اور جمہوریت کے اس دور میں بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم برمی مسلمان نظر نہیں آتے!! پوری دنیا پر یورپ کی غلامی کے بعد آزادی کا سورج طلوع ہوا لیکن برما کے مسلمان انگریزی غلامی سے نکل کر اس سے بدتر غلامی کے شکنجہ میں جکڑ گئے، لیکن ظلم کی رات کتنی ہی تاریک کیوں نہ ہو آخر اسے ختم ہونا ہے، کیونکہ حالات کبھی یکساں نہیں رہتے!

☆☆☆

ہر دل کی صدا اُن کا پتہ پوچھ رہی ہے

حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ علی متقی فرماتے ہیں کہ مکہ معظّمہ سے ۱۸ میل دور منیٰ جانے والی سڑک پر "جعرانہ" مشہور مقام ہے۔ اگر وہاں جائیں تو اس پہاڑ پر ضرور تشریف لے جائیں جہاں حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لے گئے تھے کیونکہ وہاں آپ کا دیدار میسر آتا ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس جگہ سوگیا تو ہر بار جب بھی آنکھ جھپکی حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا الحمدللہ۔ پھر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوپہر میں قریب ایک سو بار دولت جمال مصطفیٰ ﷺ حاصل ہوئی، سبحان اللہ! کیا قسمت پائی ہے، زہے نصیب۔

آپ ﷺ اس عمرہ میں جو میقات جعرانہ سے شروع ہوتا تھا برہنہ پا روزہ دار جایا کرتے تھے مکہ مکرمہ والے یہاں سے احرام باندھنے کو بڑا عمرہ کہتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمعمور جن کا وصال ۱۶۰ سال کی عمر میں اسلام آباد میں ہوا تھا۔ انہوں نے کتاب سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ کے مولف ومرتب عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ کو بتایا کہ: مدینہ طیبہ میں ایک غار ہے جس کو "غار سجدہ" کہا

جاتا ہے زائر کو یہاں بھی کثرت سے حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ ترکوں نے اپنے عہد حکومت میں اسے محراب کی شکل دے دی تھی بڑے ڈاکخانہ کے پیچھے ایک چھوٹی سی پہاڑی پر یہ محراب واقع ہے۔

حضرت رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ، راحت قلوب العاشقین ﷺ نے تین دن بغیر کچھ کھائے پیے اس غار میں طویل سجدے کئے اور رورو کرامت کی بخشش کے واسطے دعا فرمائی، یہاں تک کہ حضرت جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا یارسول اللہ ﷺ ! سجدے سے سر اٹھایئے ذات باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں جس شخص کی آپ سفارش فرمائیں گے اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ہزار ہزار درود وسلام ہو آپ ﷺ پر یارسول اللہ ﷺ۔ (نجمہ باجی، تزیہ نفوس، ص:۶۵)

☆☆☆

انفاق فی سبیل اللہ کے نادر واقعات

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ.

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک پر دوسرے کو فضیلت بخشی ہے''۔

کسی نے حاتم طائی سے پوچھا: هَلْ غَلَبَكَ اَحَدٌ فِي الْكَرَمِ ؟ (کیا کبھی ایسا ہوا کہ کوئی شخص جود وسخا میں آپ پر سبقت لے گیا ہو؟ حاتم طائی نے جواب دیا: ہاں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے قبیلہ طے کے ایک یتیم کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا۔ اس کے پاس دس بکریاں تھیں۔ اس نے میری مہمانی کی خاطر ایک بکری ذبح کی اور دستر خوان پر میرے آگے اس کا مغز پیش کیا۔ مجھے مغز کا وہ حصہ بہت ہی لذیذ لگا اور میں نے کھانے کے ساتھ ہی کہا: طَيِّبٌ وَاللّٰهِ (واللہ! یہ کس قدر لذیذ ہے۔ (یتیم لڑکے نے جب میری زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس نے ایک ایک کر کے ساری بکریوں کو ذبح کر کے ان کا مغز میرے آگے پیش کر دیا مجھے اس کا علم نہیں تھا کہ میری خاطر اپنی ساری بکریاں ذبح کر دی ہیں۔ جب میں واپسی کے لئے اس کے گھر سے نکلا تو میری نگاہ گھر کے اردگرد پھیلے خون پر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ اس نے بکریوں کو ان کی رسیوں سمیت ہی ذبح کر ڈالا ہے۔ میں نے اس یتیم سے مخاطب ہو کر کہا: لِمَ

فَعَلْتَ ذَالِکَ؟ (تم نے ایسا کیوں کیا یعنی تم نے ان ساری بکریوں کو کیوں ذبح کرڈالا) وہ کہنے لگا:

یَا سُبْحَانَ اللّٰہِ! تَسْتَطِیْبُ شَیْئاً اَمْلِکُہٗ فَاَبْخَلَ عَلَیْکُمْ بِہٖ، اِنَّ ذَالِکَ لَسُبَّۃٌ عَلَی الْعَرَبِ قَبِیْحَۃٌ. (سبحان اللہ! آپ (جیسے میرے مہمان) کو کوئی ایسی چیز اچھی لگے جو میرے قبضے میں ہو اس میں بخل سے کام لے کر آپ سے اسے روک رکھوں؟ یہ تو عربوں کی شان میں ایک گستاخی اور عیب ہوگا!)

حاتم طائی سے پوچھا گیا: فَمَا الَّذِیْ عَوَّضْتَہٗ؟ (پھر آپ نے بطور عوض اس یتیم لڑکے کو کیا دیا؟)

حاتم طائی نے کہا: میں نے اس یتیم لڑکے کو تین سو سرخ اونٹنیاں اور پانچ سو بکریاں دیں۔

یہ سن کر لوگوں نے حاطم طائی سے کہا: اَنْتَ اِذًا اَکْرَمَ مِنْہُ (پھر تو آپ اس سے زیادہ سخی ہوئے)

حاتم طائی نے اس کے جواب میں کہا: "بَلْ ھُوَ اَکْرَمُ، لِاَنَّہٗ جَادَ بِکُلِّ مَا یَمْلِکُہٗ، وَاِنَّمَا جُدْتُ بِقَلِیْلٍ مِنْ کَثِیْرٍ" (نہیں، بلکہ وہ یتیم مجھ سے زیادہ سخی تھا، کیونکہ اس نے اپنی ملکیت میں موجود سب کچھ سخاوت کردو، جب کہ میں نے اپنی ملکیت کا ایک چھوٹ سا حصہ دیا)۔

۱- اس کا نام حاتم بن عبداللہ بن سعد بن الحشرج الطائی القطانی ہے۔ یہ نجد کا رہنے والا تھا۔ نہایت بہادر اور دلیر تھا۔ شعر و شاعری سے خاصی دلچسپی تھی۔ جود و سخا میں اس کی مثال نایاب تھی حاتم طائی کا نام زبان پر آتے ہی ایک عظیم اور بے مثال سخی کا تصور لوگوں کے ذہن میں ابھر آتا ہے۔ اس کی وفات رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے آٹھویں سال ہوئی۔ (دیکھئے علامہ زرکلی کی کتاب الاعلام۔ (۱۵۱/۲))

معاملہ فہمی اور ہوشیاری

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان کی سپہ سالاری میں روانہ ہوا اور سب مجاہدین اسلام اسکندریہ میں خیمہ زن ہوئے۔ اسکندریہ کے بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ اپنے لشکر سے کوئی سمجھدار آدمی بھیجیں جو مجھ سے گفتگو کرسکے۔ میں نے تبادلۂ خیال کیلئے خود ہی جانے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ گفتگو کے بعد بادشاہ نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"تمہارے پیغمبر کا کہنا بالکل سچ ہے کہ تمہارے پیغمبر ہی کی طرح ہم لوگوں میں بھی پیغمبروں کی بعثت ہوتی رہی تھی ہم ان کی تعلیمات پر برابر گامزن رہے لیکن آگے چل کر ہم نے ایسی خواہشات کو بروئے کار لانا اپنا شیوہ اور مقصود زندگی بنالیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ثریا کی بلندی سے ذلت و رسوائی کے گہرے گڑھے میں جا گرے اور دوسری قومیں ہم پر چڑھ دوڑیں۔

لہٰذا اگر تم لوگ اپنے پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) کی روشن تعلیمات کو گلے سے لگائے رکھو گے تو تم سے جنگ مول لینے پر ہر کوئی شکست اور بربادی سے دوچار ہوگا اور تم اس پر ہمہ وقت فتح و کامرانی کا پرچم لہراتے رہو گے۔ اور جو کوئی بھی تم سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا اس کا تاج تمہارے جوتوں کی ٹھوکروں کی زینت بنے گا۔

لیکن جب تم بھی اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو بھلا کر ہماری فہرست میں شامل ہو جاؤ گے اور ہماری ہی طرح اپنی خواہشات کے پجاری بن جاؤ گے تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان راستہ خالی ہوجائے گا۔ اور اس وقت تم مسلمان لوگ ہم سے نہ تو تعداد میں زیادہ ہوگے اور نہ ہی قوت و سطوت میں"۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ گفتگو سن کر کہا:

فَمَا كَلَّمْتُ رَجُلاً اَذْكَرَ مِنْهُ . اَیْ اَدْهٰی مِنْهُ. ''میں نے اس شخص سے بڑھ کر معاملہ فہم وہوشیار آدمی سے کبھی بات نہیں کی''

حکمرانی کا معیار

ناصح نے ابوجعفر منصور سے کہا کہ اے امیرالمومنین! میں ملک چین کے سفر پر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں چین پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہاں کے بادشاہ کے کان کی قوت سماعت ختم ہوگئی اور وہ بہرہ ہوگیا۔ اپنی اس حالت زار پر بادشاہ زاروقطار روتا تھا۔ بادشاہ کے ہم نشینوں نے اسے صبر پر ابھارا، بادشاہ نے ہم نشینوں سے کہا:

اَمَّا اِنِّیْ لَسْتُ اَبْكِیْ لِلْبَلِيَّةِ النَّازِلَةِ

''میں اس لئے نہیں رورہا ہوں کہ میرے اوپر مصیبت آن پڑی ہے''۔

وَلٰكِنِّیْ اَبْكِیْ لِمَظْلُوْمٍ يَصْرُخُ بِالْبَابِ بلکہ مجھے اس لئے رونا آرہا ہے کہ کوئی مظلوم انصاف کے لئے میرا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ فَلاَ اَسْمَعُ صَوْتَهٗ اور میں اس کی آواز (آہ) نہیں سن پاؤں گا۔ پھر بادشاہ نے بڑے عزم وہمت کے ساتھ کہا:

''ہاں یہ ٹھیک ہے کہ میں کان کی سماعت سے محروم ہو چکا ہوں اس لئے سن نہیں سکتا لیکن میری آنکھیں تو دیکھ رہی ہیں ان کی روشنی سے محروم نہیں ہوا۔ چلو لوگوں میں اعلان کردو کہ لال کپڑا مظلوم کے سوا کوئی دوسرا نہ پہنے''

اس کے بعد بادشاہ شام کے وقت سوار ہوکر دیکھتے ہوئے چلتا تھا کہ کسی مظلوم نے تو اپنی فریادرسی کے لئے لال کپڑا زیب تن نہیں کیا تاکہ اس کی پکار پر لبیک کہے۔

حکمت عملی

ایک بادشاہ نے کسی بادشاہ کا محاصرہ کیا۔ جب یہ محاصرہ طول اختیار کرگیا اور محصور بادشاہ پرگراں گزرنے لگا تو اس نے اپنے وزراء کی مجلس منعقد کرکے پوچھا:

آپ لوگوں کی کیا رائے ہے جب کہ ہمیں اتنے دنوں سے محاصرے میں رکھا گیا ہے کیا ہم محاصر بادشاہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں یا رات کو اس کے خلاف میدان جنگ میں نکل پڑیں پھر اللہ کو منظور ہوگا وہ ہوگا؟

ایک وزیر نے عرض کیا: قَدْ بَدَالِیْ اَرٰی اَنَّهُمْ يَنْصَرِفُوْنَ بِهٖ عَنَّا مِنْ غَيْرِ قِتَالٍ. (مجھے ایک تجویز سوجھی ہے جس کی بنا پر میرا خیال ہے کہ دشمن ہم سے جنگ کئے بغیر واپس چلیں جائیں گے)

بادشاہ نے پوچھا: وہ کون سی تجویز ہے؟

وزیر نے عرض کیا: وہ تجویز یہ ہے کہ آقا اپنے خزانے سے سونا اکھٹا کریں۔

جب سونا اکھٹا کردیا گیا تو وزیر نے سناروں کو بلایا اور انہیں سونا پگھلا کر تیر بنانے کا حکم دیا پھر وزیر نے ہر تیر کی انی پر دو مصرعے لکھے اور بادشاہ کے خدام کو حکم دیا کہ وہ ایک ہی کمان سے ان تیروں کو محاصرہ کرنے والی فوج کی چھاؤنی پر دے ماریں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ادھر تیروں کی انیوں سے اس قدر چمکدار اور روشنی نکلی کہ آنکھیں چکاچوند ہوگئیں۔ محاصر بادشاہ نے ان تیروں کو جمع کرنے کا حکم دیا جب تیر جمع کرکے اس کے سامنے رکھ دئے گئے تو حکم دیا گیا کہ جو کچھ ان تیروں کو نوک پر لکھا ہوا ہے پڑھ کر سنایا جائے۔ ان پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

وَمِنْ جُوْدِهٖ يَرْمِی الْعِدَاةَ بِاَسْهُمٍ
مِنَ الذَّهَبِ الْاِبْرِيْزِ صِيْغَتْ نُصُوْلُهَا

(یہ اس بادشاہ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے جس کا تم لوگوں نے محاصرہ کررکھا ہے) کہ وہ دشمنوں پر ایسے تیروں کی بوچھار کررہا ہے جن کی نوکوں کے ڈھانچے خالص سونے سے تیار ہوئے ہیں۔

لِيُنفِقُهَا مَجْرُوحُهَا فِي دَوَائِهِ
وَيَشْتَرِي الاكْفَانَ مِنهَا قَتِيلُهَا

(تاکہ زخمی اس کو بیچ کر اپنا علاج معالجہ کر سکے اور مقتول کے کفن کا بندوبست ہوجائے)

جب محاصرہ بادشاہ نے یہ اشعار پڑھے تو فوراً کوچ کرنے کا حکم دیا اور کہنے لگا: مِثْلُ هٰذَا لاَ يُحَاصَرُ وَلاَ يُقَاتَلُ. ایسے فیاض وکریم دشمن کا نہ تو محاصرہ کیا جانا چاہئے اور نہ اس سے قتال درست ہے۔

مردشناسی اور غیر معمولی ضبط وتحمل

ابن قتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حاتم طائی اور اوس بن حارثہ کے درمیان بڑی پکی اور خوشگوار دوستی تھی۔ دو دوستوں کے مابین جس لطف وکرم اور اخوت اور بھائی چارے کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ ان دونوں دوستوں میں بدرجہ اتم اپنے انتہائی درجہ پر موجود تھا۔ نعمان نامی ایک شخص نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: میں ضرور بالضرور حاتم طائی اور اوس بن حارثہ کی اس دوستی میں رخنہ ڈال دوں گا۔ چنانچہ پہلے وہ اوس بن حارثہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس طرح کہنے لگا: حاتم طائی تو اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ خود کو آپ سے افضل سمجھ بیٹھا ہے۔

اوس بن حارثہ نے جواب دیا: اگر میں حاتم کی فضیلت تسلیم نہ کروں تو میری رات لعنت وملامت میں بسر ہو۔ اس نے سچ کہا۔ بلاشبہ وہ مجھ سے افضل ہے اگر میں میرا بچہ اور میری بیوی حاتم پر قربانی ہوجائیں تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔ پھر نعمان وہاں سے حاتم طائی کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو اوس بن حارثہ سے کہا تھا۔ حاتم طائی کہنے لگا: اوس بن حارثہ اپنی بات میں سو فی صد سچا ہے۔ بھلا میں

اس کے درجے کو کب پہنچ سکتا ہوں؟ اسکے دس لڑکوں میں سب سے ادنی حیثیت والا بھی مجھ سے افضل ہے۔ نعمان نے جب دونوں کی باتیں سن لیں تو پکار اٹھا:

مَا رَأَيْتُ اَفْضَلَ مِنْكُمَا وَكَفَيْتُمُ الْعَرَبَ فَخْرًا

میں نے تم دونوں سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ عربوں کے فخر کیلئے تم دونوں کافی ہو۔

خلاصہ: افراد واقوام کی اقبال مندی کے یہی سب آثار اور طور طریقے ہیں جو انہیں عوام وخواص کے درمیان ممتاز ومقبول بناتے ہیں اور جس کے پیش نظر کسی بھی سماج کے بد اطواروں اور بدخواہوں کی نہ تو دال گل پاتی ہے اور نہ انہیں اپنی من مانی کرنے کا موقع مل پاتا ہے۔

(تاریخی جھلکیاں، تزکیۂ نفوس، ص:۵۳)

☆☆☆

متابعتِ حدیث کی برکتیں

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں مقیم تھا ایک دن مجھے بہت سخت بھوک لگی، مجھے کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جس سے میں اپنی شدید بھوک مٹا سکوں۔ اسی دوران مجھے ریشم کی ایک تھیلی گری ہوئی ملی۔ اس کا منہ بھی ریشمی دھاگے سے بندھا ہوا تھا۔ میں نے تھیلی لی اور سیدھا اپنے گھر آیا۔ جب تھیلی کھولی تو اس کے اندر موتیوں کا ایک نہایت خوبصورت ہار تھا۔ اس سے پہلے میں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا خوبصورت ہار نہیں دیکھا تھا۔ تھیلی کو گھر میں رکھا اور باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی پانچ سو دینار ہاتھوں میں لئے اعلان کر رہا تھا: میری ریشمی تھیلی گم ہوگئی ہے جس میں موتیوں کا ہار ہے۔ جو شخص اسے واپس دے گا یہ پانچ سو دینار اسے بطور انعام دوں گا۔ میں نے اس کا اعلان سن کر دل میں کہا: میں اس کا ضرورت مند ہوں۔ فاقہ کشی ہے، مگر یہ ہار میرا نہیں ہے۔ نہ ہی میرا اس پر کوئی حق ہے۔ مجھے ہر حالت میں اسے واپس کر دینا چاہئے۔ اچانک دل میں خیال آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے: مَنْ تَرَکَ شَيْئًا لِلّٰهِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا. جس نے اللہ کیلئے کوئی چیز چھوڑی، اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر عطا فرمائیں گے۔

اس حدیث کو یاد کرنے کے بعد میں نے اپنے عزائم کو اور پختہ کیا اور گھر جا کر وہ تھیلی لایا۔ بوڑھے نے مجھے تھیلی کی علامت، اس کے پھندنے کی علامت اور اس کے اندر ہار میں موتیوں کی لڑی کی تعداد بتا دی، نیز جس دھاگے سے تھیلی بندھی ہوئی تھی اس کی علامت بھی بتا دی۔ میں نے تھیلی بوڑھے کے سپرد کر دی۔

بوڑھے نے اپنی تھیلی پا کر مجھے پانچ سو دینار دینے کی کوشش کی لیکن میں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا: اس تھیلی کو اس کے مستحق تک پہنچانا میرے اوپر واجب تھا۔ اس لئے میں اس کا بدلہ نہیں لے سکتا۔

بوڑھے نے کہا: نہیں تمہیں یہ ضرور لینا ہوگا پھر اس نے بار بار اصرار کیا لیکن جب میں نے لینے سے انکار کر دیا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔

میرے پاس کوئی بھی ذریعہ معاش نہیں تھا جس سے میں اپنی زندگی گزارتا میں نے ذریعہ معاش کی تلاش میں مکہ مکرمہ سے سامان سفر باندھا اور سمندر کے سفر پر روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے میری کشتی ٹوٹ گئی اور لوگ ڈوب گئے، کشتی میں جو کچھ ساز وسامان تھا وہ سب کا سب سمندر کی نذر ہوگیا۔ اتفاقاً کشتی کا ایک تختہ میرے ہاتھ آگیا میں اس پر بیٹھ گیا، نہ جانے کب تک سمندر کے تھپیڑوں سے دوچار ہوتا رہا، مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور میری منزل کدھر ہے؟

سمندر کے تھپیڑوں نے مجھے ایک ایسے جزیرے میں لا ڈالا جہاں کچھ لوگ آباد تھے۔ میں جزیرے کے اندر داخل ہوا اور وہاں ایک مسجد میں جا کر پناہ لی۔ میں مسجد میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ جزیرے کے لوگوں نے میرا قرآن سنا تو بڑے خوش ہوئے۔ میرے پاس اکٹھے ہوگئے: ہمیں اور ہمارے بچوں کو بھی قرآن پڑھنا سکھاؤ۔ چنانچہ میں ان لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے لگا۔ انہوں نے میری کافی خاطر مدارت کی۔

ایک روز میری نگاہ مسجد کے اندر قرآن کریم کے چند اوراق پر پڑی تو میں انہیں لے کر لکھنے لگ گیا۔ لوگوں نے پوچھا: کیا تمہیں اچھی طرح لکھنا بھی آتا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہاں ان لوگوں نے مجھ سے درخواست کی: ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھاؤ۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے بچوں اور نوجوانوں کو میری خدمت میں بھیجنے لگے اور میں انہیں پڑھنے لکھنے کی تعلیم دینے لگا۔ اس کی وجہ سے مجھے بہت سامان بھی حاصل ہو گیا اور گاؤں میں میری خاصی اہمیت بھی ہو گئی۔

کچھ دنوں کے بعد ان لوگوں نے مجھ سے کہا: ہمارے ہاں ایک یتیم لڑکی ہے نیک سیرت اور خوبصورت ہے۔ اس کے پاس ورثے میں کچھ دولت بھی آئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اس سے تمہاری شادی کر دیں لیکن میں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں نے کہا: نہیں نہیں! ہم تمہاری شادی کر کے چھوڑیں گے پھر انہوں نے مجھے مجبور کر دیا۔ میں نے کچھ پس و پیش کے بعد ہاں کر دی۔

شادی کے بعد جب بیوی سامنے آئی تو میں دیکھا کہ بالکل وہی موتیوں کا ہار اس کے گلے کی زینت بنا ہوا ہے جس کو میں نے مکہ مکرمہ میں پایا تھا۔ میں ٹکٹکی باندھ کر ہار کی طرف دیکھنے لگا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: بھائی! تم اس یتیم لڑکی کی طرف نگاہ پھیر کر اس کے ہار کی طرف دیکھ رہے ہو تم نے تو اس یتیم کا دل توڑ دیا۔

میں نے ان لوگوں کو اس ہار کا قصہ تفصیل سے بتایا۔ ان لوگوں نے میری بات سن کر بلند آواز سے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ میں نے پوچھا بات کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ بوڑھا آدمی جس کا ہار تمہیں ملا تھا۔ اس یتیم لڑکی کا باپ کا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا: میں نے پوری دنیا میں صرف ایک ہی کامل مسلمان دیکھا ہے اور وہ وہی ہے جس نے موتیوں کا ہار پا کر میرے حوالہ کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ برابر دعاء میں کہا کرتا تھا: اے اللہ! مجھے اور اس آدمی کو ایک ساتھ اکٹھا کر دے تا کہ میں اپنی بیٹی

کی اس سے شادی کر دوں۔ اور اب تمہاری باتیں سن کر ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مراد پوری کر دی اور تم خود بخود یہاں آ پہنچے۔

قاضی ابوبکر کا بیان ہے: پھر میں اس لڑکی کے ساتھ جواب میری بیوی تھی ایک زمانے تک زندگی کا سفر طئے کرتا رہا۔ اس سے دو بچے پیدا ہوئے پھر اس کی وفات ہو گئی۔ وہ ہار مجھے اور میرے دونوں بچوں کو وراثت میں ملا۔ کچھ دنوں بعد میرے یہ دونوں بچے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور یہ ہار میری وراثت میں آ گیا۔

میں نے بعد میں یہ ہار ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دیا یہ جو دولت تم میرے پاس دیکھ رہے ہو یہ اسی ہار کی بدولت ہے۔ (سہ ماہی تزکیۂ نفوس، اعظم گڑھ، ص:۵۹)

☆☆☆

سچائیوں سے انکار ممکن نہیں

عیسائیوں نے ہلاکو خاں کے دور میں منگولوں کے ایک سردار کے عیسائیت اختیار کرنے کے موقع پر ایک عظیم الشان محفل کا انعقاد کیا، اس موقع پر ایک عیسائی پادری نے نبی اکرم ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات کہنا شروع کر دیئے۔

پاس ہی بندھا ہوا کتا اس پر جھپٹ پڑا لوگوں نے بڑی مشکل سے بیچ بچاؤ کرایا۔ ایک شخص اس عیسائی پادری سے کہنے لگا: محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے کتا تم پر حملہ آور ہوا ہے۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا: نہیں یہ کتا بڑا خود دار ہے اس کی عزت نفس نے میرے ساتھ یوں یوں والے اشارے کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید میں اسے مارنا چاہتا ہوں۔ یہ دیکھ کر اس نے بھونکنا شروع کر دیا۔ پھر اس عیسائی نے دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھا اور دوبارہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں پہلے سے زیادہ بدگوئی کرنا شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر کتا اپنی رسی توڑ کر شیر کی طرح جست لگا کر اس عیسائی پادری پر جھپٹ پڑا اور اپنے نوکیلے دانت اس کی گردن میں گاڑ دیئے۔ نتیجتاً وہ شخص جہنم واصل ہوا اس عجیب وغریب منظر کو دیکھ کر چالیس ہزار منگول حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ (تزکیہ نفوس، ص:۶۴)

قبولِ اسلام کا عالمی رجحان

مخالف میڈیا کے باوجود اسلام کا مغربی مداحوں کا حلقہ وسیع ہو رہا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب کہ برطانوی اور کیتھولک چرچ کے درمیان خلیج گہری ہو رہی ہے، اہل برطانیہ کی اتنی بڑی تعداد، جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں، جس میں زیادہ تر خواتین ہیں، اسلام قبول کر رہی ہے۔ اس قدر کثیر تعداد میں قبول اسلام کی وجہ سے یہ پیشین گوئی ہو رہی ہے کہ اسلام بہت جلد اس ملک میں ایک اہم مذہبی قوت بن جائے گا۔ اروز کینڈرک، ہل کمپری، ہینسو میں مذہبی تدریس کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کے حوالے سے ایک درسی کتاب کی مصنفہ بھی ہیں ان کا کہنا ہے کہ آنے والے ۲۰ سال کے اندر برطانوی نومسلموں کی تعداد ان مسلمان تارکین وطن کے برابر ہو جائے گی یا اس سے بڑھ جائے گی جو اس مذہب کو برطانیہ میں لے آئے ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ اسلام رومن کیتھولک مذہب کی طرح ایک عالمی مذہب ہے کیونکہ دنیا کی کوئی خاص قوم یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ یہ صرف اسی کا ہے اسلام آج بڑی تیزی سے امریکہ اور یورپ میں بھی پھیل رہا ہے۔ مغربی میڈیا میں اسلام کے حوالے سے منفی تاثر کے باوجود اسلام کی قبولیت بڑھی ہے۔ سلمان رشدی، خلیجی جنگ اور

بوسنیا کے مسلمانوں کی حالت زار جیسے واقعات کا چرچا ہونے کے بعد اسلام قبول کرنے کی رفتار میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے

حیران کن بات یہ ہے کہ مغرب کے اندر اس تاثر کے باوجود کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھا جاتا ہے، برطانیہ میں اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے۔ امریکا میں بھی عورتیں اسلام قبول کرنے کے حوالے سے مردوں پر چار، ایک کی نسبت سے سبقت رکھتی ہیں، جب کہ برطانیہ کی ۱۵ر لاکھ مسلمانوں کی آبادی میں ۱۰ ہزار سے ۲۰ ہزار افراد اسلام قبول کرنے والوں میں بیشتر تعداد کی ہے۔ برطانیہ کے ان نومسلموں میں زیادہ تر متوسط طبقے کا پس منظر رکھتے ہیں۔ ان میں میتھیو ویلکنسن (مشہور تعلیمی ادارے Eton کا نمایاں طالب علم جو کیمبرج تک گیا) اور لارڈ جسٹس اسکاٹ (عراق کیلئے اسلحہ کمیٹی کے سربراہ) کا بیٹا اور بیٹی بھی شامل ہیں۔

نومسلموں میں زیادہ تعداد طلباء کی ہے

اسلامک فاؤنڈیشن لسٹر کے زیر اہتمام محدود پیمانے پر کئے گئے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ زیادہ تر نومسلموں کی عمریں ۳۰ سال سے ۵۰ سال کے درمیان ہیں، نوجوان نومسلموں میں زیادہ تعداد طلبہ کی ہے جو علمی لحاظ سے اسلام کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

امریکی نژاد ماہر نفسیات عالیہ ہیری جو کہ ۱۵ سال قبل اسلام لائیں، کہتی ہیں: کبھی کہا گیا تھا کہ ''اسلام کی روشنی مغرب سے پھیلے گی'' اور آج ہمارے دور میں یہ

بات سچ بن کر سامنے آ رہی ہے۔ عالیہ ہیری برطانیہ کی اسلام پر ایک مشہور مقررہ ہونے کے ساتھ ساتھ زہرہ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھ جو مذہبی لٹریچر شائع کرتا ہے، بطور مشیر کام کر رہی ہیں، وہ کہتی ہیں: مغربی نومسلم مشرق کی تمام عادات کے بغیر اور ان سب چیزوں سے پرہیز کے ساتھ جو ثقافتی لحاظ سے غلط ہیں، صاف ذہن لے کر اسلام میں آ رہے ہیں۔ آج حقیقی اسلام کی یہ تحریک مغرب میں اپنے آپ کو سب سے طاقتور محسوس کر رہی ہیں۔

غیر یقینی کیفیت اور تذبذب

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تقابل ادیان کی تعلیم میں اضافے کی وجہ سے مذہب کی تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ برطانوی میڈیا جو ہر اسلامی چیز کو برا بنا کر پیش کرتا ہے وہ بھی ایک وجہ ہے۔ اہل مغرب اپنے معاشرے کے اندر جرائم میں اضافہ، خاندان کے ادارے کے توڑ پھوڑ، منشیات اور کثرت شراب نوشی جیسے مسائل سے بددل ہو کر اسلام کے اندر ایک نظام اور تحفظ کی موجودگی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ بہت سارے نومسلم پہلے عیسائی تھے جو چرچ کی غیر یقینی کیفیت کی وجہ سے تذبذب کا شکار تھے اور عقیدہ تثلیث اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے عقیدے سے بھی ناخوش تھے۔ کچھ نومسلم مذہبی تشخص کی تلاش کو قبول اسلام کی وجہ بتاتے ہیں، بعض قبول اسلام سے قبل مذہب پر عمل کرنے والے عیسائی تھے مگر انکی علمی تشنگی صرف اسلام ہی بجھا سکا۔ ''میں مذہبی علوم کی طالبہ تھی، تاہم یہ علمی دلیل تھی جس نے مجھے قبول اسلام کی راہ دکھائی''۔ روز کینڈرک، جو مذہبی تعلیم کی استاد اور مصنفہ ہے، کہتی ہیں کہ انہیں دراصل گناہ کے تصور پر اعتراض تھا: اسلام میں باپ کے گناہ کیلئے بیٹے کو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاتا۔ یہ تصور کہ اللہ ہر وقت معاف نہیں کرتا۔ مسلمانوں کے نزدیک گناہ سمجھا جاتا ہے۔

۳۹ سالہ میمونہ کے تاثرات

۳۹ سالہ میمونہ کی پرورش کٹر عیسائی انداز سے ہوئی۔ ۱۵ سال کی عمر میں وہ عیسائی مذہب سے لگاؤ کی بلندیوں کو چھو چکی تھیں، اعلیٰ درجے کے گرجے میں عبادت کرتے ہوئے مجھے اس قدر مزہ آتا تھا کہ میں نے عیسائی راہباؤں کی طرح چہرے کو ڈھانپنے کا سوچ لیا۔ پیچیدگی اس وقت شروع ہوئی جب اس کی ایک دعا قبول نہ ہوئی۔ اس نے آنے والے پادریوں پر تو اپنے دراوزے بند کردیئے، تاہم عیسائی رہباؤں سے بحث ومباحثے کے لئے خانقاہوں میں مسلسل جاتی رہیں۔

وہ کہتی ہیں: میرا عقیدہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوکر واپس آیا، تاہم کسی گرجے کسی ادارے یا کسی اندھی تقلید کا اب اس میں عمل دخل ختم ہوچکا تھا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل انہوں نے ہر عیسائی فرقے، یہودیت اور کرشنا کے افکار وخیالات پر تحقیق کی۔ بہت سارے نومسلم، بندے اور اللہ کے درمیان کسی انسانی واسطے کی موجودگی جیسے عیسائی تصور کو مسترد کرتے ہوئے، مسلمانوں کی اس سوچ کی پرزور تائید کرتے ہیں کہ انسان اور اللہ کے درمیان براہ راست تعلق ہونا چاہئے۔

یہ احساس بھی پایا جاتا ہے کہ برطانیہ کی کلیسا میں رہنمائی کی صلاحیت موجود نہیں اور بہت سارے معاملات میں ان کی لچک کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

۲۸ سالہ ہدیٰ کا خطاب

۲۸ سالہ ہدی خطاب، جو مسلمان خواتین کے لئے لکھی گئی ایک رہنما کتاب کی مصنفہ ہے، جس کو طٰہٰ نامی ایک اشاعتی ادارے نے اس سال چھاپا ہے، کہتی ہیں کہ ''مسلمان اپنے اہداف اور مقاصد کو بار بار نہیں بدلتے''۔ ہدیٰ خطاب ۱۰ برس پہلے یونی

ورسٹی میں عربی زبان کی طالبہ تھیں اسی زمانہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ عیسائیت تبدیل ہوجاتی ہے، جیسا کہ بعض لوگ یہاں تک بھی کہہ چکے ہیں کہ شادی سے قبل جنسی تعلقات استوار کرنے میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ یہ تعلق اس فرد سے رکھا جائے جس سے آپ کی شادی ہونے والی ہو۔ یہ محض نفسانی خواہشات کی ترجمانی کے علاوہ کچھ نہیں۔ جنسی تعلق ہو یا دن میں پانچ وقت کی نماز ہو، اسلام کا موقف اس بارے میں ہمیشہ سے ایک رہا ہے اور اسمیں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ نماز ہر وقت آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی ہے اور آپ مستقل طور پر اپنی اساس وبنیاد سے وابستہ رہتے ہیں۔

(لکی برنگٹن، دی ٹائمز لندن geoislam@yahoogroups.com ترجمہ: نور اسلم خان)

اسلام مغرب کے لئے خطرہ کیوں؟

۱- اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میڈیا کی اس کھلی جنگ کی بنیادی وجہ یہی ہے۔ جو کوئی بھی اسلام کو توحید کے اس بنیادی عقیدے کے ساتھ (کہ اللہ ایک اور یکتا ہے وہی عبادت اور اطاعت کا حقیقی حق دار ہے اور وہی قوانین وضابطے دینے کا حقیقی ضامن ہے) مانتا ہوں ان سب احکامات کے مجموعے سمیت جو اللہ نے خود متعین کئے ہیں۔ (جو انصاف پر مبنی ہونے کیساتھ ساتھ مرد وزن کے حقوق وفرائض کو ٹھیک ٹھیک واضح کرتے ہیں) اور ہر شعبہ زندگی میں اس کے متعین کردہ انصاف کے پیمانوں (سماجی، معاشی اور سیاسی) انسانوں کے درجے کو چاہے وہ بیویاں ہیں، شوہر ہیں بچے ہیں، یتیم ہیں، خواتین ہیں، امیر ہیں، غریب ہیں محتاج ہیں، مسکین ہیں۔ کو فوراً یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ آج اسلام کیوں کر مغربی تہذیب اور اس کے ان ممتاز اکابر کے لئے ایک خطرہ بنا ہوا ہے۔ جو بے انصافی اور ظلم پر مبنی نظام حکومت کو اپنے لئے زیادہ مفید پاتے ہیں۔ لوگوں کے احساسات اور نظریات کو میڈیا (ٹی وی،

رسائل، فلموں اور تعلیم) کے ذریعے کنٹرول کرنے کا اختیار کرنے کا اختیار بھی انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور یہ لوگ برتری کے اس فائدے کو محض اس مقصد کیلئے استعمال کرتے ہیں کہ اسلام کے حوالے سے بداعتمادی کی فضا اسی طرح قائم رہے۔

ایک تسلیم شدہ حقیقت

مسلمانوں کو انسانوں کے بنائے ہوئے جھوٹے نظریات اور اعتقادات کے ذریعے نہ تو غلام بنایا جاسکتا ہے اور نہ ان پر اس ذریعے سے حکومت کی جاسکتی ہے بلکہ ان پر حکمرانی اور غلامی کا حق صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے۔ یہ اسلام کی روح ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی غلامی نہیں کی جاسکتی اور اللہ کی ذات سے ہٹ کر نہ تو کسی کے سامنے سر جھکایا جاسکتا ہے اور نہ اس کی عبادت اللہ کے سوا کی جاسکتی ہے۔

۲- یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دوسری خلیجی جنگ کے دوران یا اس کے فوراً بعد تقریباً ۵ ہزار امریکی فوجی، جو سعودی عرب میں مقیم رہے، اسلام قبول کر چکے ہیں۔

۳- خواتین کے استحصال کے حوالے سے زیادہ تر الزامات کی بنیادی وجہ وہ مقامی ثقافت ہے جس کی بنیاد ہندو مذہب اور اس سے وابستہ توہمات پر ہے۔ تاہم اس کو یوں پیش کیا جاتا ہے گویا اس کا تعلق اسلام سے ہے۔ اس سے ان افراد کی آزادی فکر متاثر ہوتی ہے جو معاملے کو معروضی نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بیشتر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

تفریح اور موج مستی مغرب کا نصب العین

۴- تفریح اور موج مستی، مغرب کی بڑی صنعتوں میں سے ایک ہے۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ترقی کے جعلی تصور کو برقرار رکھا جائے کہ حالات چاہے جیسے بھی

آئیں ہمارے لئے اس میں بہتری ہے اور ہمیں مشکلات کے باوجود اس کو برداشت کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔ اپنی خوشی اور لذت اور دنیاوی لوازمات کی تلاش لوگوں کے اذہان پر حاوی ہو چکی ہے، جب کہ دوسری طرف لوگ قتل ہو رہے ہیں، ذبح ہو رہے ہیں، عورتوں کی عزتیں لوٹی جارہی ہیں، معصوم بچوں اور نومولودوں کو چاقوؤں اور کلہاڑیوں سے کاٹا جارہا ہے۔ سرِ راہ ملنے والے معصوم لوگوں کو برسرِ عام لوٹ کر قتل کیا جاتا ہے۔ بوڑھوں کو نوعمر لڑکے ضربیں مار مار کر موت کی وادیوں میں ڈھکیل دیتے ہیں، ہزاروں لوگ کثرت منشیات سے مر رہے ہیں۔ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ لوگ اپنی زندگیاں تباہ کر رہے ہیں۔ بہت سارے شراب کے نشے میں مدہوش اپنی بیویوں اور بچوں پر بے دریغ تشدد کر رہے ہیں۔ اور یہ ایک نہ ختم ہونے والی فہرست ہے۔ تفریح کی صنعت ان موثر ذرائع میں سے ہے جو غور و فکر کو معمول پر رکھتے ہیں، انسانی ہمدردی کے احساس کو بے حس کر دیتے ہیں اور 'میری خوشی اور مسرت ہی سب سے اہم ہے' کی کیفیت کو بڑھاتے ہیں۔

☆☆☆

وقت زندگی ہے

وقت زندگی ہے۔ اسے بہتر طور پر استعمال کر کے ہم کامیاب ہو سکتے ہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ:

- ہم وقت کی اہمیت کو سمجھیں۔
- وقت ضائع کرنے والے عناصر کا جائزہ لیں۔
- وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کے لئے حکمت عملی تیار کریں اور
- اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔

وقت کی اہمیت اور قدر و قیمت

قیمت: وقت ایک بے مثال ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہ فوری ضائع ہونے والی چیز ہے جسے نہ چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی طریقے سے ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ برف کی طرح ہے کہ اگر آپ استعمال نہ کریں اور باہر رہنے دیں تو پگھل جائے گی۔ وقت کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ اسے آپ پیشگی استعمال نہیں کر سکتے اور نہ ہی پیشگی ضائع کر سکتے ہیں۔ آپ دو اوقات کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا کر کے فاصلہ بھی پیدا

نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ تسلسل کے ساتھ آ رہا ہے، اور جس انداز سے سورج اور چاند کو اپنے امور سے اور زمین کو اپنی گردش سے نہیں روکا جا سکتا اسی طرح سے وقت کو اپنے تسلسل سے نہیں روکا جا سکتا۔ جو وقت گزر جاتا ہے وہ گزرا وقت کہلاتا ہے اس کے بارے میں افسوس کیلئے بیٹھ جانا بھی وقت ضائع کرنے کا باعث ہے۔ جو وقت آیا نہیں ہے اسکے بارے میں سوچا جا سکتا ہے اور منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے۔

گھڑی کی جانب دیکھئے کس تیزی کے ساتھ لمحے گزر رہے ہیں اور ہماری مقررہ زندگی کم ہو رہی ہے۔

وقت کو نہ تو خریدا جا سکتا ہے اور نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اسے نہ تو کرایہ پر لے سکتے ہیں اور نہ ہی کرائے پر دے سکتے ہیں اور نہ ہی مقررہ وقت (زندگی) سے زیادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وقت ہر انسان کی اپنی متاع، ہر انسان جو صبح اٹھتا ہے، چاہے وہ غریب ہو یا امیر، چھوٹا ہو یا بڑا، اسے چوبیس گھنٹے کی از خود خرچ ہونے والی تھیلی سونپ دی جاتی ہے۔ ہر زندہ انسان پر یہ چوبیس گھنٹے کی تھیلی جو کہ اسے دوسرے انسانوں کے مساوی ملی ہے، اپنے بہترین مفاد میں استعمال کر سکتا ہے اور اسے ضائع بھی کر سکتا ہے اور اپنے آپ کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اس معاملے میں انسان کو اپنے مفاد کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ہر چیز کے لئے وقت کی ضرورت ہے

ہر کام کسی نہ کسی وقت پر ہوتا ہے، ہر کام اور ہر سرگرمی کے لئے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کو قلت وقت کے لئے شکایت رہتی ہے۔ وہ بہت سارے کام فرصت کے اوقات میں کرنا چاہتا ہے مگر یہ زندگی ہے کہ اس میں اسے فرصت کا کوئی لمحہ میسر نہیں آتا۔ اس نے دنیا میں اپنے آپ کو اس قدر الجھا لیا ہے کہ اب اسے

فرصت تو صرف قبر ہی میں ملے گی۔ لیکن وہ قبر کے معاملات پر غور ہی نہیں کرتا۔ اگر انسان اپنی زندگی کے ہر دن کو آخری دن سمجھے اور ہر لمحہ جواب دہی کے احساس کے ساتھ گزارے تو بہت سارے کام اس احساس کے باعث قوت عمل پیدا ہونے کی وجہ سے پورے ہو جائیں گے۔

دولت اور وقت دونوں حضرات انسان کے لئے نعمتیں ہیں۔ دولت ظاہری چیز ہے۔ یہ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ ملتی ہے لیکن زندگی میں چوبیس گھنٹے ہر انسان کو مساوی ملتے ہیں۔

ہر انسان کے پاس جو زندگی ہے وہ آج کی زندگی ہے۔ آج کل ہم نے دفتر اور کاروبار کے اوقات کو ہی اصل زندگی سمجھ رکھا ہے۔ زندگی اس سے کافی زیادہ ہے جو کہ دفتر سے باہر گزرتی ہے۔ ہم میز، کرسیوں، فائلوں، نوٹس، خلاصوں، رپورٹوں، نفع، سیٹھ، افسر اور صاحب کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہماری مصروفیات محض انہیں خوش رکھنے کی حد تک رہ گئی ہیں۔ ہم نے ان کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کرنے کا راستہ اپنایا ہوا ہے۔ ہمیں وقت کے بارے میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم کی نظر میں وقت

سورہ عصر جس میں زمانے کی قسم کھا کر انسان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''وہ بڑے خسارے میں ہیں سوائے ان کے جو ان چار خصوصیات کے حامل ہیں۔

۱- ایمان لانے والے

۲- نیک اعمال کرنے والے

۳- ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرنے والے

۴- صبر کی تلقین کرنے والے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''عصر (زمانہ) وہ ظرف ہے جس کے اندر حیرت انگیز واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے اندر انسان سب کچھ کرتا ہے اور تنگی و ترشی، سختی و نرمی، تنگ دستی، فاقہ مستی اس پر گزرتی ہے لہٰذا عمر انسانی کے اوقات بہت قیمتی ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بزرگوں میں کسی کا قول ہے کہ میں نے سورہ عصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا جو بازار میں آوازیں لگا رہا تھا کہ، رحم کرو اس شخص پر، جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے۔ رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں نے کہا، یہ ہے: ''وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ'' کا مطلب۔ عمر کی جو مدت انسانوں کو دی گئی ہے وہ برف کے گھلنے کی طرح تیزی سے گزر رہی ہے۔ اس کو اگر ضائع کیا جائے یا غلط کاموں میں صرف کر ڈالا جائے تو انسان کا خسارہ ہی خسارہ ہے''۔ (تفسیر کبیر ۳۲/۸۱)

احادیث نبوی ﷺ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن سے لوگ کما حقہ فائدہ نہیں اٹھاتے اور وہ صحت اور فرصت وقت ہیں۔ (بخاری) نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کے دونوں قدم اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق دریافت نہ کر لیا جائے۔ اول: اس نے اپنی عمر کہاں صرف کی۔ دوسرے: اپنی جوانی کس کام میں خرچ کی۔ تیسرے: اس نے مال کہاں سے کمایا۔ چوتھے: کس کام میں لگایا۔ پانچویں کتنا عمل کیا، اپنے علم میں سے۔ (ترمذی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دعائیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دعا کرتے ہیں کہ ''اے اللہ! ہمیں کہیں اندھیرے میں نہ رہنے دے، ہماری کج فہمیوں پر ہمیں نہ پکڑ اور ہمیں وقت سے بے پروائی والا نہ بنا''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ ”اے اللہ! میرے لئے اوقات میں برکت فرما اور انہیں صحیح مصرف میں لانے کی توفیق دے“۔

ایک بزرگ کا قول ہے: حضرت انسان! یہ تو بتاؤ زندگی اس وقت کے علاوہ کس چیز کا نام ہے، جسے تم اپنی پیدائش سے وفات تک کام میں لاتے ہو، سونا ہاتھ سے نکل جاتا ہے، لیکن اسے دوبارہ بھی حاصل کر سکتے ہو۔ بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ بھی پا سکتے ہو، مگر جو زمانہ گزر جاتا ہے یا وقت بیت جاتا ہے تم اسے لوٹا سکتے ہو، نہ دوبارہ حاصل کر سکتے ہو۔ اس لئے ”وقت“ سونے، زر و جواہر اور ہیرے موتیوں، سب سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ وہ زندگی کا دوسرا نام ہے۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ وقت تلوار کی طرح ہے، حکماء کا قول ہے کہ زمانہ سیال ہے۔ اسے کسی آن سکون نہیں۔ خدا ڈراتا ہے کہ تم کہیں رہو، موت تمہیں نہیں چھوڑے گی۔ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ”ہر کام کا ایک وقت ہے مگر انسان موت کا وقت نہیں جانتا۔ وقت سے ہوشیار رہو، وقت کی خبر رکھو، وقت کو برباد نہ کرو“۔

ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جس نے وقت کا حق پہچان لیا، اس نے زندگی کی حقیقت پالی کیونکہ وقت ہی زندگی کا دوسرا نام ہے۔

مغربی مفکرین: سینٹ آگسٹین وفات ۶۰۵ء نے اپنی کتاب Confession میں لکھا ہے کہ ”اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ وقت کیا ہے تو میں اس کا جواب نہیں دے سکوں گا۔ لیکن کوئی نہ پوچھے تو مجھے معلوم ہے کہ وقت کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیا ہونی چاہئے۔ سر آئزک نیوٹن کا کہنا ہے کہ ”وقت ایک سمندر ہے جس میں کائنات کا جہاز تیر رہا ہے“۔ ماہر عمرانیات کا کہنا ہے کہ ”وقت ہمارے تجربات اور عوامل کا ایک حصہ ہے۔“

وقت کی قدر کرنے والے چند اسلاف

● عامر بن قیس ایک زاہد تابعی تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: ”آؤ بیٹھ کر باتیں کریں۔“ انہوں نے جواب دیا ”تو پھر سورج کو ٹھہرالو“۔ یعنی زمانہ تو ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور گزرا ہوا زمانہ واپس نہیں آتا ہے اس لئے ہمیں اپنے کام سے غرض رکھنی چاہئے اور بے کار باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

● شیخ محمد بن سلام البیکندی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے تھے۔ ایک دفعہ ان کا قلم ٹوٹ گیا تو انہوں نے صدا لگائی کہ مجھ کو نیا قلم ایک دینار میں کون دیتا ہے۔ لوگوں نے ان پر نئے قلموں کی بارش کر دی۔ یہ ان کی دریا دلی کا حال تھا کہ وہ ایک قلم کو ایک دینار (اس دور کی خطیر رقم) کے بدلے خرید لیتے تاکہ لکھتے لکھتے ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ اور ان کے خیالات کا تسلسل جاری رہے۔

● فتح بن خاقان خلیفہ عباس المتوکل کے وزیر تھے۔ وہ اپنی آستین میں کوئی نہ کوئی کتاب رکھتے تھے۔ اور جب انہیں سرکاری کاموں سے ذرا فرصت ملتی تو وہ کتاب آستین سے نکال کر پڑھنے لگ جاتے تھے۔

● امام فخر الدین رازی کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو سے کم نہ ہوگی۔ صرف تفسیر کبیر تیس سے زائد جلدوں میں ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ کھانے پینے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے میں ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہتا ہوں۔

● علامہ شہاب الدین محمود آلوسی مفسر قرآن نے اپنی رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلے حصے میں آرام و استراحت فرماتے تھے، دوسرے میں اللہ کو یاد کرتے تھے اور تیسرے میں لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے۔

تضیعِ اوقات کی وجوہات اور صورتیں

ہمارے ہاں تضیع اوقات کی وجوہات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا-ذاتی ونفسیاتی ۲-معاشرتی نظام سے مجبور اور ۳-تصوراتی

ذیل میں اشارات کی صورت میں ہم تضیع اوقات کی صورتیں تحریر کر رہے ہیں۔

- ہر کام خود کرنے اور ہر چیز کا تجربہ کرنے کا مزاج تضییع اوقات کا باعث ہوتا ہے کسی سے کچھ سیکھنا چاہیے اور دوسروں کے تجربات سے مدد لینی چاہئے۔
- مقبول بننے کا ناقابل عمل شوق بھی تضیع اوقات کا باعث ہوتا ہے۔ جو کام کر سکتے ہیں اسی کا وعدہ کرنا چاہیے ورنہ معذرت کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔
- طبیعت میں سستی، ٹال مٹول اور مؤخر کرنے کی عادت، تضیع اوقات کا بہت بڑا سبب ہے۔ ''پھر کبھی'' والا مزاج بھی ضائع کرتا ہے۔
- ''کل کریں گے'' یہ ایک دھوکا ہے، اس بارے میں ایک بزرگ نے کہا کہ ''داناؤں کے رجسٹروں میں کبھی کل کا لفظ نہیں ملتا البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ کثرت سے ملتا ہے۔ یہ خیالی پلاؤ پکانے والوں کا سہارا ہے۔
- تضیع اوقات کا ایک اور سبب کاموں کو ادھورا چھوڑتا ہے۔ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ کن حالات میں اور کتنے وقت میں اس کام کو کرنا چاہئے۔ اس لحاظ سے وہ پروگرام بنائے۔ ایک وقت میں ایک کام کو مکمل طور پر کرنا، نامکمل کاموں کا خون کر دینے سے بہتر ہے۔
- اپنی ذات میں تنظیم کی کمی، اپنے جذبات پر کنٹرول کی کمی اور گردوپیش اور ماحول کو سمجھنے کی صلاحیت کی کمی بھی تضیع اوقات کا باعث ہوتی ہے۔☆ کسی کام کو کروانے کیلئے پیچھے نہ پڑنا بھی تضیع اوقات کا باعث ہوتا ہے۔

- ہر ملنے والا فرد دوست نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر فرد کو اس کے اطمینان کی حد تک وقت دینا درست ہے۔
- گھروں اور دفتروں کے درمیان میلوں اور گھنٹوں کے فاصلے انسان کے وقت کو بہت ضائع کرتے ہیں۔
- ہمارے ہاں کی دعوتیں بھی عموماً چار سے پانچ گھنٹے لے لیتی ہیں۔
- دفاتر میں تقسیم کار کی کمی اور افراد کو ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں علم نہ ہونے کے باعث وقت کافی ضائع ہوتا ہے۔
- کرکٹ بھی ہماری قوم کے لاکھوں گھنٹوں ضائع کرتی ہے۔
- ایڈہاک ازم (کام چلاؤ) اور بحران پیدا کرنے کا مزاج بھی اہل افراد کے لئے تضیع اوقات کا باعث ہوتا ہے۔
- افراد کی تربیت نہ کرنا اور انہیں اگلے کاموں کے لئے تیار نہ کرنا بھی اداروں کے اجتماعی اوقات کو ضائع کرتا ہے۔
- ٹیلی فون کا غیر ضروری استعمال یا ضروری استعمال جس میں غیر ضروری باتیں شامل ہو جاتی ہیں۔

وقت کے بارے میں عدم شعور کی علامتیں

کسی بھی شخصیت میں درج ذیل علامتوں میں سے ایک یا ایک سے زائد پائی جائیں تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ وقت کے استعمال کا صحیح شعور نہیں رکھتی اور اسے اپنا جائزہ لینا ہوگا تاکہ آئندہ وہ بہتر طور پر آگے آ سکے۔

- کبھی بھی اہم امور کو نمٹانے کا وقت نہ ملنا۔
- فوری اور ہنگامی نوعیت کے امور پر زیادہ وقت صرف کر دینا۔

● دفتر میں دیر تک بیٹھے رہنا، حالانکہ وقت پر جاسکتے ہیں۔

● دفتر کے کام کو گھر لے جانا اور صحیح وقت پر ختم نہ کرنا۔

● کاغذی کارروائی اور کاغذات کے معاملات میں وقت گزارنا، ٹال مٹول کرنا اور تحریر کرنے کے لئے مناسب وقت اور موڈ کا انتظار کرنا۔

● دوسروں کے کام کرتے رہنا، اس میں خوشی محسوس کرنا اور اپنے کاموں کے لئے بہانے تلاش کرتے رہنا۔

● میٹنگوں اور کانفرنسوں میں بہت زیادہ شرکت کرنا اور اپنے آپ کو تعلقات عامہ کا ماہر سمجھنا۔ ● معذرت کرنے میں مشکل پیش آنا، حالانکہ معذرت کی جاسکتی ہو۔ ● عموماً زیر دباؤ رہنا، پریشان رہنا اور وقت کی کمی کا رونا روتے رہنا۔

بجلی، گیس، ٹیلی فون بل اور لائسنس فیس وغیرہ وقت پر ادا نہ کرنا، گاڑی اور اسکوٹر میں پیٹرول، آئل اور پانی ختم ہو جانا، بچوں اور اہل خانہ کو بیمار ہو جانے کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لئے وقت نہ ملنا۔

آپ مندرجہ بالا علامتوں پر اپنی ذات کے حوالے سے نشان لگا کر دیکھیں، ممکن ہے اصلاح کی ابتدا ہو جائے۔

وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کیلئے چند تجاویز

عربی مقولہ ہے ''جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور کوشش کرتا ہے، وہ داخل ہو ہی جاتا ہے''۔ آپ بھی وقت کے بہتر استعمال کے ذریعے کامیاب زندگی کے دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیجئے۔ چند تجاویز پر عمل کے ذریعے دروازہ کھولنے کی کوشش بھی کیجئے، شان کریمی، آپ کی اس کوشش کے نتیجے سے نکلنے والے پسینے کے قطروں کو موتی بنا دے گی۔

● وقت کی اہمیت کو سمجھئے، فوری طور پر وہ فہرست تیار کیجئے جہاں آپ کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ذرا سوچئے اور اپنے کرنے کے کاموں کو تحریر کیجئے، جو کام آپ کے کرنے کے نہیں ہیں مگر آپ کر رہے ہیں، ان کی بھی فہرست بنائیے۔ جو کام دوسرے کر سکتے ہیں وہ بھی آپ خود کر رہے ہیں حالانکہ وہ دوسروں کے سپرد کئے جاسکتے ہیں، اس کے علاوہ اپنے غیر تکمیل شدہ کاموں کی فہرست تیار کیجئے۔ مگر اس سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ میں زندگی کے نصب العین کا شعور ہو۔ آپ کے پاس اس کی قلیل المیعاد (کم مدت کی) اور طویل المیعاد (زیادہ مدت کی) منصوبہ بندی ہو، اس صورت میں آپ کے وقت کی افادیت زیادہ ہوگی۔ اس کے علاوہ نفسیاتی طور پر موثر بننے کی کوشش کیجئے۔ حاضری اور کارکردگی کے فرق کو سمجھئے اور اسی کے مطابق اپنی استعداد بڑھائیے۔ کم وقت میں بہتر طریقے استعمال کر کے زیادہ اور موثر کام کرنے کی کوشش کیجئے۔ جو کرنا ہے اسے فوراً کر ڈالو۔ کام کے بعد آرام کی خواہش دل میں آنے دو۔ یقین جانئے۔ وقت کا بہتر استعمال، نصب العین کا شعور، محنت، استقلال، مستعدی اور احتساب آپ کو چند روز میں شاہراہ کامیابی پر لے آئیں گے۔

● ہم آپ کے لئے چند چارٹ تجویز کر رہے ہیں۔ کاغذ کے ٹکڑے یا کارڈز لے لیجئے۔ چاہے وہ دعوت ناموں کے پچھلے حصے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان اوپر دیئے ہوئے کاموں کی الگ الگ فہرست بنا لیجئے۔ ایک اور فہرست ان کاموں کی بنائیے جو آپ اس ہفتہ میں ختم کرنا چاہتے ہیں، دوسری ان کی جو اس مہینہ اور تیسری ان کی جو اس سال میں ختم کرنا ہوں۔

● نصب العین اور مقصد زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یومیہ کاموں کی فہرست بنائیے۔ ان کی ترجیحات تحریر کیجئے، انہیں بہتر طور پر کرنے کے لئے وقت اور فاصلے کا ربط پیش نظر رکھئے۔ ہر کام کا ہدف (ٹارگٹ) مقرر کیجئے اور اس کو پالنے کے

لئے آخری تاریخ (ڈیڈلائن) بھی طے کرلیجئے۔ ● دن میں مختلف وقفوں کے ساتھ اس فہرست کا جائزہ لیتے رہئے، جہاں ضروری ہو وہاں ترمیم وتبدیلی بھی کیجئے۔

● اپنی ٹیم کی تشکیل کیجئے، اس کی تربیت کا اہتمام کیجئے۔ اس میں احساس ذمہ داری پیدا کیجئے، اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اس ٹیم کے ارکان کے اختیارات اور ذمہ داریاں متعین کیجئے اور پھر انہیں کام سپرد کیجئے، ان کاموں کا جائزہ لیجئے اور پھر ان کی اصلاح اور حوصلہ افزائی کیجئے۔ ● اپنے بہترین وقت Prime Time کا پتہ لگائیے۔ جب آپ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، بس ان اوقات میں انتہائی اہم کاموں کو کرنے کی کوشش کیجئے۔ ● آمدورفت اور انتظار کے وقت کو بہتر طور پر استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کیجئے۔ ● ٹیلی فون کا بہتر استعمال سمجھنے کی کوشش کیجئے، ''السلام علیکم'' میں خیریت اور دعائیں شامل ہیں مزید حال اور واقعات کیلئے ٹیلی فون کو استعمال نہ کیجئے۔ ● دفتر کو دفتر ہی میں چھوڑ کر آیئے۔ وقت کی پابندی کیجئے۔

● افراد سے ملاقاتوں کے لئے اوقات طے کرلیجئے۔ عموماً مخصوص اوقات ملاقاتوں کیلئے دیجئے۔ آپ کو بھی ان اوقات کا علم اور ملاقاتیوں کو بھی احساس ہو۔

● پیغامی پرچیوں کا بہترین استعمال کرے۔ جو کام پیام سے ہوسکتا ہے اس کے لئے بلانے اور خود جانے کی ضرورت نہیں۔ ● دفتر کے اوقات اگر صبح ۹ تا ۵ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ۹ بجے کام شروع اور ۵ بجے ختم کریں۔ لوگ ان اوقات کو پہنچنے اور روانہ ہونے کے اوقات سمجھتے ہیں۔

چند منفی عادات جن سے چھٹکارا ضروری ہے

ٹال مٹول یا موخر کرنا، یہ انسانی زندگی کی ترقی کی راہ میں وہی کردار ادا کرتی ہے جو کہ عام صحت کی راہ میں کینسر اور تپ دق کی بیماری۔

آپ اسے ایک شدید نقصان دہ عادت اور اپنا دشمن نمبر 1 تصور کریں۔

ترجیحات متعین کیجئے اور ان کے مطابق کام کیجئے۔

مشکل کاموں کو ایک طرف مت کیجئے بلکہ چیلنج سمجھتے ہوئے کیجئے۔

● مقروض انسان ادائیگی قرض میں عموماً رقم ہونے کے باوجود کاہلی کرتا ہے، بس یہی نفسیاتی بیماری عام طور پر کاموں کو نمٹانے میں بھی ہوتی ہے۔ ● اپنے آپ پر جبر کیجئے اور ''ابھی اور فوراً'' کا فارمولہ اپنائیے۔ ● اکملیت کی طرف مت جایئے۔ کما حقہ کام کرنے کی پوری کوشش کیجئے۔ ● ایک عادت یہ ہے کہ ''کچھ کام نہ ہوتے ہوئے بھی مصروفیت ظاہر کیجئے''۔ یہ حضرات اپنی میز کو فائلوں سے بھر کر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ مصروف انسان ہیں اس غلط تصور سے چھٹکارا حاصل کیجئے۔

● فوری طور پر ردعمل کی عادت کو ترک کیجئے اور ضد میں مت آیئے البتہ صحیح وجوہات پر، صحیح وقت پر اور صحیح طریقے پر غصے کرنا سیکھئے۔

وقت کے بہتر استعمال کیلئے اداروں، ذمہ داروں اور حکومت کے کرنے کا کام

● اداروں کو چاہئے کہ وہ اپنے ملازمین کے اوقات کار کو اس انداز سے ترتیب دیں کہ ان کا وقت ضائع نہ ہو۔ ● ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو ان کی ذمہ داریوں اور اختیارات کے بارے میں بتائیں بلکہ کام کی تفصیل فراہم کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے مستقبل کے بارے میں سال میں ایک بار مشاورت بھی ہونی چاہئے۔ ● انہیں چاہئے کہ افراد کے آپس میں اور افراد و ادارے کے مابین بات چیت اور رابطوں کو بہتر بنائیں۔

● ذمہ داران کو چاہئے کہ وہ اداروں کے نااہل افراد کی جانب سے کھیلی جانے والی سیاست کا تدارک کریں اور باصلاحیت افراد کو ان کی صلاحیت کے مطابق کام کو یقینی بنائیں ذمہ داران اس سلسلے میں انفرادی ملاقاتوں کا بھی اہتمام کرسکتے ہیں۔نتیجہ یہ ہوگا کہ اداروں میں باہم مل جل کر کام کرنے (ٹیم ورک) کا رجحان پیدا ہوگا اور کارکردگی میں اضافہ ہوگا۔

حکومت کے ذمہ کام یہ ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لے کر دفاتر میں ملازمین کی استعداد کار یا کارکردگی کس وقت بہتر ہوتی ہے۔ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں دوپہر کے بعد کا وقت عموماً ضائع ہوتا ہے اور کارکردگی بہت کم ہوتی ہے۔اگر حکومت رمضان المبارک کے اوقات کو نافذ کرے تو صبح سات سے دوپہر ۲ بجے تک زیادہ سے زیادہ کام لیا جاسکتا ہے۔شیڈول کی تبدیلی کے مندرجہ ذیل فائدے ہوسکتے ہیں۔

● لوگ کھانا بازاروں سے نہیں کھائیں گے بلکہ گھروں پر کھائیں گے نتیجتاً صحت خراب نہیں ہوگی اور بچت ہوگی۔ ● دفتروں میں فراہم کردہ کھانوں کے اخراجات سے ادارے بچ جائیں گے۔نتیجتاً ٹیکس کی مد میں حکومت کو مزید آمدنی ہوگی۔ ● لوگ اپنے گھروں پر جلدی پہنچیں گے تو بچوں کی تعلیم وتربیت پر توجہ دے سکیں گے۔تعلیم آسان ہوجائے گی۔ٹیوشن کے اخراجات بچ جائیں گے۔

● لوگوں کے پاس شام کا وقت ہوگا،اس صورت میں بلدیاتی مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں۔لوگ تفریح بھی کرسکیں گے۔ترقی کے لئے تعلیم بھی حاصل کرسکیں گے۔اور اگر اجازت دے دی جائے تو لوگ جزوقتی (پارٹ ٹائم) کام کرکے اپنی معیشت کو ٹھیک کرسکیں گے اور اس انداز سے رشوتوں کو ختم کرنے کی انفرادی کوشش شروع ہوجائے گی۔ ● لوگ جلدی اٹھیں گے،جلدی سوئیں گے۔

● حکومت متبادل مشغولیات فراہم کرے۔پارک،کھیل،تعلیمی چینل،مزید اوپن یونیورسٹیاں وغیرہ تاکہ خواندگی میں اضافہ ہو اور قوم ترقی کرسکے۔

دعائیں: ''الحزب الاعظم'' اور ''مناجات مقبول'' وغیرہ سے صبح وشام کی مسنون دعاؤں کے پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے جس کی وجہ سے اوقات میں برکت ہوگی،جسمانی وروحانی فوائد کھلی آنکھوں محسوس ہوں گے،انشاءاللہ۔

☆☆☆

جہیز: ایک سماجی ناسور

مولانا خالد انور پورنوی المظاہری ایڈیٹر ندائے قاسم پٹنہ لکھتے ہیں کہ

شادی کو ابھی چند ماہ ہوئے تھے، شوہر سنیل شاہ کا اصرار تھا کہ اس کی بیوی مائیکہ سے دو لاکھ روپئے لاکر اسے دے، اور بیوی رادھا کماری مجبور تھی، چونکہ گھر غریب تھا، والدین غریب تھے، شوہر کو غصہ آگیا اور پیٹنا شروع کردیا۔ جب غصہ کی آگ نہیں بجھی تو رسی سے گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کردیا۔

یہ واقعہ ۱۰/۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء کا ہے، ویشالی ضلع کے مجروہی گاؤں کا ہے، دسیری تھانہ کی پولیس سپرنٹنڈنٹ کے بیان کے مطابق شوہر سمیت تین لوگوں کے خلاف یہ معاملہ درج کیا گیا ہے، لیکن ملزمان فرار ہیں اور لاش پوسٹ مارٹ کے لئے صدر اسپتال میں۔ (روزنامہ امین، ۱۱/۱ اکتوبر ۲۰۱۲ء)

ابھی مہندی کی ہلکی ہلکی سرخی اس کے ہاتھ میں باقی تھی لیکن اس کی لاش کمرہ کے ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی، منہ سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی، وہ ایک سوال کررہی تھی، میرا جرم......کیا تھا؟ یہ واقعہ ضلع گیا کے شیرگھاٹی کا ہے۔ ابھی غیاث الدین سے شاہینہ کی شادی کے صرف ۲۵ دن ہوئے تھے، غیاث الدین اپنے سسرال

والوں سے اسکوٹر کا مطالبہ کررہے تھے، شاہینہ کے والد محترم نے دس ہزار روپئے دیئے اور بقیہ رقم دینے کا وعدہ کرلیا، غیاث الدین کو جلدی تھی، ایک نئے گھر میں شاہینہ کا استقبال جوتوں اور چپلوں سے ہورہا تھا، شاہینہ بے چاری مجبور، ہر غم کو ویلکم کہہ رہی تھی، غیاث الدین کو ایک دن غصہ آیا اور اپنی نئی نویلی دلہن کا گلا گھونٹ کر قتل کردیا۔ گھر والوں کو پتہ چلا، تو دوڑتے دوڑتے آئے، اس دردناک منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئے۔ (قومی تنظیم پٹنہ، مئی ۲۰۰۰ء)

میرا جرم......کیا تھا!

ایک سروے کے مطابق بھارت دنیا کا ایسا ملک ہے، جہاں جہیز نہ لانے کی پاداش میں سب سے زیادہ خواتین کو زندہ جلا دیا جاتا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں ۸۳۹۱ خواتین کو قتل کیا گیا، انڈین نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۰۸ء میں جہیز نہ لانے کی وجہ سے ۳۸۷۶ خواتین کو جلا دینے کے واقعات ہوئے۔ ۲۰۰۱ء میں قتل کی جانے والی خواتین کی تعداد ۷,۰۰۰ ہزار تھی، ۱۹۹۳ء سے یہ بھارت کا سب سے بڑا ظلم بن چکا ہے۔ (جہیز کا رواج ہمارے معاشرے میں ایک المیہ: مصنف فرح شہباز، بحوالہ انٹرنیٹ)

۹۰ فیصد سے زائد خواتین یہ ظلم محض اس لئے سہتی ہیں کہ ان کے والدین سسرال والوں کی ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ اور وہ ظلم کی چکی میں پستی رہتی ہیں جب تنگ آجاتی ہیں تو خاموشی سے اس دنیا سے چلی جاتی ہیں۔ ایک سوال چھوڑ کر: میرا جرم.........کیا تھا؟

رخصتی کے وقت شفقت مادری، پدری کے تحت ہر ماں، باپ اپنی لڑکی کو ایسے ساز وسامان فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو ضروریات زندگی اور امور خانہ داری کے لئے اہم ہوتے ہیں، فرمائش کسی کی طرف سے نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی

شادی کے لئے بطور شرط متعین ہوتے ہیں، اعتدال کے اندر رہتے ہوئے اگر اسے انجام دیا جائے، علماء کرام اسے ناجائز نہیں کہتے، لیکن حالات کی ستم ظریفی سے اس میں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں یہ رسم بھی اظہار شان وشوکت اور مظاہرہ امارت ودولت کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، جو سینکڑوں مفاسد کی بنیاد بنتی جارہی ہے۔

اپنی بیٹیوں کو جہیز میں بہت کچھ دے کر جہیز کو رواج دینے والے ان امیر باپوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس جہیز کی وجہ سے سینکڑوں لڑکیاں آگ کے انگاروں میں بے دردی کے ساتھ دھکیلی جارہی ہیں، بے شمار دلہنوں کے نازک جسم پر مٹی کا تیل اور پٹرول چھڑک کر آگ لگائی جارہی ہیں۔

جہیز کا رواج ہندو معاشرہ میں ہوا، اس کے باوجود آخر کیوں؟ ہمارے مسلمانوں نے اس ہندوانہ رسم کو سینے سے لگایا۔

خوشی سے دینے اور لینے میں برائی کیا ہے؟

لوگ کہتے ہیں: کہ ہم جہیز مانگتے تو نہیں، اگر خوشی سے کوئی دے تو اسے قبول کرنے میں کیا حرج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے تو تحفہ دینے اور خوش دلی سے قبول کرنے کی تاکید فرمائی ہے، یہ انتہائی مؤثر فلسفہ ہے، جس کے آگے بڑے، بڑے دیندار بزرگ بھی ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔

کیا واقعی یہ سب خوشی سے ہوتا ہے؟ ایک بھائی اپنے بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے خون، پسینہ ایک کرکے دو روپئے اپنے کھاتہ میں جمع کرتا ہے، مگر نہ چاہتے ہوئے بھی بہن کی منگنی، باراتیوں کی ضیافت، جوڑے، جہیز پر خرچ کر دیتا ہے۔ اس بھائی سے ذرا پوچھئے! کس قدر خوش ہیں؟ مزہ کی بات یہ ہے: کہ سارا کاروبار خوشی سے لینے کے نام پر ہوتا ہے، لیکن جب دونوں فریق شادی کی بات

چیت کے لئے بیٹھتے ہیں سامان جہیز، نقد رقم اور غیر ضروری اشیاء وغیرہ پر خوب بحث ہوتی ہے۔ لڑکے والے ایک طرف کہتے ہیں: کہ جو دینا ہو خوشی سے دے دو، اور پلنگ، بستر، زیور وغیرہ پر تکرار بھی کرتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں ایک طرف کہتے ہیں کہ خوشی سے جو دینا ہو دے سکتے ہیں اور سامان کم پڑ جانے پر سسرال میں ساس، بہو کی لڑائی بھی شروع ہو جاتی ہے۔

جہیز وتلک قرآن کی نظر میں

آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سابق صدر حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کئی لڑکیوں کے ایک بدحال باپ کا خط آیا، وہ لکھتا ہے کہ میری کئی لڑکیاں ہیں، ایک کا معاملہ ہوتا تو میں اپنی جان پر کھیل کر کچھ انتظام کر لیتا۔ پیام دینے والے اور اس کے سرپرستوں کے مطالبات کی تکمیل کرلی جاتی ہے، مگر ہر لڑکی کے پیام پر کچھ ایسے ہی مطالبات کئے جارہے ہیں جن کی تکمیل امکان سے باہر ہے، کیا ہم ان لڑکیوں کو زہر دے کر مار دیں؟ یا ان کا گلا گھونٹ دیں؟ یا ان کو معصیت کی زندگی جینے پر مجبور کریں؟

حضرت علی میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس طرح کے خطوط کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عذاب الٰہی کے نزول کا خطرہ محسوس ہونے لگتا ہے۔

(پیش لفظ: جہیز یا نقد رقم کا مطالبہ، مصنف: مولانا برہان الدین سنبھلی)

اس بدحال باپ کے دردمندانہ خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ لڑکی کا پیدا ہونا ہی ماں، باپ کا ایک قصور ہے؟ اس لئے سزا صرف اسے ہی ملتی ہے وہ مجبور ہیں لڑکے والوں کے مطالبات پورے کرنے پر، آخر کیوں؟ کیا یہ ظلم نہیں؟ یہ ڈاکہ زنی نہیں؟ کیا یہ دوسروں کا مال باطل طریقہ سے کھانا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو ارشاد خداوندی

ہے: یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ.

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ، لیکن کوئی تجارت ہو، جو باہمی رضامندی سے ہو، اس میں مضائقہ نہیں ہے''۔

جہیز وتلک میں دوسرے کے اموال ناحق طریقے سے کھائے جاتےہیں باہمی کوئی رضامندی نہیں ہوتی۔اس کے باوجود اگر کوئی جہیز لیتا ہے تو وہ فرمان الٰہی کے مطابق ایک حرام اور ناجائز لقمہ پیٹ میں داخل کررہا ہے۔

جہیز وتلک حدیث کی روشنی میں

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاۃً لِعِزِّھَا لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا ذُلًا وَمَنْ تَزَوَّجَھَا لِمَا لِھَا لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا فَقْرًا، وَمَنْ تَزَوَّجَھَا لِحَسْبِھَا لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا دِنَائَۃِ، وَمَنْ تَزَوَّجَ اَمْرَاۃً لَمْ یُرِدْ بِھَا اِلَّا اَنْ یَغُضَّ بَصَرَہٗ وَیُحْصِنَ فَرَجَہُ اَوْ یَصِلَ رَحِمَہُ بَارَکَ اللّٰہُ لَہُ فِیْھَا وَبَارَکَ لَھَا فِیْھَا. (الترغیب والترہیب،۳۰/۳، علامہ منذری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عورت سے اس لئے شادی کی کہ اسے عزت مل جائے، اللہ تعالیٰ اسے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں دے گا اور جو اس لئے شادی کرے کہ اسے دولت مل جائے تو اللہ تعالیٰ اسے فقر وفاقہ اور تنگ دستی کے سوا کچھ نہ دے گا اور جو شخص کسی عورت سے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہ دے گا، ہاں جو شخص اسلئے شادی کرے کہ اس کی نگاہ نہ بھٹکے اور وہ پاک دامنی کی زندگی بسر کرے، یا صلہ رحمی کرے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس نکاح کو زوجین کیلئے باعث برکت بنادے گا۔

منگنی سے پہلے ہی لڑکے کی طرف سے مال ودولت کا مطالبہ ہوتا ہے، اگر لڑکی کے گھر والوں نے رضامندی ظاہر کردی تو آگے کی کاروائی ہوتی ہے نہیں تو ہمارے نوجوان دوسرے گھر کا چکر لگاتے ہیں اور اس پر سالوں سال گزر جاتے ہیں اسی لئے آج نکاح باعث برکت نہیں ہے، زوجین کے مابین الفت ومودت قائم نہیں ہو پاتی ہے۔اور نہ سکون نہ چین۔دونوں ایک دوسرے کے لئے سوالیہ الجھن بن جاتے ہیں، چند ہی دنوں میں تنگ دستی اور فقر وفاقہ اسے گھیر لیتی ہے۔

جہیز: ایک مہذب بھیک

شادی کے دن باراتی لڑکی کیلئے واپس آتے ہیں، تو ایک عجیب وغریب منظر دیکھنے کو ملتا ہے، بسوں، ٹرالیوں اور ٹھیلوں پر لدے سامان دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ لڑکی والوں کے گھر کی ''قرقی'' کی جارہی ہے، لیکن قریب سے دیکھیں گے تو آپ کو کوئی پولیس یا تھانہ دار نظر نہیں آئیں گے، ہاں ماڈرن فقیر اور بھکاری آپ کو ضرور مل جائیں گے، بھکاری کئی طرح کے ہوتے ہیں ایک تو مانگ کر وصول کرتے ہیں اور دوسرے ذرا خوددار ہوتے ہیں، مانگتے نہیں، لائن میں خاموش کھڑے رہتے ہیں، دینے والے دونوں کو دیتے ہیں بلکہ خاموشی سے مانگنے والوں کو بول بول کر مانگنے والوں سے زیادہ ملتا ہے، لیکن مانگنا دونوں صورتوں میں ہے۔مانگ کر جہیز لے تو بھی بھکاری، خاموشی سے لے تو بھی بھکاری ہے فقیر جو بھی بھیس بدل کر آئے وہ ہر حال میں فقیر ہے۔

جہیز کے ظالمانہ رسم سے دختر کشی کے بڑھتے واقعات

جہیز کی ظالمانہ: رسم ورواج کی وجہ سے آج لڑکیاں ''رحمت'' کے بجائے زحمت تصور کی جانے لگی ہیں، پھر وہی حالت لوٹ گئی ہے جس کا نقشہ آج سے چودہ سو

سال پہلے قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا تھا: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ، اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ، اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ. اور جب ان میں کسی کو بیٹی کی (پیدائش) کی خبر دی جاتی ہے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے۔ اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے اور جس چیز کی اس کو خبر دی جاتی ہے اس کی عار اور شرم سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے (اور سوچتا رہتا ہے) کہ آیا اس متاع رسوائی کو اپنے پاس رکھے رہے یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی کے نیچے دفن کردے، خوب یاد رکھو! ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے۔ آج مشین ایجاد ہوگئی ہے حمل سے پہلے سونوگرافی مشین کے ذریعہ عورتوں کا ٹیسٹ کرایا جاتا ہے اگر رحم مادر میں لڑکی ہے تو اسے ضائع کردیا جاتا ہے۔

ایک سروے کے مطابق روزانہ پانچ سو سے چھ سو تک لڑکیاں دنیا میں آنے سے پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دی جاتی ہیں۔ گویا ہر سال دو لاکھ انیس ہزار ۲،۱۹۰۰۰ لڑکیاں موت کا شکار ہوجاتی ہیں، انسانی حقوق اور خواتین کی مختلف تنظیموں نے اس کے خلاف آوازیں بلند تو کیں، لیکن خاطر خواہ کوئی فائدہ نہیں ہوا، بلکہ ہر آئے دن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ ظالم سماج جو اپنی لڑکیوں کو بازاروں کے سامان کی طرح اونچی اونچی قیمتوں پر فروخت کرتا ہے وہ ظالم سماج جو چاہتا ہے کہ لڑکیوں کے والدین ان کی رگِ گلو کا آخری قطرہ خون بھی وصول کرلیں۔ جب تک ہم اصل مرض کا علاج کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے، دختر کشی کی اس لہر کو ہم روک نہیں سکتے۔ کل قیامت کے میدان میں خدا پوری شان قہاری کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا، ناحق قتل کی جانے والی پھولوں کی طرح معصوم لڑکیاں لائی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کریں گے: بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اس وقت ماں باپ اور

ڈاکٹر و معالج تو عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے ہی، پورا سماج بھی ان بے گناہوں کے قتل میں شریک ہوگا۔

جہیز: ایک سماجی برائی ہی نہیں، سماجی کینسر بھی ہے

جہیز ایک سماجی برائی ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایک سماجی کینسر بھی ہے اس نے زندگی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے ہزاروں بسے بسائے گھر کو ویران کر دیا، طرح طرح کے ہولناک اور روح فرسا مسائل کھڑے کئے جسے سن کر اور دیکھ کر انسانیت کی پیشانی ندامت سے شرمسار اور عرق آلود ہوگئی۔ نکاح کو شریعت نے آسان بنایا تھا۔ جہیز نے اسے مشکل بنادیا، اور زنا مشکل تھا، جہیز نے اسے آسان بنادیا، نوجوان لڑکے مہنگی سے مہنگی قیمتوں میں بکنے لگے، معصوم لڑکیوں کے ارمانوں کا خون ہونے لگا، غریب گھرانے کی بچیوں پر خدا کی زمین تنگ ہونے لگی۔ ان کی پاکیزہ تمناؤں اور البیلی آرزوؤں کا جنازہ نکلنے لگا۔ زمانہ جاہلیت کی طرح پھر ایک بار لڑکیوں کی پیدائش ایک منحوس تصور کیا جانے لگا۔ ۱۹۵۶ء میں ہندو پرسنل لا ایکٹ کو تبدیل کیا گیا، جس میں یہ بتایا گیا، جہیز ایک سماجی کینسر اور سماجی ناسور ہے۔

کرنے کا کام

دینی امور کے ذمہ داران، شریعت کے نام ونہاد علمبرداران اور علماء کرام سب سے زیادہ قصوروار ہیں، ہمارے واعظ، مسلکی اختلافات پر جس طرح اپنا پورا زور بیان صرف کر دیتے ہیں اس شدت کے ساتھ جوڑے، جہیز کے بارے میں بیان نہیں کرتے۔ آمین بالجہر، آمین بالسر چھوٹے چھوٹے فروعی مسئلے میں تو دندناتے ہوئے جلسوں میں مظاہرہ کرتے دیکھے جاتے ہیں اور شعلہ بیاں تقریروں کے ذریعہ ایک

دوسرے پر کفر تک اور نہ جانے کیا کیا فتوے لگاتے ہیں وہی جو ہر شعلہ بیانی کبھی جہیز کی لعنتوں کے خلاف صرف نہیں کرتے۔

اس لئے کہ ہمارے علماء کرام خود جہیز کے لین، دین میں ملوث ہیں ورنہ تو تمام علماءکرام اگر فیصلہ کرلیں کہ ہم اسی نکاح میں شریک ہوں گے، جس میں شریعت کے مطابق شادی ہوگی، اور جہیز کا لین دین نہیں ہوگا تو ہمیں یہ دن دیکھنے نہیں پڑیں گے، اور بے چارے غریب عوام جہیز کی کینسر جیسی بیماری میں مبتلا نہ ہوں گے۔

اسلامی نوجوان بھائیو! آیئے ہم عہد کریں!

یہ تجارت کی منڈی ہے، یہاں سامان نہیں، ہم اور آپ بک رہے ہیں، لیکن ذرا سوچیۓ! کسی غریب کا گھر لوٹ کر اپنا گھر بسانا کسی کی جھونپڑی بیچ کر اپنا محل تعمیر کرنا، اور کسی بوڑھے انسان کی کمائی سے اپنے سر پر تاج پہننا، کیا یہ شرافت ہے؟ اگر نہیں.......تو ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ آج ہماری وجہ سے ہزاروں جوان لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہیں کتنی خودکشی کا ارتکاب کررہی ہیں، اور کتنی اپنی عفت وعصمت کو فروخت کررہی ہیں کہیں تھپڑ، کہیں پتھر، کہیں آہیں، کہیں سسکیاں، کہیں آنسو، کہیں آگ کے سلگتے انگارے، کہیں دہکتے شرارے، اور کہیں ان بے گناہ مظلوم ومجبور بیویوں اور بہوؤں کے نازک جسم سے لہو کے پھوٹتے فوارے، لڑکے اور لڑکے والے اژدہے کی طرح پھنکار رہے ہیں اور سماج کے اعلیٰ طبقہ کے لوگ خاموش تماشائی!!!!! کیا ہم اور آپ اب بھی ساحل پہ کھڑے ڈوبنے والوں کا تماشہ دیکھتے رہیں گے؟ اگر نہیں تو پھر آیئے! ہم سب ایک آواز ہوکر جہیز کے خلاف تحریک چلائیں اور بائیکاٹ کریں ان شادیوں کا جہاں پر لین، دین ہو۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆

مذہبِ اسلام کا پھیلتا دائرہ

جناب مولانا سہیل لقمان تیمی ماہنامہ طوبیٰ ستمبر ۲۰۱۲ء میں لکھتے ہیں کہ

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام ایک سچا دین ہے، اسلام ایک معقول دین ہے، اسلام ایک خوبصورت دین ہے اور اسلام ایک امن پسند دین ہے، یہ انسانی ضمیر وعقل کو چین وسکون عطا کرتا ہے، یہ روزمرہ کی زندگی میں انسان کی مکمل طور پر رہبری ورہنمائی کرتا ہے، یہ اسے دائمی سکون وہدایت سے سرفراز کرتا ہے یہ اسے نظام زندگی عطا کرتا ہے جو اس کی فطرت اور حقیقی ضروریات کے عین مطابق ہوا کرتا ہے اور جو مادی ترقی وروحانی ترقی میں ایک ایسی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے جس کی روشن مثال پوری تاریخ انسانی میں مل پانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اسلام کے ان ہی خصائص کی وجہ سے اسکے دشمن اس روئے زمین پر ہر جگہ مختلف سازشوں، حیلوں اور بہانوں کے ذریعہ اسکے خلاف روز اول ہی سے برسرپیکار رہے ہیں وہ اس کا قلع قمع کردینے کیلئے مختلف طریقے اس پر زبردست حملہ کرتے رہتے ہیں، وہ اس کے اساسی تصورات اور اقدار کو ان تصورات واقدار سے بدل دینا چاہتے ہیں جن کا ان سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے تاکہ عالمی صہیونیت اور عیسائیت اس سے اپنا دامن چھڑا سکیں۔

اسلام برق رفتاری سے پھیل رہا ہے

قابل ذکر یہ ہے کہ دشمن طاقتوں کی ہزار سازشوں اور لاکھوں کوششوں کے باوجود بھی یہ دین حق اسلام ہر جگہ کو اپنی نور ہدایت کی ضیا پاشیوں سے منور کرتا ہوا مختصر سی مدت میں مصر، عراق، یمن، شام اور لیبیا تک جا پہنچا اور آپ ﷺ کے عہد رسالت میں ہی تقریباً ۱۴.۱/ لاکھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر چین وسکون کی لمبی سانس لینے لگے۔ مزید قبولیت اسلام کا یہ مبارک سلسلہ پورے آب وتاب کیساتھ آگے بڑھتا رہا۔ مضطرب قلوب اور بے چین روحیں دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اس کے منبع شافی سے فیض یاب ہوتی رہیں حتی کہ آج اسلام اپنی صداقت وحقانیت کا لوہا منواتے ہوئے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان سکونت پذیر نہ ہو اور وہاں صرف ایک اللہ کی عبادت نہ کرتا ہو۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق فی الحال اسلام پوری دنیا میں برق رفتاری سے پھیل رہا ہے۔ خصوصاً بعض مغربی ممالک میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں آئے دن زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ہر سال امریکہ میں ۲۵ ہزار لوگ اسلام قبول کرتے ہیں جب کہ آسٹریلیا میں ۱۵ ہزار جرمنی میں ۴ ہزار، فرانس میں ۴ ہزار سویڈن میں ۱۵ ہزار روس میں ۲۵ ہزار اور اٹلی میں ۲۵ ہزار۔

نومسلموں میں ۷۵ فی صد عورتیں

رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں ۷۵ فیصد خواتین ہیں اور اس کی بنیادی وجہ ان کی اپنی بگڑتی وٹوٹتی عزت کو دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمیشہ کے لئے حفاظت کرنا ہے۔ اسی طرح جرمنی کی ایک سرکاری رپورٹ

(ERD) کے مطابق جرمنی میں ۲۰۰۶ء سے لے کر ۲۰۱۱ء تک ہر سال چار چار ہزار لوگوں نے مذہب اسلام قبول کیا ہے جب کہ ایک اسلامی رپورٹ کے مطابق جرمنی میں ہر سال اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۱۰ سے ۱۵ ہزار تک ہوا کرتی ہے، اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فی الحال یہاں ۲۵۰۰ مساجد ہیں اور ہر سال تقریباً ۱۰۰ سے زائد مساجد تعمیر کی جارہی ہیں، ہاں یہ الگ بات ہے کہ یہاں مساجد اسلامی ملکوں کی مساجد کی طرح نہیں ہوا کرتی ہیں اس لئے کہ یہاں کی مساجد میں منارا اور گنبد وغیرہ نہیں ہوتا ہے تاکہ وہ شرپسند طاقتوں کی بری نگاہوں اور ان کی شیطانی حرکتوں سے محفوظ رہیں اور اس رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ ۲۰۵۰ء تک پورا جرمنی ایک مسلم ملک بن جائے گا۔

۲۰۴۰ء تک پورا امریکہ مسلم ملک بن جائے گا

اسی طرح امریکہ کی ایک تحقیقی رپورٹ (CNN) کے مطابق گذشتہ ایک دہائی یعنی ۹/۱۱ کے بعد سے امریکی مسلمانوں کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے اور ملک کے مغربی وجنوبی علاقوں میں پہلی مرتبہ یہود کی تعداد کم پڑ گئی ہے جب کہ وہاں کے بیشتر گرجا گھروں میں عیسائی پیروکاروں کی تعداد میں بھی بڑی کمی واقع ہوئی ہے اس رپورٹ کے مطابق وہاں فی الحال مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۷۰ ہزار ہے۔ جب کہ ۲۰۰۰ء میں یہ تعداد صرف ۱۵ ہزار ہی تھی ادارہ سے وابستہ ایک محقق ڈاکٹر ڈیل جونز کے خیال کے مطابق مسلمانوں کی تعداد میں اتنی زیادہ شرح سے اضافہ لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ مزید اس رپورٹ میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ ۲۰۴۰ء تک پورا امریکہ ایک مسلم ملک بن جائے گا جہاں صرف اور صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کی جائے گی۔

۲۰۶۰ء تک فرانس مسلم ملک بن جائے گا

اسی طرح بی بی سی (BBC) کی ایک نشریاتی رپورٹ کے مطابق فی الحال برطانیہ میں مسلمانوں کی کل تعداد ۶۰ ہزار سے زائد ہے جب کہ امریکہ میں ۷۰ ہزار اور فرانس میں تقریباً ۸۰ ہزار ہے، اس نشریاتی رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۷ء تک فرانس کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہوگا جب کہ ۴۹ سال کے اندر یعنی ۲۰۶۰ء کے آتے آتے پورا فرانس ایک مسلم ملک بن جائے گا۔

۲۰۳۰ء تک مسلم آبادی میں ۲۵ فیصد کا اضافہ

یہ بھی واضح رہے کہ یو این ایس پی اے (UNSPA) کی مردم شماری کی جدید رپورٹ کے مطابق فی الحال پوری دنیا کی کل آبادی ۱۰.۷ ارب ہے جس میں مسلمانوں کی کل آبادی ۷۷.۱/ارب سے بھی زائد ہے جب کہ ۱۸۰۴ء میں پوری دنیا کی کل آبادی ۱/ارب، ۱۹۲۷ء میں ۲/ارب، ۱۹۵۹ء میں ۳/ارب، ۱۹۷۴ء میں ۴/ارب، ۱۹۸۷ء میں ۵/ارب، ۱۹۹۸ء میں ۶/ارب اور ۳۱/اکتوبر ۲۰۱۱ء میں ۷/ارب تھی اور اب ۱۰.۷/ارب سے زائد ہو چکی ہے۔ اور ۲۰۵۰ء تک ۹.۳/ارب ہو جائے گی گویا آنے والے ہر سال میں پوری دنیا کی آبادی میں ۸.۷/کروڑ کا اضافہ ہونے کے قوی امکانات ہیں اس میں بھی جاپان کی آبادی میں ۱.۱ فیصد، روس کی آبادی میں ۲.۱ فیصد، نائیجیریا کی آبادمیں ۲.۳ فیصد، بنگلہ دیش کی آبادی میں ۲.۴ فیصد، پاکستان کی آبادی میں ۲.۷ فیصد برازیل کی آبادی ۲.۸ فیصد، انڈونیشیا کی آبادی میں ۳.۴ فیصد امریکہ کی آبادی میں ۴.۵ فیصد ہندوستان کی آبادی میں ۱۷.۵۰ فیصد ،چین کی آبادی میں ۱۹.۴ فیصد اور دیگر ممالک کی آبادی میں مجموعی طور پر ۴۱.۲ فیصد

کے اضافہ ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ علاوہ ازیں پوری دنیا میں اسلام کی بڑھتی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبہ جغرافیہ کے ایک ماہر پروفیسر ڈاکٹر سیری ہٹیش کا کہنا ہے کہ ۲۰۱۵ء تک غیر مسلموں کی تعداد میں ۵ فیصد کمی واقع ہوگی اور ۲۰۳۰ء تک ۲۵ فیصد تک کمی واقع ہونے کے خدشات ہیں جب کہ ۲۰۳۰ء تک مسلمانوں کی آبادی میں ۲۵ فیصد کا اضافہ ہونے کے امکانات ہیں۔ اسی طرح ایک انسائیکلوپیڈیا کی ایک نئی رپورٹ کے مطابق فی الحال یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی اس طرح ہے:

اٹلی میں	1% - 2%
یونان میں میں	1% - 2%
ڈنمارک میں	2% - 3%
ہسپانیہ میں	2% - 3%
سلوفینیہ میں	2% - 3%
جرمنی میں	3% - 4%
سویڈن میں	3% - 4%

(دنیا کے ہر مرکز پہ ہے لکھا۔ ''**نام محمد صلِّ علیٰ**'')

☆☆☆

اس کرۂ ارض کو سہارا دینے والا

اللہ ہے

آپ جانتے ہیں کہ زمین اپنے محور (Axis v{k) پر 23.5^0 زاویئے پر جھکی ہوئی ہے اور اپنے محور پر چوبیس گھنٹوں میں ایک چکر لگاتی ہے جس سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں۔ جب کہ سورج کے گرد زمین کا چکر ایک سال میں پورا ہوتا ہے جس سے موسم بدلتے ہیں زمین کی بناوٹ اس کا جھکاؤ، اس کا پھیلاؤ، اس کی گردش اور ترتیب میں توازن قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے جس میں تھوڑی بہت تبدیلی بھی زمین اور زمین پر بسنے والوں کے لئے ہلاکت اور تباہی کی وجہ بن سکتی ہے اسی طرح زمین پر ہر سال ۴۰ ہزار زلزلے آتے ہیں لیکن بڑے سے بڑے تباہ کن زلزلے کی پیمائش ریختر اسکیل پر ۹ ڈگری سے زیادہ نہیں ہوتی۔

اگر زمین کا جھکاؤ صرف دو ڈگری زیادہ ہوتا یعنی ۲۳ ڈگری کی جگہ ۲۵ ڈگری ہوتا تو قطب شمالی اور قطب جنوبی کی برف پگھل کر سمندر میں آجاتی اور سمندر کی سطح اتنی بلند ہوجاتی ہے کہ سطح زمین کو ڈھانپ لیتی۔ اگر یہ جھکاؤ ایک ڈگری کم ہو کر ۲۲ ڈگری ہوجاتا تو پورا یورپ برف سے ڈھک جاتا۔

اسی طرح زمین کی محوری گردش ۲۴ گھنٹے میں ایک بار کے بجائے ۳۰ گھنٹوں میں ایک بار ہوتی تو ایسی تیز ہوائیں چلتیں کہ زمین ریگستان میں بدل جاتی۔ اگر یہ گردش ۲۰ گھنٹے ہوتی تو زمین خشک اور بنجر ہوجاتی۔

اسی طرح زمین پر آنے والے کسی زلزلے کی شدت ریختر اسکیل پر ۱۰ ڈگری سے زائد ہوجائے تو زمین پر ایسی تباہی مچے جو بیان سے باہر ہے اور جس کے نتیجے میں جان و مال کے لحاظ سے سب کچھ تہس نہس اور برباد ہو کر رہ جائے گا۔

قدرت نے زمین پر واقع دو بڑے سمندروں میں بحر الکاہل (Pacefic Oceon iz'kkUr egklkxj) اور بحر اوقیانوس (Atlantic Oceon VykfUVd egklkxj,) کو پچھم میں رکھا ہے جو اتری اور دکھنی سمت میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں ان کے بیچ میں خشکی ہے۔ اگر یہ سمندر جو کئی کئی کیلومیٹر گہرے ہیں زمین کی طرف رخ کریں تو پوری زمین پر ۱۰ ہزار فیٹ اونچا پانی چڑھ جائے گا۔ ماہرین فلکیات کا کہنا ہے کہ سمندروں سے بھاپ بن کر اڑنے والا پانی بادلوں میں چھپا ہوا ہے۔ یہ پانی جس کی مقدار کئی کھرب ٹن ہے اگر برس گیا تو زمین پر سوائے پانی کے اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔ سائنس دانوں کے مطابق ہر سال سمندروں سے ۱۴ فیٹ پانی بادلوں (Clouds) یا بخارات (Vapours) میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اور حالیہ تحقیقات کے مطابق اس کی مقدار ۲۴ فیٹ ہوچکی ہے۔

اسی طرح بحر ہند (Indian Oceon fgUn egklkxj) جو اپنے طوفانی لہروں کی وجہ سے اوقیانوس کے بعد سب سے زیادہ خطرناک سمندر ہے اور جس کی طوفانی لہروں کی بلندی ۴۰ فیٹ چوڑائی ۸۰۰ سے ۱۴۰۰ فیٹ اور رفتار ۶۰ کیلومیٹر فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ لہریں کچھ وقت تک اپنے پورے شباب پر اٹھیں اور چلنے لگیں تو زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیں اور کچھ بھی باقی نہ رکھیں۔

اسی طرح قطب جنوبی (South Pole nf{k.kks /kzqOk) پر جمی ہوئی برف میں سے کچھ برف پگھل کر امنڈ پڑے تو سمندر ۲۰۰ فیٹ بلند ہو جائے گا اور ساحلی علاقے ڈوب جائیں گے۔

نوٹ: قطب جنوبی کی برف کی موٹائی یکساں نہیں ہے۔ کہیں ۵ کیلومیٹر تو کہیں صرف ۲ کیلومیٹر۔ اسی طرح سمندروں کی گہرائی بھی یکساں نہیں ہے۔ انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان سمندر کی گہرائی ۲۱ فیٹ ہے اور وہاں آتش فشاں پہاڑ بھی موجود ہیں جو کسی وقت پھٹ کر تباہی پھیلا سکتے ہیں۔ نیوزی لینڈ کے اتر میں سمندر کی گہرائی کم وبیش ۳۰ ہزار فیٹ اور فلپائن کے پاس سمندر کی گہرائی ۳۲ ہزار فیٹ ہے۔

(خلاصہ یہ کہ اس کائنات کو باقی رکھنے والی ذات محض اللہ رب العزت ہے جو عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ہے)

(میمونہ خان، تزکیۂ نفوس، ص:۶۸)

☆☆☆

جانوروں کے حقوق

اسلامی تعلیمات کے آئینے میں

مذہب اسلام، دنیا کا واحد مذہب ہے جو کائنات کی تمام مخلوقات کو ان کے واجب حقوق سے نوازتا ہے۔ تمام مخلوقات کے ساتھ رحیمانہ ومشفقانہ سلوک کی سخت تاکید کرتا ہے کسی بھی ذی روح کے ساتھ ظلم وتعدی اور چھیڑ خانی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے۔ آج پوری دنیا حقوق کے ڈھنڈورے پیٹ رہی ہے اور اس میدان میں ہر مذہب والے اپنے کو سب سے بڑا حقوق کا علم بردار بتا رہے ہیں، ایسے حالات میں جب ہم تاریخ عالم کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قریب تک دنیا اس تصور سے خالی اور نابلند تھی کہ حیوانات بھی رحم وکرم اور انصاف کے مستحق ہیں بلکہ بعض اقوام عالم کے یہاں تو آج بھی مذہبی تہواروں اور عام خوشیوں کے مواقع پر بطور تفریح حیوانات کو مشق ستم بنانا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے یہ پیغام دیا کہ حیوانات صرف رحم وکرم کے مستحق ہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی، ظلم وزیادتی، وحشیت وبربریت باعث دخول جہنم بھی ہے۔

اسلام نے اس پیغام کو اس قدر خوش اسلوبی اور غیر معمولی انداز سے پیش کیا ہے کہ اس سے کوئی بھی انسان نظر انداز نہیں کرسکتا بلکہ ہر آدمی کے لئے اس قدر باعث کشش ہے کہ اسے دیکھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

حیوانات کے متعلق اسلامی نظریہ

حیوانات کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ عالم حیوانات بھی، عالم انسان کی طرح کا ایک عالم ہے جس کے کچھ خصائص وامتیازات ہیں اور خاص نوعیت کے شعور واحساسات بھی رکھتا ہے۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:"وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ" "زمین میں جو چلنے پھرنے والا یا دو پروں سے اڑنے والا جانور ہے ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں"۔

لہٰذا وہ بھی رحمت وشفقت کے اسی طرح مستحق ہیں جس طرح ایک انسان۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"اَلرّٰحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ وَمَنْ اُعْطِیَ الرِّفْقَ فَقَدْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ" "رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے جس سے نرم خوئی دی گئی، اسے دنیا و آخرت کی بھلائی کا ایک حصہ دیا گیا"۔ (ابوداؤد، ۴۹۳۱، الحدیث صحیح بشواہدہ)

حیوانات پر شفقت جنت کا ذریعہ

حیوانات پر شفقت بعض اوقات ایک انسان کے لئے جنت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اس کو نبی کریم ﷺ نے ایک حکایت کے ذریعے یوں بیان فرمایا: "بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ اِذَا اشْتَدَّ عَلَیْهِ الْعَطْشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِیْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا کَلْبٌ یَلْهَثُ یَاْکُلُ الثَّرٰی مِنَ الْعَطْشِ فَقَالَ

الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْکَلْبُ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِیْ کَمَا بَلَغَ مِنِّیْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاَ خِفَهُ مَاءً ثُمَّ اَمْسَکَهُ بِفِیْهِ حَتّٰی آتٰی فَسَقَی الْکَلْبَ فَشَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهُ فَغَفَرَلَهُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا اَنَّ لَنَا فِی الْبَهَائِمِ لَاَجْرٍ. فَقَالَ: فِیْ کُلِّ ذَاتٍ کَبَدٍ رَطْبِهٖ اَجْرٌ". "ایک آدمی کہیں جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، اسے ایک کنواں ملا، وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت سے مٹی چاٹ رہا ہے۔اس آدمی نے دل میں کہا کہ یہ کتا بھی پیاس کی شدت سے اسی طرح بیتاب ہو رہا ہے۔جس طرح کہ میں بیتاب ہو رہا تھا وہ دوبارہ کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھرا اور منہ میں پکڑا اور اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کو پسند فرمایا اور اس کی مغفرت فرمائی۔حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! ان بہائم سے حسن سلوک پر بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: "ہر جگر دار اور چارہ کھانے والے حیوان سے حسن سلوک پر اجر ملے گا"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حیوانات پر ظلم جہنم کا دروازہ کھولتا ہے

اس کے برخلاف بعض اوقات حیوانات کے ساتھ سنگ دلانہ برتاؤ کی وجہ سے ایک آدمی جہنم میں بھی داخل ہوسکتا ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دَخَلَتْ اِمْرَاَةٌ النَّارَ فِیْ هُرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْاَرْضِ" "ایک عورت محض ایک بلی کی وجہ سے جہنم کی سزاوار ہوئی کہ اس نے اس کو باندھ رکھا تھا نہ کچھ کھانے کو دیا اور نہ آزاد چھوڑا تاکہ وہ زمین پر رینگنے والی چیزیں کھا لیتی"۔ (بخاری) شارع علیہ السلام نے صرف ترغیب وترہیب پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ حیوانوں پر رحم وشفقت کے بارے میں قانون سازی تک کیا ہے۔چنانچہ آپ نے ناجائز قرار

دیا کہ کوئی کسی سواری کی پیٹھ پر بیٹا ہوا کسی سے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرِ دَوَابِّكُمْ كَرَاسِيِّ" "اپنے حیوانات کی پیٹھوں کو کرسی نہ بنالو" (مسند احمد، مستدرک حاکم) اسی طرح حیوان کا بھوکا رکھنا اور اس کو کمزور اور نحیف رکھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گذرے جس کا پیٹ (بھوک کے سبب) پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "اِتَّقُوا اللّٰهَ فِىْ هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْعُجْمَةِ فَارْكَبُوْهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوْهَا صَالِحَةً" "ان حیوانات کے معاملہ میں اللہ کا خوف کرو جو بول نہیں سکتے۔ ان پر سواری کرو جب کہ وہ اس کے قابل ہوں اور انہیں چھوڑ دو جب کہ وہ اچھی حالت میں ہوں"۔ (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانوروں سے متعلق خشیت

انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بذات خود اپنے اونٹوں کو پانی پلاتے، چارہ ڈالتے اور فرماتے یہ میرے ملکیت میں ہے خدائے بزرگ و برتر ہم سے باز پرس فرمائے گا، اگر دریائے فرات کے ساحل پر کوئی کتا یا کوئی بکری بھوک سے مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس اور جواب طلبی ہوگی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ڈرتا ہوں کہ میری حکومت میں اگر کوئی خارش زدہ بکری مر جائے تو اللہ کے یہاں جواب دہ ہوں گا۔ (حیاۃ الحیوان)

جانوروں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی طاقت تحمل سے زیادہ کام نہ لیا جائے، ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں آپ نے ایک اونٹ دیکھا۔ جب اس اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو

بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ آپ اس اونٹ کے پاس آئے اس کے آنسو پونچھا اور فرمایا: "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ اس کے مالک نے کہا: "میں ہوں اے اللہ کے رسول! آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "کیا تمہیں اس حیوان کے معاملے میں اللہ کا خوف ہے؟ جس کو اللہ نے تیری ملکیت میں دیا ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تم اس سے طاقت سے زیادہ کام لیتے ہو اور اسے بھوکا رکھتے ہو"۔ (مسند احمد)

بطور تفریح جانوروں کا شکار کھیلنا حرام ہے

بلا ضرورت، محض بطور تفریح حیوانات کا شکار کھیلنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "مَنْ قَتَلَ عَصْفُوْراً عَبَثاً عَجَّ اِلٰى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنَّ فُلَانًا قَتَلَنِىْ عَبَثاً وَلَمْ يَقْتُلْنِىْ مَنْفَعَةً" "جس کسی نے ایک چڑیا کو بھی کھیل کے طور پر قتل کیا تو وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے فریاد کرے گی کہ اے اللہ! اس نے مجھے کھیل کے طور پر قتل کیا تھا اور کوئی فائدہ حاصل کرنے کیلئے مجھے قتل نہیں کیا تھا"۔ (نسائی، ابن حبان)

اسی طرح حیوانات کو نشانہ بازی کی مشق کے لئے استعمال کرنا بھی ممنوع ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئاً فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضاً" "رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو بطور نشانہ استعمال کرتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

حیوانات کو باہم لڑانا، نشان زدہ کرنے کے لئے ان کے چہرے کو آگ سے جھلسانا یا داغنا، کند چھری سے ذبح کرنا، ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اتارنا، چھری تیز کرنے سے پہلے پچھاڑنا، ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا، یہ باتیں

ممنوع اور حرام ہیں۔ (مسلم) اسلامی تعلیمات کی روح اور اس کے مظاہر اور حیوانات کے ساتھ رحیمانہ سلوک کی جلوہ نمائی کو سمجھنے کیلئے یہاں چند مثالیں قابل اعتناء ہیں:

۱- رسول اللہ ﷺ ایک سفر پر تھے کہ انصار کی کسی عورت نے اونٹنی کو کہا ''تجھ پر لعنت ہو'' جب کہ وہ اس پر سوار بھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے کانوں میں جب اس عورت کے لعنت بھیجنے کی آواز پڑی تو آپ ﷺ ان پر بہت ناراض ہوئے اور حکم دیا ''اس اونٹنی پر جو کچھ ہے اسے لے لو اور اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ ''معلونہ'' ہے چنانچہ فوراً اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا وہ کھلے طور پر لوگوں میں پھرتی تھی کوئی اسے نہ چھیڑتا تھا۔ (مسلم)

حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ

۲- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بکری کی ٹانگ پکڑ کر زمین پر گھسیٹ رہا ہے تا کہ اسے ذبح کرے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: ''ستیا ناس ہو تیرا، اسے موت کی طرف تو اچھے طریقے سے لے جا''۔ ۳- حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کی ایک دلکش مثال وہ ہے جو ایک جلیل القدر صحابی ابو درداء رضی اللہ عنہ نے پیش کی، انہوں نے مرتے وقت اپنے اونٹ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے اونٹ قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے مجھ سے نہ جھگڑنا کیوں کہ میں نے تیری طاقت سے زیادہ کبھی بھی تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا''۔ نیز ایک دوسرے صحابی حضرت عدی بن حاتم چیونٹیوں کیلئے روٹی کا چورا بناتے اور کہتے: ''یہ ہماری پڑوسن ہیں لہٰذا ہم پر ان کا بھی حق ہے''۔ (حیوۃ الحیوان)

ان تعلیمات کی روشنی میں فقہائے اسلام نے حیوانات کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کے ایسے احکام مقرر کئے ہیں جن کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ جانوروں کا تمام دودھ نکال لینا جب کہ اس کا چھوٹا بچہ ہو جائز نہیں ہے، ہاں اگر بچے کی خوراک بھر دودھ چھوڑ کر اضافی دودھ نکالے تو جائز ہے۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ

مالک پر لازم ہے کہ وہ حیوانات کی ضروریات فراہم کرے یا اس کو فروخت کر دے یا پھر اسے جنگلات میں کھلا چھوڑ دے جہاں اسے چارہ اور جائے پناہ مل جاسکے۔ ورنہ اسے قانوناً مجبور کیا جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس مذہب کی تہذیب وتمدن اور اصول وضوابط اور دستور میں داخل ہے، جس کو بدقسمتی سے پوری دنیا دہشت گرد ثابت کرنے کے لئے ایڑی چھوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ جس مذہب نے انسان تو کیا حیوانات پر بھی رحم وکرم اور شفقت اور رحیمانہ سلوک کی ایسی مثالیں قائم کی ہیں جس کی ہمیں پوری انسانیت کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ انسان کو صحیح فہم وفراست سے نوازے۔ اور اسلام کی حقانیت کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆

داعیانہ کردار

معاشرے میں پائے جانے والے بگاڑ کو دور کرنے کی کوششیں ہر سطح پر ہو رہی ہیں ،انفرادی سطح پر بھی اجتماعی سطح پر بھی،عوامی سطح پر بھی اور حکومتی سطح پر بھی، ان کوششوں کے باوجود بگاڑ میں کمی آنے کی بجائے مزید اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ایسے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلاح معاشرے میں علماء کا کیا کردار ہونا چاہئے؟ معاشرہ کے اصل ذمہ دار علماء کرام ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ معاشرے کی باگ ڈور حقیقت میں انہی کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ۔علماء کی صحیح رہنمائی سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے۔اوران کی غلط رہنمائی سے معاشرہ بگڑتا ہے۔

حضرت زیادہ بن حدیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: هَلْ تَعْرِفُ مَا يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ؟ قَالَ، قُلْتُ: لَا! قَالَ: يَهْدِمُهُ زَلَّةِ الْعَالِمِ وَجِدَالِ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاَئِمَّةُ الْمُضِلِّيْنَ. (دارمی،صحیح،مشکاۃ المصابیح) ’’جانتے ہو اسلام کی عمارت کو کون سی چیز منہدم کرتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں ، آپ رضی اللہ عنہ ہی بتائیے۔آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: عالم کی لغزش ،قرآن کے بارے میں منافق کا مجادلہ اور گمراہ اماموں کا فیصلہ‘‘۔

معاشرہ کے بگاڑ کا بنیادی سبب

علماء کا فقدان یا معاشرے سے ان کی کنارہ کشی معاشرے کے بگاڑ کا بنیادی سبب ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ علم اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اسے لوگوں کے سینے سے کھینچ لے ، بلکہ وہ علم کو علماء کی وفات کے ذریعے سے اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں گے۔وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے،خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے‘‘۔(بخاری: باب کیف یقبض العلم، ومسلم: باب رفع العلم وقبضہ وظہور الجہل)

اصلاح معاشرے میں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اصلاح معاشرے کے لئے بنیادی چیز یہ ہے کہ عالم کا معاشرے سے اور معاشرے کے افراد سے گہرا ربط ہو۔عام طور پر علماء کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرے کے دیگر افراد سے ممتاز تصور کرتے ہیں اور ملنے جلنے اور لوگوں سے تعلقات استوار کرنے کو اپنی عالمانہ شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کون عالم ہوسکتا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے: وَاللّٰهُ اِنِّی لَا رْجُوْ اِنْ اَكُوْنَ اَخْشَاكُمْ اللّٰهُ وَاَعْلَمُكُمْ بِمَا اَتَّقٰى. (مسلم: عن عائشہ رضی اللہ عنہا) ’’اللہ کی قسم! میں تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں‘‘۔اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سردار تھے۔اس کے باوجود معاشرے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہرا ربط تھا۔نبوت سے قبل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے افراد میں ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے اپنی پہچان اور شناخت بنالی تھی، کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ رکھنے کے سلسلے میں جب نزاع پیدا ہوا تو کئی دنوں کے بحث وتکرار

کے بعد یہ طے ہوا کہ کل صبح سویرے جو سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہوگا، اسے اس مسئلہ کے حل کے لئے حکم بنالیا جائے گا، دوسرے دن سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں داخل ہونے والے آپ ﷺ ہی تھے۔ دیکھتے ہی لوگ کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلے سے راضی ہیں۔ انجمن حلف الفضول قائم ہوئی تو آپ ﷺ بھی اس کے رکن بن گئے۔ بعثت کے بعد بھی اس انجمن کا اچھے الفاظ میں تذکرہ کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ لَوْ اُدْعٰی بِهٖ فِی الْاِسْلَامِ لَاَجَبْتُ. ''اگر آج بھی مجھے اس جیسی محفل میں شرکت کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا''۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب اعطاء الفی علی الدیوان)

اصلاح معاشرہ صرف تحریروں تک محدود

دوسری چیز یہ ہے کہ معاشرے کی خرابیوں اور خامیوں پر عالم کی گہری نظر ہونی چاہئے۔ اصلاح معاشرہ میں آج کل علماء تحریر تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں، معاشرے کی خامیوں کو جاننا بھی چاہتے ہیں تو کتابوں کے ذریعے جب کہ نبوی اسوہ یہ ہے کہ خرابیوں اور خامیوں کو معاشرے کا مشاہدہ کرکے جاننے کی کوشش کی جائے۔ قرآن مجید میں انبیاء کی دعوت کا جہاں بھی تذکرہ کیا گیا ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ یہ بات ملتی ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو توحید کو اپنانے اور شرک سے اجتناب کرنے کی دعوت دیتے ہوئے معاشرے کی خرابیوں کا ذکر کرکے ان سے دور رہنے کی تعلیم دی۔ قوم عاد شرک کے ساتھ ساتھ دنیا داری میں غرق تھی، اور اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے کمزوروں پر ظلم ڈھاتی تھی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کے اس فعل کی نکیر کرتے ہوئے فرمایا: اَتَبْنُوْنَ بِکُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ، وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمْ تَخْلُدُوْنَ، وَاِذَا بَطَشْتُمْ

بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْانَ. ''کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بطور کھیل تماشا یادگار (عمارت) بنا رہے ہو اور بڑی صنعت کاری کے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو، گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے۔ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پنجہ مارتے ہو ظلم سے۔

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''عملی زندگی'' تمام ہوئی!

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی

خانقاہِ رحیمی دار العلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ: ۱۰/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

مطابق ۱۲/جنوری ۲۰۱۴ء بروز اتوار

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول و دوم (سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفر نامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دو جلدیں
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۹	زیاراتِ حرمین شریفین	
۲۰	مجالسِ رحیمی	

۲۱	فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۲	اسرارِ طریقت	(زیر طبع)
۲۳	انجمن دیندار چن بسویشورا مسلمان نہیں	
۲۴	رمضان المبارک کے مسائل وفضائل	
۲۵	امت کے روشن چراغ	تین جلدیں
۲۶	گناہوں کے انبار	دو جلدیں
۲۷	اسلام میں عورت کی عظمت	دو جلدیں
۲۸	فضائل اعمال کی فضیلت واہمیت	
۲۹	صحت مند زندگی کے راز	
۳۰	مجرباتِ حبانی	

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

”تفسیری خطباتِ حبان“ قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساط تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔ قیمت:.....................

خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کرانسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاًابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا ’’خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت‘‘ مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمارموضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں،قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کران کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کومختصراً جمع کردیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔’’خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت‘‘ (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔ قیمت:..................

خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اور قدردان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اوراہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحر اور تلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اور اعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے’’خطباتِ رمضان المبارک‘‘ کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔ وہ خطباء جو اپنے خطاب اور بیان میں دقیق اورمشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اوراپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اور عبادات، اوامر ونواہی کو ایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ’’خطباتِ رمضان المبارک‘‘ جو عام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہے ان کیلئے انشاءاللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اور موضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دار العلوم محمدیہ بنگلور ودیگر مساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔☆

قیمت:..................

خطباتِ رحیمی

دو ہزار صفحات پر مشتمل مکمل دس جلدیں

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کے ان اصلاحی وتبلیغی تقاریر کا مجموعہ ہے جو 1989ء میں دارالعلوم محمدیہ کی مرکزی جامع مسجد گنگونڈہلی کے سنگ بنیاد کے بعد نمازِ جمعہ سے قبل کی گئیں ہیں، عوام وخواص میں آپ کے ان خطبات کی مقبولیت کی بنا پر جنہیں ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی نے یکجا کر کے ائمہ مساجد خطباء حضرات کے لئے ایک ایسا مجموعہ ترتیب دیا ہے جو اختلافات سے بالاتر مختلف موضوعات پر مشتمل جہاں عالمانہ، ناصحانہ دلائل ومسائل سے مستنبط واثر آفرینی سے بھی لبریز ہے وہیں عام فہم اور آسان زبان کا استعمال کیا گیا ہے، جگہ جگہ دلچسپ واقعات شامل کئے گئے ہیں تاکہ عوام وخواص یکساں مستفید ہوسکیں۔

''خطباتِ رحیمی'' میں ہر تقریر کی ابتداء میں موضوع کے لحاظ سے ایک شعر، عربی عبارات پر اعراب اور ہر ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی گئی ہیں تاکہ موضوع کے انتخاب میں آسانی اور مطالعہ میں نشاط برقرار رہے۔ خطباء ومقررین، مدرسین وطالبین کے لئے دس جلدوں میں دو ہزار صفحات پر مشتمل یہ خطبات ایک ایسا مجموعہ ہیں جس میں وہ اپنی تمام تر تشنگی بجھا سکتے ہیں۔

قیمت:.................

فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

''فیضانِ گنگوہیؒ''، امام ربانی قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ اور آپ کے سجادہ نشین حضرت الحاج عارف باللہ قلندر زماں مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی (خلیفہ ومجاز اول پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ وخلیفہ ومجاز دوم حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ) کا مرتب کردہ ایسا مجموعہ ہے جس میں قلندرِ زماں کے حالات وواقعات، اقوال واذکار، مجالس مبارکہ اور آپ کے اصلاحی، تبلیغی، سیاسی اور علمی وعملی پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے جس سے عوام وخواص اب تک ناواقف تھے۔ قارئین کے لئے یہ سوانح ایک ایسا دستاویز ہے جس میں عارف باللہ حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ اپنے دادا امام ربانی قطب ارشاد حضرت گنگوہیؒ کا پورا پورا عکس نظر آتے ہیں، اور آپؒ نے حضرت گنگوہی کی زندگی کو عملاً دہرایا کر بتایا ہے کہ زندگی سے رموز واسرار اور گوہر نایاب کیسے چنے جاتے ہیں۔

قیمت:.................

زیاراتِ حرمین شریفین

''زیاراتِ حرمین شریفین'' ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔ قیمت:.................